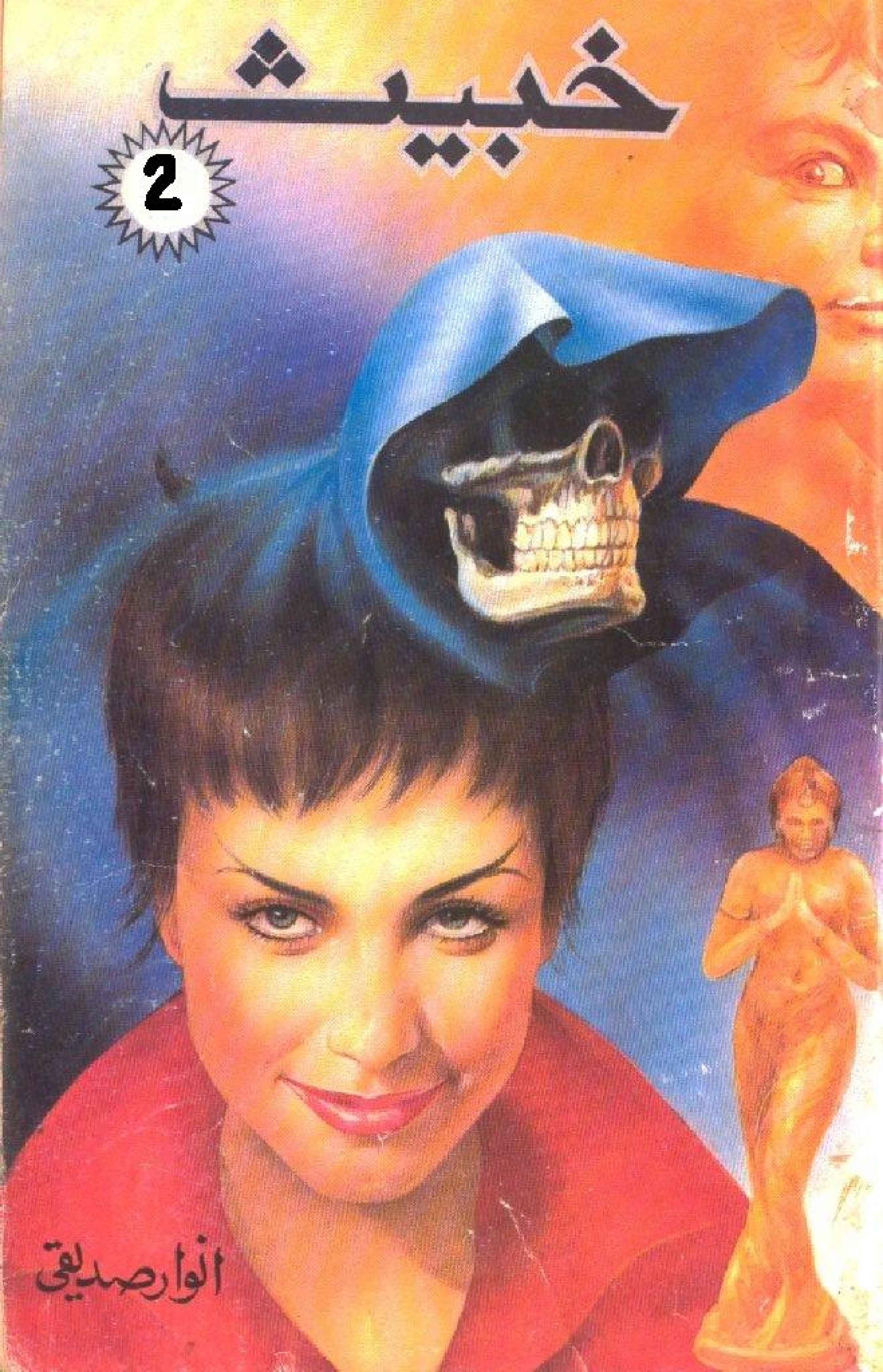
خبیث
2
انوار صدیقی

aazzamm@yahoo.com

ایک پراسرار مورتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

2680
Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL

خبیث

2

انوار صدیقی

مکتبہ القریش
سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور ۲

Scanned
By
Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

وہ چویشن ہی کچھ ایسی تھی کہ ایک لمحے کے لیے ندیم بھی حیرت زدہ ہو گیا۔ جتین کمنڈل بدستور اس کے ہاتھوں میں تھا۔ قبل اس کے کہ وہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کر بیٹھتا میں نے اسے ہوشیار کرتے ہوئے کہا۔

"خبردار! گولی نہ چلانا۔"

"یہ سب کیا ہے!" ندیم نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ دونوں کون ہیں؟"

"سانپ کے روپ میں نظر آنے والی کالکا ہے اور دوسرا شنکر ہے۔"

"لیکن یہ دونوں اچانک کہاں سے نمودار ہو گئے؟"

"تم بھول رہے ہو کہ شنکر سفلی کا ماہر ہے۔" میں نے وضاحت کی۔ "سفلی (جادو) عمل میں جنتر منتر کے ذریعے خبیث ارواح سے کام لیا جاتا ہے اور کالکا ناقابل یقین قوتوں پر پوری طرح قادر ہے۔ جس روپ میں چاہے نظر آسکتی ہے۔ قاسم علی کو سیٹھ پرشوتم داس کے کیس سے بری کرانے میں بھی کالکا کی پراسرار قوت ہمارے کام آئی تھی۔ اس نے دھن راج کو اقبال جرم کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"لیکن قاسم علی کو موت کے منہ سے نہیں بچا سکی تھی۔" ندیم نے نفرت کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے قاسم علی کی موت میں شنکر کا ہاتھ ہو اور

Scanned
By
Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

ناشر : محمد علی قریشی
باہتمام : عبدالحفیظ قریشی
مطبع : نیئر اسد پرنٹرز لاہور
بار اول : 1997ء
سرورق : ذاکر
تعداد : ایک ہزار
قیمت : -/40 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

aazzamm@yahoo.com

اس وقت ہمیں ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر کے سامنے نہ آیا ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اب کاکا کے درمیان میں آجانے سے شاید وہ اپنی کمینگی کا مظاہرہ نہ کر سکے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں بھی سامنے سڑک پر دو شیطانی مخلوق پر مرکوز تھیں۔ کاکا کے اچانک درمیان میں آجانے سے شنکر اس طرح چونکا تھا جیسے اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس سیاہ رنگ کے سانپ کو دیکھ رہا تھا جو زمین سے تقریباً دو فٹ کی بلندی پر پھن کاڑھے فضا میں لہرا رہا تھا۔

"تم کون ہو؟" شنکر نے سیاہ سانپ کو مخاطب کیا۔

جواب میں کاکا نے اپنا پھن زور سے سنگلاخ سڑک پر مارا تو آگ کا ایک شعلہ بھڑک کر بلندی پر پرواز کر گیا فضا میں دھوئیں کی ایک لکیر لہرا رہی تھی۔

شنکر حیرت سے اچھل کر ایک قدم پیچھے ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ایک ثانیے کو پھٹی کی پھٹی رہ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی پیشانی پر نمودار ہونے والی سلوٹیں دور ہو گئیں۔ اب وہ کسی ندیدے کتے کی طرح اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرتیں رقص کرنے لگی تھیں پھر وہ بڑے خوابناک لہجے میں بولا۔

"کاکا رانی میرے ... بھاگ (نصیب) کہ تو نے آج مجھے درشن دیے۔ تجھے ... نظر جیتے جاگتے روپ میں دیکھنے کے کارن تو تیرے اس سیوک نے اپنا پورا جیون تیاگ دیا تھا۔"

جواب میں کالے سانپ کی زبان کی لپلپاہٹ میں کچھ اور تیزی آگئی۔

"نہیں دیوی نہیں۔" شنکر نے تیزی سے کہا۔ "میں تیرے چرنوں کی دھول ہوں' میری شکتی اپرم پار ہے لیکن میں تیرے مقابلے کی ہمت کرنے کا وچار بھی من میں نہیں لا سکتا۔ تجھے حاصل کرنا تو میرے جیون کی سب سے بڑی اچھا (خواہش) ہے۔"

"مورکھ۔" اس بار کاکا کی غضب ناک آواز فضا میں گونجی۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گرو دیو پر کیا بپتا پڑی ہے' وہ بھی میری شکتی پراپت کرنے اور مجھے قابو کرنے کے لیے دھونی رمائے بیٹھا تھا' برسوں سے من ہی من میں سپنے دیکھ رہا تھا پر تو اس کا انجام کیا ہوا۔"

"کیا؟" شنکر نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تو نے گرو دیو کے جاپ میں گھٹالا کیا تھا؟"

"نہیں۔" کاکا نے صاف گوئی کا اظہار کیا۔ "پنڈت جنسی دھرنے کالی کے شبھ نام پر جو منڈل کھینچا تھا میں اسے نہیں توڑ سکتی تھی لیکن پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"پھر وہ کس کی شکتی تھی جس نے رنگ میں بھنگ ڈال کر شنکر سے پنجہ لڑانے کی ہمت کی ہے۔" اس بار شنکر کے لہجے سے غرور و تکبر جھلک رہا تھا۔

"شہباز۔" ندیم نے بڑی آہستگی سے مجھے مخاطب کیا۔ "تمہارا کیا مشورہ ہے۔ کیا میں ان دونوں بلاؤں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی خاطر فائرنگ شروع کر دوں۔"

"نہیں۔" میں نے بدستور ندیم کی کلائی پر اپنی گرفت جماتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ایسی حماقت بھول کر بھی نہ کرنا۔"

اسی وقت جب ندیم اور میرے مکالموں کا تبادلہ ہوا تھا کالے سانپ نے اس طرح اپنا منہ پھیر کر ہماری جانب دیکھا تھا جیسے اس نے ہماری گفتگو سن لی ہو پھر وہ پلٹ کر شنکر سے بولی۔

"بے بہادہ نہ کر مورکھ۔ یہ بتا کہ اس گھڑی تیرے من میں کیا ہے؟" کاکا کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"میں ان کیڑے کوڑوں کو نشٹ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں جو رنجن لال سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" شنکر کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔ "تو درمیان سے ہٹ جا کاکا رانی۔ میں تجھ سے بنتی کرتا ہوں۔"

"اس دھیان کو من سے نکال دے۔" کاکا نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "سفید بادلوں سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا تو جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔"

"یہ تو کہہ رہی ہے کاکا رانی' تو؟" شنکر نے شکوہ کیا۔ "کیا تو بھی میرے دشمنوں کے ساتھ مل گئی ہے۔"

"اپنی گندی زبان بند کر لے شنکر۔ تو نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ کچھ چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔"

"دیوی۔" شنکر نے احتجاج کیا۔ "میں تیرے آگے ہاتھ باندھ کر پرارتھنا کرتا ہوں کہ میرا راستہ کھوٹا نہ کر۔"

"اوپر دیکھ مورکھ۔" کاکا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "آکاش پر کالے بادل منڈلا رہے ہیں۔ کیا تیری شکتی ان بادلوں کی دوسری اور (سمت) دیکھ سکتی ہے؟"

شنکر نے نظریں اٹھا کر اوپر آسمان کی جانب ایک نگاہ ڈالی پھر کاکا سے بولا۔

"مجھے تو کالے بادل بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کاکا رانی کہ تو اپنے سیوک کی آنکھوں میں دھول۔"

"ہاں۔" کاکا کا لہجہ غضبناک ہو گیا۔ "تو اور میری شکتی پر شبہ کر رہا ہے۔ مورکھ میں کہتی ہوں اب بھی سمے باقی ہے۔ چپ چاپ واپس پلٹ جا اور آنے والے کل کا انتظار کر۔"

"کاکا رانی۔" شنکر بلبلا کر بولا۔ "کیا تو اپنا دھرم بھول کر دشمنوں کی سہائتا کرے گی؟"

"شنکر۔" کاکا بڑی شدت سے گرج اٹھی۔

"شنکر تیرے چرنوں میں اپنا جیون بلیدان کر سکتا ہے۔ اپنی مہان شکتی سے اپنے اس سیوک کو جو کشٹ بھی دے اسے بھوگنے (بھگتنے) کو تیار ہوں لیکن ان ملیچھوں (مسلمانوں) کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا۔"

"کیا یہ تیرا آخری فیصلہ ہے!"

"مجھے شما (معاف) کرنا دیوی' پر تو شنکر اب قدم پیچھے نہیں ہٹائے گا۔"

"تو اور کاکا سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔ سنبھل پاپی۔" کاکا نے سرسراتے لہجے میں کہا پھر وہ سانپ ہی کے روپ میں ہوا میں اڑتی ہوئی لپکی اور شنکر کے مکروہ جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شنکر کے قدم اکھڑنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ کراہتا ہوا سڑک پر گرا۔ کاکا اس کے جسم کے اطراف اپنا حلقہ تنگ کرتی جا رہی تھی۔ وہ پلید قوتیں آپس میں گتھم گتھا تھیں اور سڑک پر ادھر ادھر لوٹ رہی تھیں کہ اچانک آسمان پر بجلی کا کڑکا سنائی دیا پھر سیاہ بادلوں کے ایک بھنور نے تیزی سے نیچے اتر کر دونوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

"شہباز۔" ندیم نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا ہماری نظریں دھوکا تو نہیں کھا رہی ہیں؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں سیاہ بادلوں کے بھنور پر تھیں جو ایک لمحے تک تیزی سے چکراتا رہا پھر برق رفتاری سے آسمان کی سمت بلند ہوتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے غور سے دیکھا' سڑک پر اب کاکا اور شنکر میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سوائے فریب نظر کے اور کچھ نہیں ہے۔" ندیم نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں ان طلسماتی کھیل تماشوں پر یقین نہیں رکھتا۔"

میں نے اس بار بھی ندیم کی بات پر کسی اظہار خیال کے بجائے گاڑی اسٹارٹ کر کے گیئر میں ڈال دی۔ میرے ذہن میں کاکا اور شنکر کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ گونج رہا تھا۔ کاکا کا ایک جملہ بطور خاص میرے دل و دماغ میں بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ اس نے شنکر سے آنے والے کل کے لیے انتظار کرنے کو کہا تھا اور میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ کاکا کی اس بات کا مقصد کیا تھا؟ کل کیا ہونے والا تھا؟

+

قاسم علی کے قتل کی ذمے داری کسے سونپی گئی تھی؟ وہ کون تھا جس نے ایک بے گناہ انسان کو بڑی درندگی کے ساتھ اپنے ظلم تلے روند ڈالا تھا؟ مجھے یہ نہیں معلوم تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ رنجن لال نے اس غریب سے اپنی ہتک کا انتقام لیا ہوگا اگر بات میرے اختیار میں ہوتی تو شاید میں رنجن لال کے دفتر میں گھس کر اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیتا۔ میں چاہتا تو ایسا کر بھی سکتا تھا لیکن میں نے خود کو بے لگام نہیں ہونے دیا اس لیے کہ کبھی کبھی کسی انسان کی اشتعال میں کی ہوئی ایک معمولی سی غلطی کئی جانوں اور خاندانوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کا سبب بن جاتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انتقامی کارروائی کا یہ سلسلہ سینہ بہ سینہ صدیوں جاری رہتا ہے اور سیکڑوں بے گناہ بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں۔ ایک جھوٹی شان اور آن بان کو برقرار رکھنے کی خاطر کتنے ہی خاندانوں کو موت کے اندھے کنوئیں میں بڑے وحشت ناک طریقے سے جھونک دیا جاتا ہے۔ قاتل مقتول کی لاش کے سینے پر قدم جما کر اپنی فتح کا جشن مناتا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا نہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے کتنے گھروں کے روشن چراغ گل ہو گئے۔ کتنی ماؤں کی افشاں خون کی سرخی میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ کتنے سروں سے دوپٹے نوچ کر اتار لیے گئے اور کتنے رشتے قدموں سے روند کے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیے گئے۔ ایک کے بدلے دو اور دو کے بدلے چار مارنے کا یہ سلسلہ آدھر چلتا رہتا ہے وہ جو کمزور ہوتے ہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو فاتح ہوتے ہیں وہ مونچھوں پر تاؤ دے کر دندناتے پھرتے رہتے ہیں۔ موت اور زندگی کی آنکھ مچولی آسانی سے ختم نہیں ہوتی۔ دلوں میں نفرتوں کا جذبہ لاوا بن کر جمع ہوتا رہتا ہے پھر پھوڑے پر جب کوئی نشتر لگتا ہے تو اندر کا مواد ایک بار پھر پھوٹ نکلتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کی موت کی گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور جب انہیں کوئی موقع میسر آجاتا ہے تو وہ لوگ خون کی ہولی کھیل کر اپنی جیت کا جشن مناتے ہیں۔

aazzamm@yahoo.com

میں نہیں چاہتا تھا کہ زنجن لال کو مار کر پھانسی کے پھندے پر لٹک جاؤں۔ جان بوجھ کر زندگی کو داؤ پر لگانا دانشمندی کے منافی ہوتا ہے۔ وقتی طور پر ایک جذبے کو تسکین ضرور مل جاتی ہے لیکن اس کا انجام ہمیشہ بھیانک ہی ہوتا ہے۔

قاسم علی کی موت کے بعد میں نے ندیم کے چہرے کے بدلتے رنگ کو بطور خاص محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون کے شعلے بھڑکتے دیکھے تھے۔ وہ میرے ایک اشارے پر اپنے آدمیوں کے ذریعے قاسم علی کی موت کے حساب کو چکتا کرنے کی خاطر کئی زندگیوں کو موت کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا تھا۔ کچھ لوگ اس منطقی بات کو نہیں مانتے لیکن میں جانتا تھا کہ مجرم یا قاتل خواہ کتنا ہی چالاک اور عیار کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے مضبوط ہاتھ اسے ضرور پکڑ لیتے ہیں' خون کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی انداز میں اپنا رنگ عیاں کر دیتا ہے۔ یہ انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ قانون قدرت ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ مظلوم کی آہیں کسی نہ کسی انداز یا زاویے سے ظالم سے ظلم کا حساب ضرور مانگتی ہیں جو یہاں بچ نکلتے ہیں وہ آخرت میں پکڑے جاتے ہیں اور وہ پکڑ ایسی آہنی ٹھوس اور مدلل ہوتی ہے کہ انسان کے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو انسان کو اپنے کیے کا احساس ہوتا ہے مگر اس وقت جب کفارہ ادا کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

میں نے بھی بہت کچھ سوچ کر اپنے سینے میں بھڑکتے شعلوں کو ہوا دینے کے بجائے اندر ہی اندر بجھانے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ندیم اپنی دوستی کا حق ادا کرنے کی خاطر آگ اور خون کے سمندر میں چھلانگ لگا دے۔ کوئی طوفانی اور سرکش لہر منہ پھاڑ کر اسے ہڑپ کر جائے۔ نسیم کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ پھیکا پڑ جائے اور اسے اپنی کلائی میں چھن چھناتی چوڑیوں کو توڑ کر اپنی بیوگی کا اعلان کرنا پڑے۔ میں اس جاں گسل لمحے کے احساس ہی سے کانپ اٹھتا تھا۔ میں نے نسیم کو فرش سے اٹھا کر عرش تک لے جانے کی ایک حقیر سی کوشش کی تھی۔ اسے سچے دل سے بہن کہہ کر اس کے غموں کا مداوا کرنے کی کوشش کی تھی پھر میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹوں کے بجائے غم و اندوہ کی پپڑی جمے کیسے دیکھ سکتا تھا؟

اس وقت بھی میں کچھ ایسے ہی احساسات سے دوچار تھا جب ندیم نے مجھے اور سراج کو شام کی چائے پر مدعو کیا تھا۔ چائے کے ساتھ نسیم نے جو لوازمات تیار کیے تھے وہ کسی فور اسٹار ہوٹل کے ڈنر سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ ہم سب لان پر بیٹھے تھے اور باوردی بیرے باقاعدہ سروس میں معروف تھے۔

"یہ آپ کس خیال میں گم ہیں شہباز صاحب؟" سراج نے مجھے مخاطب کیا۔

"وہ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے سارے لوازمات کو اگر شام کا ناشتا کہتے ہیں تو پھر ڈنر کسے کہتے ہوں گے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ تکلف سے کام لے رہے ہیں بھائی جان۔" نسیم نے بڑے پیار سے کہا۔ "ورنہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" سراج نے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر آپ نے اس بار کچھ نہیں کیا تو پھر کبھی سہی کہیں بھاگے تو نہیں جا رہے۔"

"آج میں ایک بات کا قائل ہو گیا ہوں۔" ندیم نے سراج سے کہا۔

"وہ کیا؟"

"پولیس والوں کی دوستی اور دشمنی دونوں ہی نقصان کا باعث بنتی ہیں۔"

جواب میں سراج مسکرانے لگا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ ہم بے تکلف دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے پھر ناشتے سے فارغ ہوئے تو سراج نے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"مجھے قاسم علی کی موت کی اطلاع مل چکی ہے لیکن شکوہ اس بات کا ہے آپ نے براہ راست مجھے اس حادثے کی اطلاع نہیں دی۔"

"جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔"

"آپ کے خیال میں کیا قاسم علی کی موت بھی کسی سازش کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟"

"جی نہیں۔" میرے بجائے ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہم اس گاڑی یا اس کے ڈرائیور کو نہیں پکڑ سکے لیکن مجھے راہ گیروں کے ذریعے ہی اطلاع ملی ہے کہ اس کار کو ڈرائیو کرنے والا بری طرح نشے میں دھت تھا۔"

میں نے ندیم کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کا جواب حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ قاسم علی کی موت کے بعد تو اس نے کافی غم و غصے کا مظاہرہ کیا تھا پھر اب سراج کو ٹالنے کی کوشش کس لیے کر رہا تھا۔

"یہ سب عوام کی عدم دلچسپی کا نتیجہ ہے۔" سراج نے سگار سلگاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر ہمارے عوام پولیس کا ہاتھ بٹائیں اور جرائم سے متعلق قانون کو بروقت مطلع کرتے رہیں تو۔۔۔"

"مجرم کے بجائے پھر عوام کو پولیس اور کچہری میں چکیاں پیسنے کی سزا ملے گی۔" ندیم نے برجستہ جواب دیا۔

"آپ بھی اپنی جگہ درست فرما رہے ہیں۔" سراج نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "ہمارے درمیان بھی بیشتر لوگ ایسے ہی ہیں جو پولیس کے محکمے کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں ورنہ عوام اور پولیس اگر مل جل کر جرائم کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھا لیں تو جرائم کا گراف بڑی تیزی سے نیچے آ سکتا ہے۔"

"جان بوجھ کر اپنے پیروں پر کلہاڑی کون مارتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آج کے دور میں ہر شخص دو اور دو چار کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور غیر یقینی سیاسی حالات نے زندگی کے ہر شعبے کو بڑی شدت سے متاثر کیا ہے۔"

"کیا آپ لوگ کافی پینا پسند کریں گے؟" نسیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"خدا عمر دراز کرے آپ کی۔" سراج نے کہا۔ "آپ نے اس وقت میرے منہ کی بات چھین لی۔"

نسیم اٹھ کر اندر چلی گئی تو سراج نے گفتگو کرتے کرتے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا قاسم علی کی موت میں زنجن لال کا ہاتھ شامل نہیں ہو سکتا؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کا جواب خود زنجن لال ہی بہتر طور پر دے سکتا ہے۔" ندیم کے لہجے میں اس بار بھی تلخی کی جھلک شامل تھی۔ "ویسے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ قاسم علی نے زنجن لال کے خلاف بیان دے کر خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں مسٹر ندیم۔" سراج نے سگار کا ایک طویل کش لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی غلطی کا اعتراف بھی ہے اگر میں نے قاسم علی کو زنجن لال کے خلاف بطور گواہ۔۔۔"

اسلام کے نامور مجاہدین — قمر تسکین — 50/-
اسلام کی نامور خواتین — قمر تسکین — 40/-
سو مسلمان مشاہیر — قمر تسکین — 75/-
ملک ملک کی عورتیں — قمر تسکین — 35/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

"اب اس ذکر سے کیا فائدہ" میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "قسمت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں مگر اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ قاسم علی کی موت میں بھی کسی نہ کسی شیطانی قوت کا دخل ضرور تھا۔"

"کوئی خاص وجہ۔" ندیم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" سراج نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "قاسم کی موت کے بعد دھن راج اپنے اس بیان سے منحرف ہو گیا ہے جو اس نے مجسٹریٹ کے روبرو بھری عدالت میں دیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"دھن راج کا کہنا ہے کہ اس نے پہلے جو بیان دیا تھا وہ اسے سرے سے یاد نہیں اور اگر اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکلی تھی تو شاید اس وقت وہ نشے کی حالت سے دوچار رہا ہو گا۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی کی واردات سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔"

"گویا اب وہ بھی سزا سے بچ جائے گا۔" ندیم مسکرایا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ کیس نے بڑی پیچیدہ صورت اختیار کر لی ہے۔"

"ہو سکتا ہے زنجن لال نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر یہ تمام ڈراما ترتیب دیا ہو۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔ "شاید وہ پولیس اور قانون کو یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اس کی دولت اور اثر و رسوخ میں قانون سے زیادہ طاقت موجود

aazzamm@yahoo.com

ہے۔"

"ایسا نہیں ہے مسز شہباز۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "وقتی طور پر شاید نرنجن لال اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔"

"شاید دوسری دنیا میں۔ جہاں صرف انسان کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں ہو گا۔" ندیم نے زہر خند لہجے میں کہا۔

پھر نسیم ملازم کے ساتھ کافی کا اہتمام کرنے کے بعد واپس آئی تو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سراج نے کافی کا ایک گھونٹ لینے کے بعد براہ راست نسیم سے کہا۔

"مجھے آپ سے ایک زبردست شکایت ہے۔"

"مجھ سے۔" نسیم چونکی۔ "وہ کیا؟"

"آپ ہی جیسی خواتین نے مردوں کی عادتیں خراب کر دی ہیں۔"

"میں سمجھی نہیں۔" سراج کی سنجیدگی برقرار دیکھ کر نسیم نے حیرت سے کہا۔

"ایک دو باتیں ہوں تو بتاؤں۔" سراج نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک تو اتنا زبردست ناشتا اور اس کے بعد اتنی شاندار کافی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کسی نہ کسی بہانے روزانہ یہاں آنا شروع کر دوں اور مسز ندیم کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ناشتے اور کافی پر خرچ ہونے والی رقم کا تو کوئی ملال نہیں۔ پریشانی اس بات کی ہے کہ پولیس والوں نے گھر دیکھ لیا۔"

سراج نے وہ جملہ کچھ ایسے انداز میں کہا تھا کہ میرے اور ندیم کے علاوہ خود نسیم بھی اپنے بے ساختہ قہقہے کو ضبط نہ کر سکی لیکن ابھی ہمارے قہقہے فضا میں گونج رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی اور نسیم نے گول میز پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا پھر اس نے ریسیور سراج کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی کال ہے۔"

"ہیلو۔ ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" سراج نے ماؤتھ پیس میں کہا مگر پھر دوسری جانب سے اسے کوئی ایسی ہی اطلاع ملی تھی جس کے سبب وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ کچھ دیر وہ دوسری جانب سے کی جانے والی بات سنتا رہا پھر اس نے سگار گھاس پر ڈال کر اسے پیروں سے رگڑتے ہوئے کہا۔ "ایس ایچ او سے کہو کہ وہ میرا انتظار کرے اور جب تک میں نہ پہنچوں ضابطے کی کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں' لاشوں کو بھی اسی حالت میں پڑا رہنے دو۔ ٹھیک ہے' تم فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کو فون پر جلد از جلد موقع واردات پر پہنچنے کی تاکید کرو۔ میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

سراج نے ریسیور کریڈل پر رکھا تو میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی خاص واردات ہو گئی ہے۔"

"ہاں' اور اس واردات کا تعلق بھی نرنجن لال گروپ آف انڈسٹریز سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "اب کیا ہو گیا؟"

"پوری تفصیل تو مجھے موقع واردات پر پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو گی لیکن فون پر جو اطلاع ملی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ نرنجن لال کے دفتر میں ڈاکا پڑا ہے جس میں چار آدمی مارے گئے اور تقریباً" ڈیڑھ لاکھ کی رقم بھی ڈاکو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اطلاع کے مطابق نرنجن لال کے کیشیئر نے آج ہی بینک کے عملے کی تنخواہ کا چیک کیش کرایا تھا۔ کچھ لوگوں کو تنخواہ ادا کر دی گئی اور جو باقی تھے ان کے نام کے لفافے تیار کیے جا رہے تھے کہ چار نقاب پوش خود کار آتشی اسلحہ لیے داخل ہوئے اور چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رقم لوٹ لے گئے۔ دو گارڈ شدید زخمی حالت میں پائے گئے۔ ڈاکوؤں نے ان کا اسلحہ بھی لوٹ لیا ہے۔"

"اس واردات میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بظاہر یہ عام ڈکیتی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔" سراج نے جواب دیا پھر ہم سے اجازت طلب کرتا ہوا تیزی سے باہر نکلا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

سراج کے جانے کے بعد کسی خیال کے تحت میں نے ندیم کے چہرے کو بغور دیکھا۔ بظاہر وہ بالکل نارمل اور بے پروا نظر آ رہا تھا۔ میں نے نسیم کی موجودگی میں اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی لیکن میرے ذہن میں نہ جانے کیوں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھر رہا تھا کہ کہیں اس ڈکیتی کی پشت پر ندیم کا ہاتھ تو نہیں تھا؟

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ قاسم علی کی دردناک موت کے بعد ہسپتال سے لوٹتے وقت ندیم نے مجھ سے بڑے جذباتی لہجے میں یہ بات کہی تھی۔ "قاسم علی کا خون رائگاں

نہیں جائے گا۔" کچھ دیر بعد نسیم اٹھ کر کسی کام سے گئی تو میں نے ندیم سے پوچھا۔

"نرنجن لال کے دفتر میں پڑنے والے ڈاکے اور چار آدمیوں کے قتل ہو جانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اس کا جواب تو پولیس سراغ لگانے کے بعد ہی دے سکتی ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"پھر بھی۔" میں نے بات گھما کر پوچھنے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ کیس عام ڈکیتیوں جیسا ہو۔ شہر میں اس قسم کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی خبریں آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کے کیس اب روز مرہ کا معمول بن چکے ہیں تو بے جا نہ ہو گا لیکن ــــــ" میں نے جان بوجھ کر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" ندیم نے وضاحت چاہی۔

"میرا خیال ہے کہ نرنجن لال کا شبہ اس کیس میں بھی ہمارے ہی اوپر ہو سکتا ہے۔"

"ممکن ہے لیکن وہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکے گا اس لیے کہ جس وقت واردات ہوئی ہے اس وقت محکمہ پولیس کا ایک ذمے دار اور دیانت دار آفیسر ہمارے ساتھ موجود تھا۔" ندیم کا لہجہ اس بار معنی خیز تھا۔

"گویا میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں جس ماحول میں سانس لے رہا ہوں میرے دوست' اس کے طور طریقے اس مہذب ماحول سے مختلف ہیں جس میں تمہاری تربیت ہوئی ہے اس لیے تم اپنے ذہن کو پریشان مت کرو۔" ندیم نے میرے شبہے کا اعتراف کرتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں موت کو برحق اور اٹل سمجھتا ہوں اس لیے دیو مالائی کرداروں سے بھی مجھے کبھی کسی قسم کا خوف نہیں ہوا اور ابھی تو ابتدا ہی ہوئی ہے۔"

"ابتدا ہوئی ہے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم نے اپنے ذہن میں کچھ اور خطرناک منصوبے بھی بنا رکھے ہیں۔"

"شطرنج کا کھلاڑی دو چالیں ایک ساتھ نہیں چلتا۔" ندیم نے کافی کا گھونٹ لے کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "لیکن وہ دوسرے کھلاڑی کی جانب سے چلنے والی چال کا توڑ ضرور سوچ لیتا ہے اور وہی کھلاڑی کامیاب کہلاتا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ اس ڈکیتی کی واردات کے جواب میں نرنجن لال کی طرف سے بھی کوئی کارروائی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"ہونی چاہیے۔" ندیم نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی جوابی انتقام سے خود کو باز نہ رکھ سکتا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن کیا نرنجن لال کو اس بات کا یقین ہو گا کہ موجودہ ڈکیتی میں ہمارا ہی ہاتھ شامل ہے جبکہ اس بات کا علم خود مجھے بھی نہیں تھا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں جس ماحول میں سانس لے رہا ہوں اس کے طور طریقے تمہاری مہذب دنیا سے خاصے مختلف ہوتے ہیں اور قاسم علی کی موت کے بعد میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ فرشتہ اجل بھی اگر نرنجن لال کی روح قبض کرنے جائے تو وہ اسے بھی ہمارا ہی کوئی ہرکارہ سمجھے گا۔"

"لیکن ــــــ"

"پلیز شہباز۔" ندیم نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "تم ان باتوں میں اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن نسیم کے دوبارہ آجانے سے مجھے مجبوراً گفتگو کا موضوع بدلنا پڑ گیا۔

❋

شام کو سراج نے مجھے فون کر کے ڈکیتی کی جو تفصیل بتائی وہ عام ڈکیتی سے ملتی جلتی تھی۔ سراج کے بیان کے مطابق ڈاکوؤں کی تعداد چھ افراد پر مشتمل تھی جن میں سے چار نے دفتر کے اندر گھس کر رقم لوٹی اور مزاحمت کرنے والوں کو بیدردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا' ایک ڈاکو باہر گیٹ پر موجود تھا جبکہ ان کا چھٹا ساتھی باہر کھڑی ہوئی وین میں موجود تھا۔ جو لوگ تنخواہ کے لفافے تیار کر رہے تھے ان کی تعداد کیشیئر سمیت کل نو افراد پر مشتمل تھی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان میں وہ کیشیئر بھی شامل تھا جس نے صبح بینک سے کیش نکلوایا تھا۔ ان لوگوں کے بیان کے مطابق تمام ڈاکوؤں نے اپنے چہروں پر اس طرح نقاب پہن رکھی تھی کہ ان کی آنکھوں کے سوا چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

قرب و جوار کے لوگوں کے بیان کے مطابق انہوں نے گولی چلنے کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ وین جس کے

aazzamm@yahoo.com

نمبر نوٹ کیے گئے تھے اور جسے ڈاکوؤں نے استعمال کیا تھا وہ ایک مقامی فرم کی تھی جسے واردات سے صرف ایک گھنٹے پہلے چھینا گیا تھا جس کی اطلاع متعلقہ تھانے میں درج کرا دی گئی تھی۔ وین کے ڈرائیور کے بیان کے مطابق اس وقت وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دفتر کی چھٹی کا انتظار کر رہا تھا جب کسی نے اچانک پشت سے اس کے سر پر اتنا شدید وار کیا تھا کہ وہ کچھ سمجھنے سے پیشتر ہی بیہوشی کی حالت سے دوچار ہو گیا۔ دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو ایک ہسپتال میں پایا تھا۔ واردات کے تقریباً بیس منٹ بعد ڈکیتی میں استعمال کی جانے والی وین شہر کی ایک سپر مارکیٹ کے باہر کھڑی ملی تھی لیکن فنگر پرنٹ کے ماہرین بھی اس وین سے کسی کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے میں ناکام ہی رہے۔

زنجن لال نے اس ڈکیتی کے سلسلے میں کسی شخص پر بھی اپنے شبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس نے سراج سے یہی کہا تھا کہ بیس لاکھ کی رقم اس کے لیے کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن اس کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کسی اہم بات کو زبان تک لانے سے گریز کر رہا ہو۔

میں سراج کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا پھر جب وہ تفصیل بیان کر چکا تو میں نے پوچھا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے؟"

"فی الحال یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ میں نے کیشیئر کو زیر حراست لے لیا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"عام طور سے اس قسم کے کیس میں کیشیئر کسی نہ کسی زاویے سے مجرموں کے ساتھ پہلے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔" سراج نے جواب دیا۔ "دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی واردات کرتے ہیں وہ کسی ایسے دفتر میں گھسنے کی حماقت نہیں کرتے جہاں گارڈ موجود ہوتے ہیں۔ زیادہ تر وارداتیں یا تو بینک کے اندر ہی ہو جاتی ہیں یا پھر کسی سنسان سڑک پر مطلوبہ گاڑی کو روک کر اسے لوٹ لیا جاتا ہے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس واردات میں ڈاکوؤں کی تعداد چھ تھی جبکہ عام طور پر دو یا تین آدمی ہی سامنے آتے ہیں۔"

"کیشیئر نے کیا بیان دیا ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر شہباز، اگر کیشیئر اس کیس میں ملوث ہے تو کیا وہ اتنی آسانی سے اپنی زبان کھول دے گا؟" سراج نے ایک مدلل جواب دیا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن مجھے شبہ ہے کہ زنجن لال اس کیس میں بھی اپنے کسی روایتی حریف کا ہاتھ محسوس کر رہا ہے اور اس کی خاموشی اور بے پروائی اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ وہ پولیس کے ساتھ تعاون کرنے کے بجائے ذاتی طور پر کسی جوابی کارروائی کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

"روایتی حریف سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ ہمارے اوپر شبہ کر رہا ہے؟"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" سراج کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کی۔

"اگر زنجن لال کا شبہ میرے خیال کے مطابق آپ پر ہے تو اس بار وہ قانون کے آہنی ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں نے پہلا کام یہی کیا ہے کہ اپنے خاص اور معتبر آدمیوں کو سادہ لباس میں زنجن لال اور اس کے ملنے جلنے والوں کی نگرانی کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔" سراج نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "اگر اس نے جوابی کارروائی کا منصوبہ بنایا تو ہمارے آدمی مجرموں کو بہ آسانی ٹریپ کر لیں گے۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے ایک بات اور عرض کر دوں۔ میرے کچھ آدمی آپ کے دفتر کے باہر بھی تعینات ہوں گے اور دو افراد خاص طور پر خفیہ طریقوں سے آپ کی نگرانی پر بھی مامور کر دیے گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ زنجن لال براہ راست میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔" میں نے سراج کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"کتا بے حد وفادار جانور ہوتا ہے شہباز صاحب، لیکن جب پاگل ہو جائے تو اپنے مالک پر بھی بھونکنا شروع کر دیتا ہے۔" سراج اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "میں اس بار اتنا ڈھیلا جال بننے کی غلطی نہیں کروں گا کہ شکار اس میں آ کر واپس نکل جائے۔"

"اس کا ایک آسان طریقہ اور بھی ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کسی ایسے قاتل کو جو عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہو جیل سے فرار ہونے کا موقع فراہم کر دیجیے اور اسے اشارہ کر دیں کہ زنجن لال کو ٹھکانے لگا دے۔ اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی ٹوٹنے سے محفوظ رہے گی اس لیے کہ پھانسی کی سزا عمر قید بھگتنے سے زیادہ آسان ہوتی ہے۔"

"آپ کا مشورہ کم از کم میرے لیے قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ میں ہمیشہ قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"اور اس کا انجام آپ قاسم علی کی موت کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں۔" میں نے قدرے تلخ اور جذباتی انداز میں کہا۔ "آپ کو اس بات کا تجربہ بھی ہے کہ طاغوتی قوتوں کے سامنے آپ کا قانون کس قدر بے بس ثابت ہو چکا ہے۔ صرف قاتل کا پیٹ بھر کر اسے داخل دفتر کر دینے سے کسی بے گناہ کی موت کی تلافی نہیں ہوتی۔ لوہے کو کاٹنے کے لیے ہمیشہ لوہا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مچان پر بیٹھ کر کسی آدم خور درندے کو خوفزدہ کرنے کی خاطر ہوائی فائرنگ کرنا میرے نزدیک بہادری کی علامت نہیں ہے۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "آپ جذباتی ہو رہے ہیں لیکن میرا وہ مقصد نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"بہرحال میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے قبل از وقت ایک پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی حفاظت کا خیال رکھوں گا اور مجھے معلوم ہے کہ دشمنوں سے کس انداز میں ڈیل کیا جاتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کسی جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بجائے میز پر رکھ دیا تاکہ اگر سراج مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے تو اسے کامیابی نہ ہو سکے۔

مجھے اس بات کا احساس تھا کہ اس وقت میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ میں خود کو بالواسطہ قاسم علی کی موت کا ذمے دار سمجھ رہا تھا۔ میں اگر چاہتا تو وہ ٹیپ سراج کے حوالے کر سکتا تھا جس میں میری اور زنجن لال کی گفتگو موجود تھی۔ اس ٹیپ کی مدد سے زنجن لال کو خاصا نقصان پہنچایا جا سکتا تھا لیکن اس طرح قانون کی نظروں میں میری شخصیت بھی آ جاتی جسے میں کسی قیمت پر پسند کرنے کو تیار نہیں تھا۔ غلطی انسان ہی سے سرزد ہوتی ہے۔ میں نے بھی قاسم علی کو سراج کے حوالے کر کے ایک غلطی کی تھی۔ میں چاہتا تو براہ راست بھی زنجن لال کو شکار کر سکتا تھا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا جس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔

میں بڑی دیر تک اندر ہی اندر الجھتا رہا۔ میرے ذہن میں پنڈت جسی دھر کا خیال بھی ابھرا جس کے بارے میں کالکا نے واضح طور پر مجھے کوئی قیمتی بات نہیں بتائی تھی۔ اس نے صرف یہ کہا تھا کہ اس کے اوپر دیوی دیوتاؤں کی جانب سے کچھ بندشیں عائد کر دی گئی ہیں اگر کالکا کا بیان اپنی جگہ درست تھا تو پھر اس نے ہمیں بچانے کی خاطر شنکر سے ٹکرانے کی کوشش کیوں کی تھی؟ ان سیاہ بادلوں کا راز کیا تھا جو آسمان سے چکراتے ہوئے زمین کی سمت آئے تھے اور اپنے اندر شنکر اور کالکا کو سمیٹ کر واپس چلے گئے تھے۔ کیا وہ دیوی دیوتاؤں کا عتاب تھا جو ان دونوں پر نازل ہوا تھا؟ کیا شنکر کالکا زندہ تھے یا؟

میں نے کچھ سوچ کر کالکا کو آواز دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کم از کم شنکر کے معاملے میں زیادہ قوتوں کی مالک تھی۔ ایک لمحے تک دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں مضطرب ہو گیا۔ کالکا سے مجھے کوئی گہرا لگاؤ نہیں تھا لیکن وہ بہرحال مجھے عزیز تھی۔ اس لیے کہ اس نے کئی موقعوں پر اپنی پراسرار طاقت کو استعمال کر کے میری جان بچائی تھی۔ خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ آواز دی اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ کالکا نے اس بار بڑی مدھم آواز میں میری پکار کا جواب دیا تھا۔ مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آواز بہت دور سے آ رہی ہو۔

"تم کہاں ہو؟" میں نے عالم تصور میں کالکا سے سوال کیا۔

"میں تم سے بہت دور ہوں۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تمہارے پیار نے تمہاری کالکا رانی کو تم سے بہت دور کر دیا ہے۔ پر تم نراش مت ہونا۔ میں اپنی سزا بھگتنے کے بعد ایک بار پھر تمہیں درشن دوں گی۔ یہ میرا وچن ہے۔"

"تمہیں کس بات کی سزا دی گئی ہے۔"

"میں نے تمہیں اور تمہارے مترکو شنکر کے کشٹ سے بچانے کی خاطر شنکر سے ٹکرانے کی جو کوشش کی تھی وہ دیوتاؤں کے ماتھے پر شکن بن کر ابھری ہے۔" کالکا نے کہا۔ "مگر ہمیشہ کے لیے نہیں کچھ دنوں کی بات ہے اس کے بعد میں دوبارہ دھرتی پر اتر آؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے سزا بھگتنا پڑ رہی ہے۔"

"اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہارے راستے کا ایک زہریلا کانٹا ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں اس پاپی شنکر کی بات کر رہی ہوں جس نے

aazzamm@yahoo.com

تمہیں اور تمہارے حسن کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔" کاکا نے نخوس لہجے میں جواب دیا۔ "وہ ابراد می شاید یہ بھول گیا تھا کہ اس کے بھوش میں کیا لکھا تھا۔ اس نے کاکا سے ٹکرانے کی بھول کی تھی۔ "وہ چار جنتر منتر سیکھ کر وہ بڑا گھمنڈی بن گیا تھا۔"

"کیا؟" میں نے وضاحت چاہی۔ "کیا شنکر اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تمہیں اگر کاکا کی بات کا وشواس نہیں آرہا تو روپ نگر میں اپنے کسی جان کار کو فون کرکے معلوم کرو۔ اس مورکھ کی لاش ابھی تک اس کے اس جھونپڑے میں پڑی ہے جہاں بیٹھ کر اس دشٹ نے کاکا کی مہان شکتی کو قابو کرنے کے سپنے دیکھے تھے۔" کاکا نے بڑی حقارت سے کہا۔ "کیول آج کی رات وہ اس دھرتی پر بوجھ بنا رہے گا لیکن کل وہ چتا کی آگ میں جل بھن کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔"

"پنڈت جسی دھر کا کیا بنا کیا وہ بھی ــــ؟"

"مجھے کریدنے کی کوشش مت کرو۔" کاکا نے میری بات کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا جواب نہیں دے سکتی اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے ایک بار پھر پتھر کی مورتی میں ڈھال دیا جائے گا۔"

"کیا میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا؟" میں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ــــ تم اگر چاہو تو اپنی کاکا رانی کو دیوی دیوتاؤں کے شراپ سے بچا سکتے ہو لیکن ــــ" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا ــــ؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"میرا من کہتا ہے کہ تم مجھ پر یہ اپکار (مہربانی) نہیں کرو گے۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"اپنی کاکا کو اس چھایا کا راز بتا دو جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔" کاکا نے کہا۔ "وہ کون سی شکتی ہے جس نے تمہارے لیے پنڈت جسی دھر کے منتل کو تہس نہس کیا تھا۔ دیوی اور دیوتا اس شکتی کا راز جاننے کے لیے بڑے بے چین ہیں اگر میں اس مہان شکتی کا راز انہیں بتا دوں تو وہ میری تمام سزائیں شما کر دیں گے۔ تم اپنی کاکا رانی کو پھر دیکھ سکو گے۔ ہر رنگ میں ہر روپ میں اور میں تم کو کال کے شبھ نام پر وچن دیتی ہوں کہ سارا جیون تمہاری داسی بن کر تمہاری سیوا کرتی رہوں گی۔ تم جو چاہتے ہو وہ پورا ہو گا۔ تمہاری کوئی اچھا (خواہش) ادھوری نہیں رہے گی۔ کاکا کی مہان شکتی حاصل کر لینے کے بعد تم اس دھرتی پر راج کرو گے۔ تمہارے سارے سپنے پورے ہوں گے۔ بولو شہباز۔ کیا تم کاکا کی سہائتا نہیں کرو گے؟"

کاکا کے لہجے میں التجا تھی' وہ بغیر کسی جنتر منتر کے میری غلام بننے کو تیار تھی۔ ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ کاکا کے احسانوں کا تمام بوجھ سر سے اتار دوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نادیدہ قوت مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے دل میں کمبل پوش بزرگ کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کس وچار میں گم ہو شہباز۔" کاکا نے ایک بار پھر بڑی لگاوٹ سے مجھے رجھانے کی کوشش کی۔ "کیا تم مجھے اس شکتی کا بھید نہیں دو گے جس نے مجھے تمہارے من میں جھانکنے سے روک رکھا ہے۔"

"میں ایسی کسی قوت سے واقف نہیں ہوں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "البتہ مجھے یہ ضرور معلوم ہے کہ خدائے بزرگ و برتر جس پر رحم و کرم کرتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تمہارا جواب یہی ہو گا۔" کاکا نے اس بار روکھے انداز میں کہا۔

"کیوں ــــ کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تم کہہ رہے ہو تو مجھے یقین آگیا۔" کاکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ "میں اب جا رہی ہوں شہباز لیکن تم میرا انتظار کرنا۔ میں دوبارہ بہت جلد تم سے ملوں گی۔ جاتے جاتے ایک بار پھر تم سے یہی کہوں گی کہ سمے مت برباد کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے دھرتی کے کسی اور کونے میں چلے جاؤ۔ کاکا کا کہا مان لو شہباز۔ تم نہیں جانتے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"تم نے یہی بات شنکر سے بھی کہی تھی۔" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ کل کیا ہونے والا ہے؟"

"میں مجبور ہوں۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے منش کو صرف سمے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور ابھی وقت تمہاری مٹھی میں ہے۔ میری بات کا وشواس کرو۔ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو سارا جیون ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

میرا ذہن پھر الجھ گیا۔ کاکا نے پھر مجھے وہی مشورہ دیا تھا

جس کا ذکر میری امی نے بڑے تایا کے حوالے سے کیا تھا۔ میں نے کچھ توقف کے بعد کاکا کو دوبارہ آواز دی لیکن شاید وہ جا چکی تھی۔

"کل کیا ہونے والا ہے؟" میرے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ اس رات جب میں سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹا تو یہی سوال تلوار میرے ذہن کے اندر کسی کیلی لکڑی کی طرح سلگتا رہا پھر کب میری آنکھ لگ گئی مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری صبح میں نے دفتر پہنچ کر سب سے پہلے روپ نگر کے نمبروں پر انکل دھرم داس سے بات کی۔ میں شنکر کے سلسلے میں کاکا کی فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر تک میں دھرم داس سے ان کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ ان کے کاروبار اور زمینوں کی بات کرتا رہا پھر اس سے پہلے کہ میں اصل مقصد کی طرف آتا دھرم داس نے میرے پوچھے بغیر ہی کہا۔

"تمہارے لیے میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے۔"

"وہ کیا ــــ؟"

"شنکر کی موت۔" دھرم داس جی کے لہجے سے خوشی کا احساس چھلک رہا تھا۔ "وہ پاپی جس نے پورے روپ نگر میں اپنے کالے علم کی بدولت دہشت پھیلا رکھی تھی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ شنکر ہی تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے بھی اس خبر پر شبہ تھا جو صبح ہوتے ہی جنگل کی آگ کے مانند پورے روپ نگر میں پھیل گئی تھی۔" دھرم داس نے کہا۔ "اس لیے میں نے خود جا کر اس کی تصدیق کی تھی۔ میرے علاوہ اور بھی سیکڑوں لوگ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ شاید انہیں بھی اس پاپی کی موت کی خبر پر وشواس نہیں ہوا تھا لیکن اس کی لاش کو ہماری موجودگی ہی میں چتا میں جلا کر اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا۔"

دھرم داس نے کاکا کی بات کی تصدیق کر دی تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا ذہن ابھی تک شنکر کی موت کی اطلاع کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ شخص جو اپنے گندے علم سے مردہ انسانوں میں ایک نئی آتما داخل کر سکتا تھا' وہ بھلا اتنی آسانی سے کس طرح مر سکتا تھا؟ لیکن شاید اس نے کاکا کی قوت سے ٹکرانے کی حماقت کر کے اپنی موت کو خود ہی دعوت دی تھی۔ کبھی کبھی انسان خود پرستی کا شکار ہو کر خود کو دوسروں سے بہت زیادہ بلند اور طاقت ور سمجھنے

تاریخی ناول

خالد بن ولید	الماس ایم۔ اے۔	200/-
سلطان ٹیپو شہید	الماس ایم۔ اے۔	200/-
نواب حیدر علی خاں	الماس ایم۔ اے۔	200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	الماس ایم۔ اے۔	450/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

لگتا ہے۔ آسمانوں پر پرواز کرنے لگتا ہے لیکن جب منہ کے بل زمین پر گرتا ہے تو کسی مٹی کے برتن کے مانند ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ غرور اور تکبر نے بڑے بڑے سلطانوں اور شہنشاہوں کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔ شنکر تو پھر ایک عام انسان تھا۔ شاید وہ اپنے زعم میں بھول گیا تھا کہ کاکا کا قد اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ بلند ہے اسی لیے وہ خود فریبی میں مبتلا ہو کر موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ بہرحال مجھے خوشی تھی کہ اس کا کانٹا میرے راستے سے ہٹ گیا تھا۔ ہرچند کہ پنڈت جسی دھر کے بارے میں کاکا نے مجھے کھل کر کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اس کا قصہ بھی پاک ہو چکا ہو گا۔

انٹرکام کا بزر سنائی دیا تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو مارفہ نے مجھے بتایا کہ سراج لائن پر موجود ہے۔ ایک لمحے کو میں نے پس و پیش سے کام لیا پھر اس سے کہا کہ لائن ڈائریکٹ کر دے۔ انٹرکام کا ریسیور رکھ کر میں نے فون اٹھایا تو دوسری جانب سے سراج کی آواز سنائی دی۔

"میں نے کل رات کو بھی آپ کو کئی بار فون کیا تھا لیکن رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔"

"جی ہاں۔" میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا۔ "آپ کی کال آنے کے بعد فون ڈیڈ ہو گیا تھا۔"

"رات آپ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے تھے' اس لیے ــــ"

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے جلدی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کو کوئی بات بری لگی

aazzamm@yahoo.com

ہے تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن کبھی کبھی انسان اعصابی طور پر اتنا مشتعل ہو جاتا ہے کہ اعصاب اس پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ شاید کل میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا یا پھر میں ابھی تک قاسم علی کی موت کو ذہن سے بھلا نہیں سکا بہرحال میں شرمندہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں جہاں بے تکلفی ہو وہاں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر زیادہ غور بھی نہیں کیا جاتا۔"

"میرے پاس آپ کو سنانے کے لیے ایک اہم خبر ہے۔" میں نے باتوں کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "وہ مردود شخص جس نے اپنے گندے علم سے ہم سب کو پریشان کر رکھا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔" میں نے سراج کو ٹھکر کے بارے میں مختصراً بتایا۔

"اس کی موت کب واقع ہوئی؟" سراج نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے کل رات اطلاع ملی تھی۔ آج صبح میں نے روپ نگر فون کرکے ڈیڈی کے ایک دوست سے اس کی تصدیق بھی کرلی ہے۔"

"مجھے اس کی موت کی اطلاع سن کر خوشی ہوئی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مرتے مرتے بھی ہمارے لیے ایک نئی پریشانی کھڑی کر گیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے—؟" میں چونکا۔ "مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ دھن راج بھی کل رات اپنی جیل کی کوٹھری میں پراسرار طور پر موت سے ہمکنار ہو گیا۔" سراج نے مجھے تفصیل سناتے ہوئے کہا۔ "دیگر قیدیوں کا بیان ہے کہ مرنے سے کچھ دیر پہلے تک وہ سینہ تانے بیٹھا انہیں اپنی سوانح کے قصے سنا رہا تھا لیکن پھر وہ اس طرح چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اس نے اپنی موت کو سر پر منڈلاتے دیکھ لیا ہو۔ وہ تیزی سے اٹھا اس نے جیل کے سنتری سے کہا تھا کہ وہ تالا کھول دے اس لیے کہ وہ جیلر سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے لیکن سنتری نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا پھر سنتری اور قیدیوں کے بیان کے مطابق دھن راج نے اپنا سر آہنی سلاخوں سے ٹکرانا شروع کر دیا اور خود کو لہولہان کر لیا۔ اس کے بعد اس کے منہ سے بھی خون جاری ہو گیا اور قبل اس کے اسے کوئی طبی امداد فراہم کی جاتی وہ زمین پر گرا اور لوٹ لوٹ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ صبح سے دھن راج کے ورثا اس کی لاش کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دھن راج طبعی موت نہیں مرا بلکہ اسے ٹارچر کرکے مارا گیا ہے۔"

"لیکن جیل کے دوسرے قیدی اور جائے وقوعہ پر موجود سنتری کا بیان پولیس کے حق میں جاتا ہے۔"

"حق اور ناحق کی بات تو بعد میں ہوگی۔ فی الحال تو ایک نئی پریشانی کھڑی ہو گئی ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن دھن راج موت کے وقت چونکہ جیل کسٹڈی میں تھا اس لیے اس کی موت کی ذمے داری جیلر اور اس کے عملے پر عائد ہو سکتی ہے۔"

"مجھے اس بات کی پریشانی نہیں ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "دکھ اس بات کا ہے کہ نرنجن لال کے خلاف ایک اہم گواہ ہاتھ سے نکل گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں نے کل شام جیل جا کر دھن راج سے ملاقات کی تھی۔" سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ قاسم علی کی موت کے بعد وہ اپنے اقبالی بیان سے منحرف ہو گیا تھا۔ کل ملاقات کے دوران ہی اس نے ایک اہم انکشاف کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ دراصل نرنجن لال نے اسے پچاس ہزار روپے کا لالچ دے کر اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ عدالت کے روبرو جا کر قاسم علی کا جرم اپنے سر لے لے۔ دھن راج کو بیس ہزار پیشگی دیے گئے تھے اور باقی رقم کی ادائیگی کا وعدہ قاسم علی کی رہائی کے بعد کیا گیا تھا لیکن قاسم علی کے مرنے کے بعد نرنجن لال کے آدمی نے بقیہ رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دھن راج بھی اپنے بیان سے منحرف ہو گیا۔ کل کی ملاقات کے دوران اس نے بھگوان کی قسم کھا کر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی پیشی پر وہ عدالت کو اصلیت سے آگاہ کر دے گا اور اگر اسے رہائی مل گئی تو وہ نرنجن لال کو زندہ بھی نہیں چھوڑے گا۔"

"لیکن نرنجن لال قاسم علی کو رہا کیوں کرانا چاہتا تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"دھن راج کے بیان کے مطابق قاسم علی کے بیان کی وجہ سے نرنجن لال کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچا تھا جس نے اسے ذہنی طور پر دیوانہ کر دیا تھا۔ وہ قاسم علی کو عبرتناک موت مار کر اپنا غم غلط کرنا چاہتا تھا۔"

"آئی سی—" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "پھر تو وہ بات یقیناً بہت اہم رہی ہوگی جو دھن راج فوری طور پر جیلر سے کرنا چاہتا تھا۔"

"میں بھی اسی بات پر غور کر رہا ہوں لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟" سراج نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "مسٹر

شہباز! میں آپ سے اپنے ایک خدشے کا اظہار کر چکا ہوں۔ دو لاکھ کی رقم اور اپنے چار آدمیوں کی موت پر بھی نرنجن لال نے کسی افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اسے کسی پر شبہ ہے بھی یا نہیں۔ اب دھن راج کی موت کے بعد مجھے یقین ہو رہا ہے کہ وہ ذاتی طور پر آپ کے خلاف کوئی جوابی کارروائی ضرور کرے گا۔ میرے آدمی پوری طرح چوکس ہیں پھر بھی میں آپ کو ہر لمحے محتاط رہنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "موت برحق ہے اور اس کے لیے جو ساعت مقرر کی جا چکی ہے اسے آپ یا دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں ٹال سکتی پھر ڈرنا کس بات کا؟"

سراج سے گفتگو کرنے کے بعد میرے ذہن میں ایک بار پھر وسوسے ابھرنے لگے۔ میرے خیال کے مطابق پنڈت بنسی دھر اس دنیا میں نہیں تھا۔ کالکا کے بیان کے بعد ٹھکر کی موت کی تصدیق دھرم داس نے کر دی تھی پھر وہ کون سی شیطانی قوت تھی جس نے دھن راج کو نرنجن لال کے خلاف زبان کھولنے سے پیشتر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا؟ کیا وہ ٹھکر ہی تھا جس نے مرنے سے پیشتر نرنجن لال کے لیے آخری خدمت انجام دی تھی یا پھر نرنجن لال نے کسی اور پنڈت یا پجاری کی خدمات حاصل کر لی تھیں؟

*

دھن راج اور وکرم کی موت تقریباً ایک ہی جیسے انداز میں واقع ہوئی تھی۔ سراج کا خیال تھا کہ دھن راج کی موت کے سلسلے میں اس کے ورثا ضرور شور و غوغا بلند کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ لاش حاصل کرنے کے بعد اسے دھرم کے مطابق شمشان گھاٹ لے جا کر چتا کی آگ کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ دھن راج کے ورثا کی خاموشی میرے علاوہ خود سراج کے لیے بھی حیرت انگیز تھی۔ ان کے احتجاج سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی۔ نرنجن لال کی دولت نے ان کے منہ پر قفل ڈال دیا ہوگا۔

دھن راج کی موت کے بعد سراج نے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ نرنجن لال اپنے آفس میں ہونے والی ڈکیتی کی واردات کے باوجود ابھی تک خاموش تھا۔ میں یہاں ایک بات تسلیم کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لوں گا۔ اپنے اغوا کے بعد بھی اس نے اپنی زبان سے میرے یا ندیم کے بارے میں ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ وہ بہت گہرا اور دور اندیش دشمن تھا۔ زبان کھول دینے کی صورت میں اس کی جانب سے کوئی جوابی کارروائی اس کے حق میں نقصان دہ ہی ثابت ہو سکتی تھی۔ قاسم علی والے معاملے میں بھی اس نے بڑے ضبط اور تحمل سے کام لیا تھا پھر وکرم کی موت کے بعد جب میں نے اسے فون کیا تھا تو اس وقت وہ بس ایک لمحے کے لیے جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا اب اس کی جانب سے میرے خلاف جو اقدام کیا جائے گا اس کا علم میرے فرشتوں کو بھی نہیں ہو سکے گا۔ نرنجن لال کے اس چیلنج کی روشنی میں اور پھر ڈکیتی کی واردات کے بعد سراج کے مشورے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں اپنے پڑھنے والوں کو بتا چکا ہوں کہ والد صاحب کے بے حد اصرار پر میں نے اپنے لیے ایک گارڈ رکھ لیا تھا جو بظاہر میرے لیے ڈرائیور کے فرائض انجام دیتا تھا لیکن درپردہ وہ ایک باصلاحیت محافظ بھی تھا اور کسی چالاک چیتے کی طرح اپنے شکار پر جھپٹ پڑنے اور اس کو اپنے پنجوں میں دبوچ لینے کے فن میں بھی مہارت رکھتا تھا۔

دھرم داس کی موت کو پندرہ بیس دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک سراج کے اندازے درست ثابت نہیں ہوئے تھے۔ دفتر آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے میں پوری طرح محتاط رہتا تھا لیکن ابھی تک مجھے اپنے اردگرد یا دفتر کے آس پاس کوئی ایسا مشتبہ فرد نظر نہیں آیا تھا جس پر میں پولیس کے کسی سادہ لباس والے یا نرنجن لال کی جانب سے تعینات کیے جانے والے جاسوس یا نگران کی حیثیت سے شبہ کر سکتا۔ ندیم کی باتوں سے بھی مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ اس نے بھی اپنے کچھ کارندے میری حفاظت پر مامور کر رکھے ہیں لیکن اس سلسلے میں بھی میں قطعی لاعلم تھا بہرحال حفظ ماتقدم کے طور پر میں ہمہ وقت محتاط رہتا تھا۔ پولیس کی ملازمت میں رہنے کے بعد میں جرائم کی دنیا اور وہاں کے کچھ اصولوں سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ وہ دشمن جو فوری طور پر جوابی کارروائی کی حماقت کرتا ہے وہ جلد بازی میں اپنے پیچھے کچھ ایسے ثبوت یا نشانات ضرور چھوڑ جاتا ہے جو قانون کی رہنمائی کے لیے بے حد موثر ثابت ہوتے ہیں لیکن سمجھدار مجرم کسی زخمی جانور کی طرح فوری طور پر پلٹ کر جھپٹ پڑنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے وہ کسی ایسے موقعے کی تلاش میں رہتا ہے جب وہ نہایت سکون کے ساتھ بھرپور حملہ کر گزرے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ نرنجن لال کا شمار دوسرے قسم کے افراد میں ہوتا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

اس سے پہلے بھی جتنی وارداتیں ہو چکی تھیں ان میں زرنجن لال کا ذکر ضرور آیا تھا لیکن اس نے کھل کر کبھی سامنے آنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ دور رہ کر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اپنے کارندوں کو اس طرح استعمال کرتا تھا کہ جرم کرنے والوں کو بھی اس کی بھنک نہیں ہوتی کہ کس کی خاطر آگ میں کود رہے ہیں۔

جب تقریباً ایک مہینہ گزر گیا تو میں نے زرنجن لال کی طرف سے کسی امکانی کارروائی کا شبہ دل سے نکال دیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید پنڈت جیسی دھرا اور شنکر کی پراسرار قوتوں کا سحر ٹوٹ جانے کے بعد زرنجن لال نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ اب اسے چوکھی لڑنے کے بجائے اپنے کاروبار کی سمت توجہ دینی چاہیے جو قاسم علی کے بیانات اور اخباری خبروں کی وجہ سے بری طرح متاثر ہو چکا تھا لیکن شاید وہ میری غلط فہمی ہی تھی جس نے مجھے ایک خوش فہمی میں مبتلا کردیا یا پھر ایک کاروباری شخص ہونے کی وجہ سے میں اپنے کاروبار میں رفتہ رفتہ اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ میں نے زرنجن لال کے خیال کو یکسر فراموش کردیا تھا لیکن شاید وہ میری غلط فہمی ہی تھی جس نے مجھے ایک خوش فہمی میں مبتلا کردیا تھا جس کا خمیازہ مجھے بعد میں بھگتنا پڑا۔

اس روز میں اپنے آفس میں بیٹھا ماسٹر ٹونی اور ورواٹی کے ساتھ ایک نئے پروجیکٹ کے سلسلے میں اہم گفتگو میں مصروف تھا، جب ندیم مسکراتا ہوا داخل ہوا اور مجھ سے مخاطب ہوئے بغیر اس حصے کی طرف جا کر بیٹھ گیا جہاں مہمانوں کے لیے صوفے موجود تھے۔ عام حالات میں ضروری میٹنگ کے دوران میرے دفتر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی لیکن ندیم کو میرے عملے کے افراد کے علاوہ آفس کے باہر تعینات ڈیوٹی گارڈ بھی بخوبی جانتے تھے اس لیے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ خود میری ہدایت بھی یہی تھی کہ ندیم جس وقت بھی چاہے مجھ سے بلا کسی روک ٹوک مل سکتا ہے۔ پہلے وہ صرف میرا دوست اور کلاس فیلو تھا لیکن نسیم سے شادی کے بعد میری نگاہوں میں اس کی قدر و منزلت کچھ اور بڑھ گئی تھی اس کے علاوہ زرنجن لال والے معاملات میں بھی وہ شانہ بشانہ میرا ساتھ دے رہا تھا۔

ماسٹر ٹونی اور ورواٹی سے ضروری ڈسکشن کے بعد جب میں نے فارغ ہو کر ندیم کی جانب دیکھا تو وہ ایک میگزین کے مطالعے میں محو تھا۔

"کیا پیو گے؟" میں نے ٹونی اور ورواٹی کے جانے کے بعد ندیم سے پوچھا تو اس نے میگزین بند کر کے میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"حسبِ معمول عارفہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی گرما گرم کافی۔"

"بری بات۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اگر نسیم کو معلوم ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں ہوگی۔"

"جو لوگ شہادت کا جام پینے کی ٹھان لیتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ حملہ کس طرف سے اور کس وقت ہو گا۔" ندیم نے بڑی معصومیت سے کہا۔

جواب میں، میں نے عارفہ سے انٹرکام پر کافی لانے کی درخواست کی پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر ندیم کے قریب جا بیٹھا۔

"اور سناؤ، آج صبح ہی صبح ادھر کیسے آ گئے؟"

"صبح ___" ندیم نے چونک کر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "عقل کے ناخن لو مائی ڈیئر۔ اس وقت دوپہر کے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"جانتا ہوں۔" میں نے ندیم کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "لیکن یہ وقت ان لوگوں کے جاگنے کا ہوتا ہے جو دن میں کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور جو رات کا کاروبار کرتے ہیں ان کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔"

"پرانی بات ہے۔" ندیم نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "جب سے نسیم نے میری زندگی میں قدم رکھا ہے میرے بہت سارے شیڈول بدل گئے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں نسیم کی شہسواری کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس نے تم جیسے منہ زور گھوڑے پر بھی لگام کس دی ہے۔"

ہمارے درمیان اس قسم کی گفتگو جاری تھی کہ عارفہ کافی کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ندیم یکلخت سنجیدہ ہو کر اس طرح عارفہ کو گھورنے لگا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ عارفہ نے کافی تیار کر کے ہم دونوں کو پیش کی۔ نسیم کی شادی کے بعد سے وہ بھی ندیم سے کھل کر باتیں کرنے لگی تھی لیکن دفتری ماحول میں اس نے کبھی اس فاصلے کی حدود کو عبور کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جو میں نے قائم کر رکھی تھی۔

"یہ آپ اس قدر سنجیدگی سے مجھے کیوں گھور رہے ہیں؟" عارفہ نے ندیم سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو آج دفتر نہیں آنا چاہیے تھا۔" ندیم نے بدستور بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آج کا دن

آپ کے لیے گھر میں گزارنے کا تھا۔"

"کیا مطلب؟" عارفہ نے تعجب سے پوچھا۔

"اگر میرے ذہن میں اچانک ابھرنے والے مدوجزر مجھے دھوکا نہیں دے رہے ہیں تو میں اس بات کو بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج کا دن آپ کے لیے سعد نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ چھٹی لے کر گھر چلی جائیں اس لیے کہ سورج جب نصف النہار میں داخل ہو گا تو اس کی شعاعیں آپ کے لیے پریشانی اور الجھن کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔"

"ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔" عارفہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"پوچھیے، لیکن اس شرط پر کہ آپ پہلی فرصت میں دفتر کے تمام کام بالائے طاق رکھ کر گھر چلی جائیں گی۔" ندیم کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"یہ آپ نے علم نجوم میں کب سے دلچسپی لینی شروع کر دی ہے؟"

"آپ نے ناسٹراڈومس کا نام ضرور سنا ہو گا۔" ندیم نے کافی کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "فرانس کی سرزمین پر جنم لینے والے دنیا کے اس عظیم شخص کو آج دنیا کے تمام ماہرین پیش گوئیوں کے سلسلے میں حرفِ آخر جانتے ہیں۔ اس نے چار سو برس پہلے جو کچھ کہا تھا وہ آج تک حرف بحرف پتھر کی لکیر کی طرح سچ اور درست ثابت ہو رہا ہے۔ اس پر یہ اہم انکشاف کہ وہ پیش گوئی کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے اس وقت ہوا جب اس نے ایک مالدار بیوہ سے شادی کی تھی۔ اس کے بعد ان سے جو کچھ کہا اور لکھا اس پر آج تک دنیا کے بڑے بڑے ماہرین ریسرچ کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ بات پوری دنیا کے لیے باعث حیرت ہے کہ ناسٹراڈومس نے چار سو برس پہلے ان واقعات کو کس طرح دیکھا اور محسوس کیا جو مستقبل میں پیش آنے والے تھے۔"

"اور تمہارے اوپر یہ انکشاف نسیم سے شادی کرنے کے بعد ہوا ہے کہ تم ایک کیسینو کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں جھانکنے کی بھرپور صلاحیت کے مالک ہو۔" میں نے ندیم کی سنجیدگی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "پلیز رحم کرو۔ تمہارے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہے پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔" ندیم نے کسی فٹ پاتھیا شعبدہ باز جیسے انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اس وقت ہاتھ ملنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا جب ایک پیر فقیر مردہ زندہ کرنے کے بعد پہاڑیوں میں جا چھپے گا۔ آج تمہیں ہماری باتیں مضحکہ خیز لگ رہی ہیں لیکن کل جب ہم نہ ہوں گے تو تمہیں ہماری باتیں یاد آئیں گی۔"

"کیا راستے میں فٹ پاتھ پر کسی کھیل تماشا کرنے والے سے مل کے آ رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ اس کی باتوں پر غور نہ کریں۔" ندیم نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے عارفہ سے کہا۔ "اس وقت دوپہر کے گیارہ بج کر بیس کا عمل ہے۔ ابھی آپ کے پاس پورے چالیس منٹ باقی ہیں۔ اس عرصے میں آپ اس خطرے سے خود کو محفوظ رکھ سکتی ہیں جو میری دوربین نظریں آپ کے سر پر منڈلاتا دیکھ رہی ہیں۔"

"یہ بھی ایک اچھا ایڈونچر ثابت ہو سکتا ہے۔" میں نے اس بار مضحکہ خیز سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم کیسینو کے بزنس کے ساتھ ساتھ فاضل اوقات میں پوش علاقے کے بازاروں میں مجمع لگانا شروع کر دو تو اچھی خاصی انکم ہو سکتی ہے۔"

ندیم نے اس بار میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کافی پینے میں مصروف ہو گیا پھر اچانک چونکتے ہوئے بولا۔

"میں ___ میں شاید ابھی کچھ کہہ رہا تھا۔" انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے کچھ دیر پہلے جو حماقت انگیز باتیں کی تھیں وہ اسے مطلق یاد نہیں تھیں۔

رومانی ناول

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخِ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

"آپ کہہ رہے تھے کہ اگر چاہیں تو خالی پٹاری سے سانپ برآمد کر سکتے ہیں۔" عارفہ نے شرارتاً کہا۔

"خالی پٹاری سے سانپ! مجھے سوچنا پڑے گا۔" ندیم نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں سوچو گے 'سانپ یا خالی پٹاری؟'" میں نے بھی ندیم کو چھیڑنے کی خاطر سوال کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس وقت سو فیصد مذاق کے موڈ میں ہے۔

جواب میں ندیم نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتاری اور اسے جھک کر گہری نگاہوں سے گھورنے لگا۔ میں اور عارفہ دونوں ہی اسے بغور دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ندیم کی کیفیت اس مداری سے مختلف نظر نہیں آ رہی تھی جو سڑکوں پر کھیل تماشے دکھا کر اور لوگوں کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

"میں نے یہ عمل ایک مصری خاتون سے سیکھا ہے۔" ندیم نے انگوٹھی کے نگینے سے نظر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مغربی ممالک کے بیشتر جادوگر اور بلیک میجک کرنے والے سفید رنگ کے روشن گلوب میں دیکھ کر پیش گوئی کرتے ہیں لیکن وہ مصری خاتون انگوٹھی کے نگینے میں جھانک کر آنے والے حالات کے بارے میں بتاتی تھی۔ یہ انگوٹھی اسی نے مجھے تحفتہ دی ہے۔"

"اس وقت تم نے اس نگینے میں آنے والے لمحات کے بارے میں کیا دیکھا ہے؟"

جواب میں ندیم کے ماتھے پر سنجیدگی کی گہری سلوٹیں ابھر آئیں۔ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ خاموشی سے اٹھا پھر اس نے شیشے کی اس کھڑکی کا پردہ کھینچ دیا جو میری کرسی کی عین پشت پر واقع تھی۔ آفس میں ہلکا سا اندھیرا پھیل گیا۔ دوبارہ صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز وقت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔ مقدر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔"

"اگر اجازت ہو تو لائٹس روشن کر دوں۔" عارفہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اندھیرے محبت کی نشانی ہیں جو انسانی عمر کو طویل کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوتے ہیں۔"

"پلیز ندیم۔" میں نے اکتاتے ہوئے کہا۔ "اب اس ڈرامے کو ختم کرو ورنہ۔"

"ورنہ کیا؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے تمہیں زبردستی ساتھ لے جا کر کسی مینٹل ہسپتال میں داخل کرانا پڑے۔"

"جانتے ہو میں نے کھڑکی پر پردہ کیوں کھینچا ہے۔" ندیم نے کلائی ختم کرتے ہوئے سوال کیا۔

"تاکہ کالا دیو سبز پری کو لے کر اندر نہ آ سکے۔" میں نے جان بوجھ کر حماقت انگیز جواب دیا۔

"گڈ۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "اب تمہارا ذہن بھی کام کرنے لگا ہے۔ تھوڑی سی مشق کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تم بھی مستقبل بینی کے عجیب و غریب فن پر اعتماد کرنے لگو گے۔"

"ندیم ــــ" میں نے جھلا کر کہا۔ "کیا تم اب اس فضول قسم کے ڈرامے کو ختم نہیں کر سکتے۔"

"میں چلتی ہوں۔" عارفہ نے مسکراتے ہوئے کہا پھر وہ چائے کے برتن اٹھا کر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ندیم نے تیزی سے کہا۔

"یہیں بیٹھی رہیں مس عارفہ' اس لیے کہ ڈراما شروع ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس بار میں کسی فوری خیال کے پیش نظر چونکا۔

ندیم نے جواب دینے کی کوشش کی تھی کہ اچانک ایک زور کا چھناکا ہوا اور شیشے کی وہ کھڑکی جس پر ندیم نے پردہ کھینچا تھا چکنا چور ہو گئی۔ میں حیرت سے اچھل پڑا اگر میں اس وقت اپنی کرسی پر ہوتا تو شاید وہ بلٹ جو کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہوئی تھی میرا کام بھی تمام کر چکی ہوتی۔"

"خبردار' اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔" ندیم نے تیزی سے اپنا پسٹل نکالتے ہوئے کہا پھر وہ سر جھکائے ہوئے بیرونی دروازے کی جانب لپکا۔ میں بھی اس کی پیروی میں اٹھ کھڑا ہوا۔ عارفہ خوفزدہ ہو کر صوفے سے اٹھ کر قالین پر لیٹ گئی تھی۔ باہر سے خودکار اسلحہ کی "ریٹ ریٹ" کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ پہلا برسٹ غالباً میرے آفس کے عقبی حصے میں زیر تعمیر عمارت سے میرے کمرے پر مارا گیا تھا۔ کھڑکی کے شیشے کے علاوہ سنسناتی ہوئی گولیوں نے دفتر کے ساز و سامان کو بھی خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ کشن والے فرنیچر میں جا بجا سوراخ نظر آ رہے تھے۔ باہر سے آنے والی آوازوں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے دو گن پارٹیاں اچانک برسرپیکار ہو گئی ہوں۔

"اوپر والی سیڑھیوں اور لفٹ کے باہر پوزیشن سنبھال

لو۔" ندیم نے باہر آ کر گارڈ سے کہا۔ "سامنے آنے یا نیچے اترنے کی غلطی نہ کرنا۔ اوپر آنے والے کسی نووارد شخص پر بھی سوچ سمجھ کر وار کرنا۔"

پھر ندیم تیزی سے لپکتا ہوا ایک ایسے پاکھے کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے باہر کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا اور اپنے اعشاریہ تین آٹھ کے آٹو میٹک کے دستے پر گرفت مضبوطی سے جما رکھی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" میں نے ندیم سے پوچھا۔

"زرنجن لال کی طرف سے جوابی حملہ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ندیم کے لہجے میں درندگی تھی۔ "میرے آدمی باہر موجود ہیں۔ وہ دشمنوں کا صفایا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے۔"

"کیا تمہیں اس حملے کا پہلے سے علم تھا؟"

"ہاں۔" ندیم نے پاکھے کی آڑ سے باہر کی پوزیشن دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "اتفاق ہی سمجھو کہ زرنجن لال نے جن ٹھگوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک میرے آدمیوں کا واقف کار نکل آیا۔ اسی نے بتایا تھا کہ حملہ ٹھیک بارہ بجے کیا جائے گا۔ میں نے اسی لیے عارفہ سے کہا تھا کہ وہ بارہ بجے سے پہلے نکل جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ نیچے سراج کے سادہ لباس والے بھی ہوں گے۔" سراج کو بھی اسی بات کا شبہ تھا کہ زرنجن لال اپنے دفتر میں ہونے والی ڈکیتی اور چار آدمیوں کے قتل کو ہماری ذات سے منسوب کرے گا اور جوابی کارروائی سے دریغ نہیں کرے گا۔"

"او کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم آپس ہی میں ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔" ندیم نے کہا پھر جیب سے ایک مختصر ٹرانسیٹر نکال کر اسے آن کیا اور کسی "این آر ون" کو بار بار آواز دینے لگا۔ ایک منٹ بعد ٹرانسیٹر پر ایک ٹھوس آواز سنائی دی۔

"این آر ون آن دی لائن سر اوور۔"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ سراج کے کچھ سادہ لباس والے بھی اس کھیل میں شریک ہیں۔ ان کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ ہمارا کوئی بھی آدمی زندہ یا مردہ حالت میں پولیس کے ہتھے نہیں لگنا چاہیے اوور۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب۔ ہم نے پولیس کے سادہ لباس والوں کو دیکھ لیا ہے۔ فی الحال وہی لوگ حملہ کرنے والوں سے فائرنگ کا مقابلہ کر رہے ہیں اوور۔"

کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ شہباز کے پرسنل آفس پر پشت والی زیر تعمیر عمارت سے فائرنگ کی گئی اوور۔"

"ہمارے آدمیوں سے بھی دو چار منٹ کی چوک ہو گئی تھی ورنہ اس کی نوبت بھی نہ آتی۔ بہرحال ہم نے اس شخص کو قابو کر لیا ہے اوور۔"

"گڈ ــــ" ندیم نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "وہ آدمی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسے پہلی فرصت میں انڈر گراؤنڈ کر دو۔ پولیس کو فی الحال اس کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے اوور۔"

"اور کوئی حکم ــــ اوور۔"

"اس بات پر خاص نظر رکھو کہ دشمن کا کوئی آدمی بھی آفس کی حدود میں نہ داخل ہو سکے۔ خواہ اس کے لیے تمہیں دو چار خون ہی کیوں نہ کرنے پڑیں ــــ اوور اینڈ آل ــــ" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کر کے ٹرانسیٹر کو واپس جیب میں رکھ لیا۔

چند لمحے پیشتر جو شخص ایک کھلنڈرے نوجوان کی طرح بیٹھا ہمیں اپنی اول فول حرکتوں سے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا اس وقت کسی چالاک چیتے سے بھی تیز اور پھرتیلا نظر آ رہا تھا۔ ٹرانسیٹر جیب میں رکھنے کے بعد اس نے ایک بار پھر نیچے کے حالات کا جائزہ لیا پھر مجھ سے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ پولیس کی اچھی خاصی نفری باہر موجود ہے۔ انہوں نے مجرموں کو گھیر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپریشن کے بعد سراج سیدھا تمہارے آفس ہی کا رخ کرے۔"

"ہاں' آں ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم دفتر کے عملے کا خیال رکھو۔ میں باہر نکل کر اپنے آدمیوں کو دیکھتا ہوں۔ ویسے بھی میرا اس وقت یہاں ٹھہرنا اب بیکار ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں اس وقت سراج کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں رات میں کسی وقت تمہیں فون کروں۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "باہر اس وقت گولیاں بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ایسی پوزیشن میں تمہارا اکیلے جانا مناسب نہیں ہو گا۔"

"میں حالات کا جائزہ لے چکا ہوں۔ زندگی اور موت کا کھیل صرف سامنے کے رخ کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں

aazzamm@yahoo.com

واپسی کے لیے پچھلا راستہ اختیار کروں گا جہاں میرے دو آدمی پہلے سے تعینات ہیں۔" ندیم نے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا ندیم برق رفتاری سے اپنے جسم کو خم دیتا ہوا نیچے کی سمت جھکا اور سر جھکائے کھڑکیوں کے سامنے آئے بغیر گیلری عبور کر کے لفٹ کی جانب چلا گیا جہاں میرا ایک گارڈ سب مشین گن لیے دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ میں نے ندیم کے قریب جانے کی کوشش کی۔ میں اسے اس وقت تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا مگر قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا نیچے سے کسی نے کھڑکیوں کی جانب برسٹ مارا تو اس کے نتیجے میں بیشتر کھڑکیوں کے شیشے ریزہ ریزہ ہو کر گیلری میں بکھر گئے۔ میں نے خود کو تیزی سے پائے کی آڑ میں کر لیا پھر میں نے پلٹ کر لفٹ کی جانب دیکھا لیکن ندیم وہاں موجود نہیں تھا۔

میں جس جگہ کھڑا تھا وہ بہت زیادہ محفوظ بھی نہیں تھی اگر خود کار آتشی اسلحہ کے بجائے ایک آدھ گرنیڈ ادھر پھینک دیا جاتا تو شاید میں خود کو نہ بچا پاتا لیکن میرے اوپر حملہ کرنے والوں کو شاید اس اچانک مزاحمت کی امید نہیں تھی جو پولیس کی جانب سے جاری تھی۔ کسی خطرے کے پیش نظر میں نے نیچے جانے کا ارادہ ترک کر کے آفس کی طرف واپس لوٹنا زیادہ مناسب سمجھا جہاں میرے دفتر کا بیشتر عملہ درمیانی ہال میں جمع تھا۔ ان کے چہرے پر خوف کے گہرے تاثرات موجود تھے۔ عارفہ بھی مجھے ان کے درمیان نظر آئی۔ شاید میرے اور ندیم کے چلے جانے کے بعد اس نے میرے کمرے میں تنہا رہنے کے بجائے لوگوں کے درمیان رہنا زیادہ مناسب خیال کیا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟" واثق نے میرے قریب آتے ہوئے سوال کیا اس کے چہرے پر بھی اس وقت ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اسے تسلی دی۔ "نیچے پولیس آچکی ہے کچھ دیر بعد حالات معمول پر آجائیں گے۔"

"کیا یہ لسانی فساد ہے یا۔۔۔؟"

"قبل از وقت کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا۔ "ہو سکتا ہے کہ ڈکیتی کی کوئی واردات کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور کسی نے پولیس کو بروقت حالات سے باخبر کر دیا ہو۔"

"لیکن ایسی صورت میں ڈاکوؤں کو آپ کے آفس کی کھڑکی پر برسٹ مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" واثق نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "مس عارفہ تو۔ رہی تھیں کہ آپ کے دفتر کو بھی خاصا نقصان پہنچا ہے۔"

"خوف و ہراس اور دہشت پھیلانے کے لیے ہمیشہ ایسا ہی انداز اختیار کیا جاتا ہے۔" میں نے نگاہوں میں عارفہ کو سرزنش کرتے ہوئے اور آئندہ کے لیے زبان بند رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی اور جانب سے کوئی کمک نہ پہنچنے پائے اس لیے اپنی مقصد براری کے لیے اکثر اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے بھی اختیار کیے جاتے ہیں۔"

"میں نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا تھا سر۔" عارفہ نے جلدی سے اپنی پوزیشن صاف کرتے ہوئے کہا۔

باہر سے گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آواز کچھ دیر تک وقفے وقفے سے گونجتی رہی پھر اس کی شدت میں کمی آگئی۔ میں عملے کے افراد کو وقتی طور پر مطمئن کرنے کے بعد ہال سے نکل کر اپنے آفس کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں سراج سے مڈبھیڑ ہو گئی جو دو گارڈز کے ساتھ گیلری میں موجود تھا۔ نیچے سے فائرنگ کی آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں۔ کچھ سوچ کر میں سراج کے ساتھ واثق کے کمرے میں چلا گیا جو اس وقت میری توقع کے عین مطابق خالی ہی تھا۔ سراج کے گارڈز کے علاوہ میرے دفتر کے گارڈز بھی باہر ہی رک گئے۔

"آپ نے دیکھا مسٹر شہباز۔" سراج نے پُر جوش لہجے میں کہا۔ "میں نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا وہ غلط ثابت نہیں ہوا۔"

"کیا کچھ کار آمد ثبوت ہاتھ لگا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"دو آدمی زندہ گرفتار کر لیے گئے ہیں جبکہ ایک مارا گیا اور دو شدید زخمی حالت میں ہسپتال کے لیے روانہ کر دیے گئے ہیں۔" سراج نے فاتحانہ انداز میں جواب دیا۔ "جو مجرم زندہ حالت میں گرفتار ہوئے ہیں وہ پہلے ہی سے پولیس کو متعدد وارداتوں میں مطلوب تھے۔ ان کی زبان کھلوانے کی خاطر ہمیں کچھ نہ کچھ محنت تو کرنی پڑے گی۔ ویسے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس قسم کے پیشہ ور مجرمان پولیس کے ڈرائنگ روم سے بچنے کی خاطر سب کچھ سچ اگل دیتے ہیں۔ اس لیے کہ انہیں "جیل برڈز" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دو چار سال کی قید بامشقت ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عدالت میں پیش ہونے

کے بعد اپنے بیان سے منحرف ہو جائیں۔" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "دھن راج کے سلسلے کے علاوہ آپ کو دوسرے مقدمات میں بھی اس قسم کے حالات سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ زنجن لال جیسا کروڑپتی اور با اثر شخص مجرموں کی پشت پناہی کر رہا ہو پولیس کو خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"آپ کا فرمانا بجا لیکن اب مجھے بھی ضد ہو گئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح زنجن لال کو قانون کے شکنجے میں جکڑے بغیر سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ہماری سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ بااثر افراد خواہ کتنے ہی بڑے مجرم ہوں انہیں اوپر والوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے اور یہی جرائم پیشہ قسم کے لوگ قانون کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر اور سینہ تان کر بڑی بڑی اور قیمتی گاڑیوں میں بیٹھ کر دندناتے پھرتے ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ کے حوصلے بلند ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ مانیں تو اب زنجن لال کا خیال ذہن سے نکال دیں ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی صرف ایک فون کال پر یا تو آپ کا تبادلہ کسی دور دراز علاقے میں کر دیا جائے گا یا پھر کوئی جھوٹا چارج لگا کر آپ کو ملازمت سے خدانخواستہ سبکدوش بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے ان باتوں کا تجربہ ہے مسٹر شہباز، لیکن کسی کے سامنے خوفزدہ ہو کر گھٹنے ٹیک دینا بھی میری سرشت کے خلاف ہے۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھیے۔"

"آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ نے جن جرائم پیشہ افراد کو گرفتار کیا ہے وہ میرے ہی اوپر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجے گئے تھے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان پیشہ ور مجرموں کو قانون کو مطلوب ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا ہو اور اب ان پر تشدد کر کے آپ انہیں زنجن لال جیسے شریف، دیانت دار اور مشہور بزنس مین کے خلاف کسی ذاتی عناد کی وجہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "اس کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ وہ سونے کا نوالا منہ میں ڈالنے کے بعد جس سے جو چاہے بیان دلوا سکتا ہے لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود میں اس تناور درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد جاری رکھوں گا جس کے سائے تلے مجرم پناہ لیتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں۔"

"آپ شاید اس حقیقت کو فراموش کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے تمغے صرف ان ہی افراد کو محض عوام کی اشک شوئی کی خاطر عطیت کیے جاتے ہیں جو اس دنیا میں موجود نہیں ہوتے۔" میں نے زہر خند لہجے سے جواب دیا۔ "زندگی میں ان کی خدمات کو سراہنے کے بجائے انہیں شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، ایک دو افراد کے سر پر کفن باندھنے سے معاشرے کو گندی مچھلیوں سے پاک نہیں کیا جا سکتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کا خیال درست ہو لیکن اگر ہر شخص یہی سوچ کر اپنے فرائض کی انجام دہی سے منہ موڑ لے تو یہ ملک جرائم کم ہونے کے بجائے اور پھیلتے جائیں گے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ایک تلخ حقیقت آپ کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔" میں نے زہر آلود سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میڈیکل سائنس نے کتنی ترقی کر لی ہے اس کا اندازہ آپ کو بھی ہو گا لیکن اب بھی کچھ متعدی امراض ایسے ہیں جو ناقابل علاج ہیں یا فوری طور پر ان کا تدارک نہیں کیا جا سکتا، ایسے خطرناک مرض میں مبتلا کسی مریض کو جس کی بیماری کی شدت بنی نوع انسانوں کے لیے مہلک اور جان لیوا ثابت ہو رہی ہو، علاج کرنے کے بجائے سلو پوائزن دے کر موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن ابھی زنجن لال ایسا مریض نہیں ہے جسے بغیر کسی ثبوت کے غیر قانونی طور پر مار دیا جائے۔" سراج نے بڑے عزم کے ساتھ جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا، بظاہر جس خطرے کا اندیشہ تھا وہ ٹل گیا ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو بہت زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا، بار بار کی ناکامی زنجن لال جیسے کمینہ خصلت مجرم کو پہلے سے زیادہ خطرناک بنا دیتی ہے پھر اس کا ہر وار پہلے وار سے زیادہ بھرپور اور منظم ہوتا ہے۔"

"میں آپ کے مشورے کا خیال رکھوں گا۔" میں نے سراج سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا پھر سراج کے جانے کے بعد میں واثق کے کمرے سے باہر آنا چاہ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

☆

aazzamm@yahoo.com

"ہیلو ــــ شہباز خان اسپیکنگ ــــ"

"تمہارا حشر بول رہا ہوں۔ زنجن لال۔" ریسیور پر زنجن لال کی سپاٹ آواز سنائی دی۔

"تم ــــ" دوسری جانب سے خلاف توقع زنجن لال کی آواز سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے ابھی کسی نے فون پر اطلاع دی ہے کہ تمہارے آفس پر کچھ نامعلوم مجرموں نے حملہ کیا ہے' تم تو خیریت سے ہو نا؟" زنجن لال کے لہجے میں گہرا طنز شامل تھا شاید اس طرح وہ مجھے نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو زنجن لال کہ چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" وہ سرد اور سفاک لہجے میں بولا۔ "میں بھی اب یہی محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے ڈی ایس پی سراج نے بہت زیادہ پر نکالنے شروع کر دیے ہیں۔ مجھے اب اس کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا' ویسے ابھی ابھی اس نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل ضرور کرنا ہے۔"

"زنجن لال۔" میں کسی زخمی درندے کی طرح غرایا۔ "مجھے اس بات پر مجبور نہ کرو کہ میں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں کہ تم دوبارہ میرے آفس کے نمبر ڈائل کرنے کے قابل ہی نہ رہ جاؤ۔"

"یو آر جسٹ اے چائلڈ اور میں بچوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔" زنجن لال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا' میں زنجن لال کی اس دیدہ دلیری کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا پھر یکلخت میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔

"سراج کو کمرے سے نکلے ابھی بمشکل دو منٹ ہوئے تھے پھر زنجن لال کو اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ سراج نے مجھے کیا مشورہ دیا تھا؟ کیا پھر کوئی مافوق الفطرت طاقت زنجن لال کی پشت پناہی کر رہی تھی؟"

میرے ذہن کے اندر لاوا سا پک رہا تھا' ندیم کی بروقت مداخلت اور سراج کی دوراندیشی نے مجھے ایک بڑی تباہی سے بچا لیا تھا۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا ایمان تھا کہ موت برحق ہے اور اس کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ جو قبل از وقت کوئی حفاظتی تدبیر کر کے بچ جاتے ہیں وہ اس خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ انہوں نے موت کے آہنی شکنجوں سے نجات حاصل کر لی ہے یہ محض دل کا بہلاوا ہے' خود فریبی ہے جو انسان کو گمراہی کی سمت لے جاتی ہے لیکن مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی' ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی دوراندیشی کے منافی ہے لیکن مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ دشمنوں کی جانب سے چلائی جانے والی گولیوں میں سے اگر کسی ایک پر بھی میرا نام درج ہوتا تو نہ ندیم کی بروقت مداخلت میرے کسی کام آ سکتی تھی نہ ہی سراج کی دوراندیشی مجھے موت کے منہ سے بچا سکتی تھی۔ یہ سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں جو ضعیف الاعتقاد لوگوں کو سراب کے مانند دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں جو کبھی بھاگتے بھاگتے رک جاتے ہیں اور کبھی پیاس کی شدت انہیں فریب نظر میں مبتلا کر کے پھر بھاگ دوڑ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میرے ساتھ ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی' مجھے موت کے اٹل ہونے اور اس کا ایک وقت مقرر ہونے پر مکمل یقین تھا' بزنس میں نقصان اور فائدے ہوتے رہتے ہیں' مجھے اپنے ہونے والے نقصان کی کوئی پروا نہیں تھی' خدا کے فضل سے میں نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جہاں لاکھ دو لاکھ کا نقصان بہ آسانی برداشت کیا جا سکتا تھا' مجھے فکر تھی تو صرف اس بات کی تھی کہ پنڈت جسی دھر اور شنکر کے راستے سے ہٹ جانے کے بعد بھی زنجن لال نے اتنا بڑا قدم اٹھانے کا فیصلہ کس طرح کر لیا تھا۔ کیا وہ ذہنی طور پر بالکل ہی قلاش اور دیوانہ ہو گیا تھا یا پھر کوئی نئی طاغوتی قوت اس کی پشت پناہی کر رہی تھی؟ مجھے اس بات کی بھی کچھ زیادہ فکر نہیں تھی' میرے ذہن میں تو زنجن لال کے وہ جملے گونج رہے تھے جو اس نے فون پر کہے تھے اس نے مجھے طفل مکتب قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ بچوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔ اس کے علاوہ ایک سوال میرے ذہن کو الجھا رہا تھا۔ زنجن لال کو میرے اور سراج کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم اس قدر جلدی کس طرح ہو گیا تھا؟ اس نے مجھے فون کیوں کیا تھا؟ کیا صرف یہ باور کرانے کی خاطر کہ اب وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارے بغیر سکون کا سانس نہیں لے گا یا پھر اپنی برتری کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

دفتر میں ابھی تک افراتفری کی فضا قائم تھی' میں نے ایک ایک کر کے انہیں رخصت کر دیا' صرف واسی اور ٹونی باقی رہ گئے تھے جو میرے ساتھ میرے دفتر میں موجود تھے'

میرے دونوں گارڈز باہر پوری طرح محتاط تھے۔

"سر۔" ٹونی نے میری طویل خاموشی سے اکتاتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کو پہلے بھی یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ زنجن لال بڑا کمینہ بزنس مین ہے' وہ ایک ایک پائی کو دانت سے اٹھانے کا عادی ہے اسی لیے کنٹریکٹ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد وہ پاگل ہو رہا ہے اور پاگل کتوں کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ انہیں گولی ماردی جائے' میں نے آپ کو پہلے بھی مشورہ دیا تھا۔"

"تمہارا مشورہ غلط نہیں تھا لیکن ــــ" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا میں نے ماسٹر ٹونی کو غور سے دیکھا' وہ میری ہی وجہ سے اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا گیا تھا لیکن ابھی تک اس کی ہمت جواں تھی۔

"مجھے صرف ایک موقع دیجیے۔" اس نے زہر خند لہجے سے کہا۔ "جنگ ہاتھوں سے نہیں دماغ سے لڑی جاتی ہے' محاذ پر اگر کسی جنرل کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑے تو اس کے عہدے پر کوئی فرق نہیں پڑتا' جنرل جنرل ہی رہتا ہے' اس کی ذہنی پلاننگ بھی دشمنوں کو پسپا کرنے کے لیے کسی مہلک ہتھیار سے کم نہیں ہوتی' ٹونی کا صرف ایک ہاتھ ختم ہو گیا ہے لیکن ذہن ابھی تک پوری طرح پلاننگ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جسٹ ون چانس سر ــــ میں صرف تین دن کی مہلت مانگتا ہوں اور سوئر اپان گاڈ پرامس کرتا ہوں کہ اگر ٹونی کی پلاننگ فیل ہو گئی تو وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو شوٹ کر لے گا۔"

"یو آر گریٹ ٹونی۔" میں نے اس کے جذبے اور اس کی محبت کو سراہتے ہوئے کہا۔ "لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔"

"میں سمجھا نہیں باس۔" ٹونی نے حیرت سے مجھے گھورا۔ "کیا آج کے حملے کے بعد بھی آپ خاموش رہیں گے؟"

"فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی انسان کو قانونی پیچیدگیوں میں بھی الجھا دیتی ہے۔"

"لا اینڈ آرڈر۔" ماسٹر ٹونی نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "اب تک جو ہوتا رہا ہے' ہو چکا ہے اور ہونے والا ہے اس کے لیے لا اینڈ آرڈر نے کیا کیا ــــ وہائٹ پیپر پر قلم چلا کر اسے بلیک کر دینا میرے نزدیک قانون نہیں ہوتا یہ سب فائل کا پیٹ بھرنے کی باتیں ہیں۔ حقیقت سے منکر ہونے کے اتنے گھسے پٹے پرانے اور دقیانوسی بہانے ہیں کہ ایک بچہ بھی اب ان باتوں

شاہ فیصل شہید

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

شاہ فیصل شہید کے کارناموں اور ان کی ذاتی زندگی کے متعلق ایک دلچسپ کتاب ----

قیمت: -/50 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

کو سمجھنے لگا ہے۔ ماسٹر ٹونی جب تک نو اینڈ نو فور کے گولڈن رنیل پر چلتا رہا کسی سورما نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی' شرافت کی زندگی اختیار کی تو کیا ملا اور آپ اب بھی لا اینڈ آرڈر کی بات کر رہے ہیں۔" ٹونی جذباتی ہو رہا تھا۔ "مجھے صرف ایک سوال کا جواب دو باس' اولی دن کو بچن' اگر آج کے حملے میں کوئی گولی آپ کا کام تمام کر دیتی تو کیا لا اینڈ آرڈر آپ کو دوسری لائف دے سکتا تھا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ٹونی' شاید اب مجھے بھی تمہارے اصولوں کو اپنانا ہو گا۔"

"پلیز باس ــــ پلیز۔" ماسٹر ٹونی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "آپ درمیان سے ہٹ جاؤ باس' ٹونی پرامس کرتا ہے کہ تین روز کے اندر اندر اس باسٹرڈ زنجن لال کا ڈیڈ باڈی آپ کو کسی سڑک پر پڑا ملے گا۔"

"کچھ دنوں اور انتظار کرو ٹونی' میں نے اس کے غصے کو کم کرنے کی خاطر کہا۔ "اس کے بعد جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا۔"

"آپ کی مرضی باس۔" ٹونی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"سر ــــ" واسی نے پوچھا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ

aazzamm@yahoo.com

یہ حملہ زنجن لال کے آدمیوں نے کیا تھا؟"

"مجھے اس حملے کا انتظار بہت پہلے سے تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز ــــ" دوسری جانب سے والد صاحب کی آواز ابھری۔ "تم خیریت سے تو ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ کی دعاؤں سے بالکل خیریت سے ہوں۔"

"کیا یہ سب کچھ اسی حرامزادے نے کرایا ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے لیکن آپ کو کس نے اطلاع دی۔"

"ابھی ندیم کا فون آیا تھا۔" والد صاحب نے کہا۔ "وہ نسیم کے ہمراہ ہنی مون منانے کی غرض سے باہر جانے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ تمہاری ماں کا بھی یہی خیال ہے موجودہ حالات میں تمہارا کچھ عرصے کے لیے باہر چلے جانا ضروری ہے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے مختصر جواب دیا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کیا گیا تو میں نے ندیم کے نمبر ڈائل کیے مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے اتنی جلدی باہر جانے کا پروگرام مرتب کرلیا ہوگا' اس کے پیچھے بھی اس کی کوئی خاص مصلحت ہوگی۔ کوئی ایسا ماسٹر پلان جو اچانک اس کے ذہن میں ابھرا ہوگا۔ دوسری جانب سے کال نسیم نے ریسیو کی پھر اسی نے بتایا کہ ندیم گھر پر نہیں ہے۔ میں نے ندیم کو ایک دو جگہ اور بھی ٹرائی کیا لیکن اس سے میرا رابطہ قائم نہیں ہو سکا مجھے یقین تھا کہ وہ جوڑ توڑ میں مصروف ہوگا۔ اس کے آدمیوں نے اس حملہ آور کو دبوچ کر اپنے قابو میں کرلیا تھا جس نے زیر تعمیر عمارت کے بالائی حصے سے میرے پرسنل آفس پر برسٹ مار کر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی' ندیم کے پردہ کھینچ دینے کے بعد وہ مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اسے یقین رہا ہوگا کہ میں اپنی کرسی پر ہی موجود ہوں گا۔ اس نے نشانہ لے کر برسٹ مارنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی اگر میں اپنی کرسی پر ہوتا تو تین چار گولیاں یقیناً میرے جسم میں پیوست ہو چکی ہوتیں۔

"سر ــــ" وانی نے کہا۔ "میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں؟"

"کہو ــــ"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنا دفتر وقتی طور پر کسی ایسی جگہ شفٹ کردیں جہاں اس قسم کے بزدلانہ حملوں سے نسبتاً زیادہ محفوظ رہا جاسکے۔"

"نہیں ــــ" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "میں اپنے دشمنوں کو یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا کہ میں ان سے خوفزدہ ہوں۔"

"پھر ہمیں سیکورٹی کا انتظام بڑھانا ہوگا۔"

"ہاں ــــ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے کوئی حکم۔" ٹونی نے پژمردہ آواز میں پوچھا۔

"تم فی الحال وقت کا انتظار کرو' میں تمہیں پاگل کتے کو گولی مارنے کا موقع ضرور دوں گا۔ اٹ از مائی پرامس۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" اس بار وانی نے پوچھا۔

"تم پہلی فرصت میں دفتر کوری ڈیکوریٹ کرنے کا بندوبست کرو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "چاہو تو ڈبل لیبر لگاؤ مگر دو روز کے اندر اندر ہر چیز تبدیل ہو جانی چاہیے۔"

"ایز یو وش سر ــــ" وانی نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

پھر میں وانی اور ٹونی کو ضروری ہدایت دے کر دفتر سے جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ خلاف توقع سراج کا فون آگیا۔

"مسٹر شہباز' میرے پاس آپ کو سنانے کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"ہم سے ذرا سی چوک ہوگئی۔" سراج نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دراصل مجھے اس حد تک توقع نہیں تھی کہ حملہ آوروں کی ایک پارٹی ان لوگوں کے لیے بھی تعینات کی گئی جو پولیس کے ہاتھ آجائیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"پولیس کی اس وین کو بھی راستے میں نشانہ بنایا گیا ہے جس پر دو حملہ آوروں کو لے جایا جا رہا تھا۔"

"پھر ــــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی پولیس وین کا ڈرائیور اور ایک سپاہی بھی کام آگیا۔"

"اور ان حملہ آوروں کے بارے میں کیا اطلاع ہے جو زخمی حالت میں ہسپتال روانہ کیے گئے تھے۔"

"ابھی میں نے ان کے بارے میں معلوم نہیں کیا؟"

"میرا اندیشہ ہے کہ اب تک ان کی زبانیں بھی ہمیشہ کے لیے بند کروی گئی ہوں گی۔" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "جو لوگ براہ راست پولیس وین پر حملہ کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں ان کے لیے ہسپتال میں دو زخمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔"

"میں ان دونوں زخمیوں کے بارے میں ابھی دریافت کرتا ہوں۔" سراج نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ایک مشورہ ہے کہ آپ اپنے دفتر پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی ایف آئی آر متعلقہ تھانے میں درج کرادیں۔ یہ ہمارے لیے بعد میں بڑی کار آمد ثابت ہوگی۔"

"میں سوچوں گا اس بارے میں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر اس گینگسٹر کے بارے میں دریافت کیا جسے زنجن لال کے دفتر میں پڑنے والے ڈاکے کے سلسلے حراست میں لیا گیا تھا۔

"وہ ابھی تک اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہ اس کا اس ڈکیتی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"مسٹر سراج ــــ میں نے کہا تھا کہ زنجن لال کے مقابلے میں آپ کا قانون بے بس ثابت ہوگا۔"

"مجھے یاد ہے' لیکن میں اب بھی ناامید نہیں ہوں۔" سراج نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میں نے مجرموں کے سامنے اپنی زندگی کے عوض بھی کبھی گھٹنے ٹیکنا منظور نہیں کیا۔"

"میں آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں ہو سکتا تھا کہ میں آپ کے کسی کام بھی آتا لیکن فی الحال میں نے دو چار روز کے اندر کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر جانے کا پروگرام بنالیا ہے۔"

"خیریت ــــ"

"والد صاحب کا حکم ہے کہ حالات کے پیش نظر مجھے کچھ دنوں کے لیے یہاں سے ہٹ جانا چاہیے اور میں ان کے حکم سے انکار نہیں کرسکتا' ویسے ہو سکتا ہے کہ اپنی روانگی سے پہلے میں حملہ آوروں کے دو ایک ایسے ساتھیوں کو آپ کے حوالے کردوں جو زنجن لال کے سلسلے میں آپ کے کسی کام آسکیں۔"

"کیا مطلب!" سراج نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا آپ کے آدمیوں نے بھی حملہ آوروں کو پکڑلیا ہے؟"

"جب موت کا دعوت نامہ پہلے سے موصول ہو جائے تو زمین پر رینگنے والی چیونٹی بھی اپنے دفاع کا کوئی نہ کوئی انتظام ضرور کرلیتی ہے' میں تو پھر انسان ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔ کیا ان لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہے؟" سراج نے بے چینی سے پوچھا۔

"اس وقت میں جلدی میں ہوں' آپ سے پھر کسی وقت اطمینان سے گفتگو ہوگی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھا اور وانی اور ٹونی کے ساتھ آفس سے باہر آگیا جہاں راہداری میں اس وقت بھی کھڑکیوں کے ٹوٹے ہوئے شیشے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔

*

مجھے ندیم کے فون کا بڑی شدت سے انتظار تھا' اس نے دفتر سے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا' پچھلے دروازے پر اس کے دو آدمی تعینات تھے اور فائرنگ کا زور سڑک کے سامنے کی جانب تھا لیکن جو جرائم پیشہ افراد پولیس کی وین پر فائرنگ کرکے خود اپنے آدمیوں کو ہلاک کرسکتے تھے وہ اتنے غافل بھی نہیں رہے ہوں گے کہ انہوں نے عمارت کے پچھلے راستے کو یکسر نظر انداز کردیا ہو' ان کے ذہن میں میرے خلاف ہر قسم کا پلان پہلے سے موجود ہوگا' حملے کی شدت اختیار کرنے کی صورت میں خود میں بھی پچھلے راستے سے بچ کر نکل سکتا تھا' میرے دشمنوں نے اس کے بارے میں بھی ضرور سوچ رکھا ہوگا' زنجن لال نے جن ٹھگوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی انہوں نے اپنا جال بننے میں پوری احتیاط سے کام لیا ہوگا۔ ان کے دو ایک آدمی پچھلے راستے پر بھی ضرور تعینات ہوں گے' ہو سکتا ہے کہ ندیم کے آدمیوں کی نقل و حرکت ان کی نظروں میں آگئی ہو اور انہوں نے خاموشی سے انہیں دبوچ لیا ہو اور اس کے بعد انہوں نے ندیم کو بھی اپنے جال میں پھانس لیا ہو۔ سب ہی جانتے تھے کہ میرے اور ندیم کے تعلقات کس قسم کے تھے اور پھر زنجن لال کو اغوا کرنے کے بعد تو وہ دشمنوں کے لیے زیادہ اہم ہوگیا تھا۔

ضرورت سے زیادہ خوش فہمی اور خود اعتمادی اکثر انسان کے اپنے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے' میں نے ندیم کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے ذہن میں پہلے سے کوئی پروگرام تھا جس کے پیش نظر اس نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

والد صاحب نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ ندیم نے انہیں فون پر حادثے کی اطلاع دی تھی اس کے علاوہ یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور نسیم ہنی مون منانے کی غرض سے بیرون ملک جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں' ندیم کے فون کی وجہ سے مجھے کی امید تھی کہ وہ خیریت سے ہوگا لیکن اس کے باوجود

aazzamm@yahoo.com

میرے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ وقت جوں جوں گزرتا جارہا تھا میری بے چینی بھی بڑھتی جارہی تھی' میں اس وقت باہر لان پر اپنے والدین کے ساتھ بیٹھا شام کی چائے پی رہا تھا۔

"کیا بات ہے شہباز بیٹے' تم اس قدر گم صم کیوں نظر آرہے ہو؟" والدہ نے مجھے مخاطب کیا تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے جلدی سے انہیں مطمئن کرنے کی خاطر جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد ابو کو دفتر کی دیکھ بھال اور کاروبار کی نگہداشت میں بڑی دشواری پیش آئے گی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں ملازمت سے ریٹائر ضرور ہوگیا ہوں لیکن اب بھی تمہارے مقابلے میں کام کرنے کی ہمت رکھتا ہوں۔"

"بات صرف کام کی نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ نرنجن لال کی موجودہ ذہنی کیفیت نہیں سمجھ رہے ہیں' قاسم علی کے بیان کے بعد وہ بالکل ہی پاگل ہوگیا ہے۔ جو کچھ وہ کر رہا ہے شاید خود بھی اس کے انجام سے بے خبر ہے۔ انتقام کی آگ نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی جھلسا دیا ہے۔"

"ایسے لوگ ہمیشہ خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بڑی بے بسی کی موت مرتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔" والد صاحب نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "تم میری فکر نہ کرو' میں نرنجن لال جیسے آدمیوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"پھر بھی ۔۔۔ میرا ذہن تو پریشان رہے گا۔"

"کچھ بھی ہو لیکن اب میں تمہیں کسی قیمت پر یہاں رکنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" والدہ نے اپنا فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا۔ "تم ندیم کے ساتھ گئے تو مجھے زیادہ اطمینان رہے گا۔"

"ندیم کا فون کس وقت آیا تھا؟" میں نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کیا مطلب؟" والد صاحب نے چونک کر مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا جس وقت حملہ ہوا تھا اس وقت وہ تمہارے پاس موجود نہیں تھا؟"

"تھا لیکن اس نے میری موجودگی میں فون نہیں کیا تھا۔"

"تم شاید سراج کے آنے کے بعد اس سے گفتگو میں مشغول ہوگئے تھے۔"

"جی ہاں۔" میں نے جلدی سے ہامی بھری لیکن ندیم کا مسئلہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا' اسے گھر پر فون کرکے اس حادثے کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی اور پھر اس نے باہر جانے کا پروگرام کیوں مرتب کرلیا تھا' اس نوری کا کیا ہوا جس نے میرے پرسنل آفس پر بوسٹ مارا تھا' ندیم کو میرے سامنے ہی اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ اس کے آدمیوں نے حملہ آوروں کو پکڑلیا ہے اور ندیم نے انہیں انڈر گراؤنڈ کرنے کی ہدایت بھی کی تھی؟ اس کے علاوہ ندیم نے مجھ سے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ جس گروہ نے میرے دفتر پر وحشیانہ حملہ کرکے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی' اسی گروہ کے ایک فرد نے جو ندیم کے ساتھیوں کا پرانا واقف کار تھا حملہ ہونے کی بروقت اطلاع کردی تھی بلکہ حملے کا وقت بھی بتا دیا تھا۔ وہ کون شخص تھا؟ ندیم نے ان دونوں افراد کے بارے میں کیا فیصلہ کیا تھا؟ مجھے بہت سارے سوالات کے جواب درکار تھے۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی' والد صاحب نے ریسیور کی جانب ہاتھ بڑھایا تو میں نے جلدی سے کہا۔

"اگر سراج کا فون ہو تو کہہ دیجئے گا کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" والد صاحب نے مجھے تیز نگاہوں سے گھورا۔

"سراج کا خیال ہے کہ میں اس حملے کے بارے میں باقاعدہ ایف آئی آر درج کرادوں اور نرنجن لال پر شبے کا اظہار کروں جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟" والد صاحب نے خالص پولیس والوں جیسے انداز میں جرح کی۔

"ایک بزنس مین ہونے کی حیثیت سے میرا پولیس کے چکروں میں پڑنا کسی طرح مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "اس طرح اخبار میں شائع ہونے والی خبریں میری ساکھ کو بھی متاثر کرسکتی ہیں' ہوسکتا ہے کہ نرنجن لال نے محض اسی پلاننگ کے تحت مجھے چھیڑنے کی کوشش کی ہو؟"

"گڈ۔" اس بار والد صاحب نے خوشی کا اظہار کیا۔ "تمہاری جگہ میں ہوتا تو میرا فیصلہ بھی وہی ہوتا جو تم نے کیا ہے' پولیس کے جھمیلوں میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا البتہ اخبارات کو گرما گرم خبریں نمک مرچ لگا کر شائع کرنے

کا موقع ضرور مل جاتا ہے۔"

والد صاحب نے ریسیور اٹھالیا پھر ان کی باتوں سے اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی کہ دوسری طرف سراج ہی تھا۔ میں نے دفتر سے اٹھتے وقت سراج سے فون پر ہونے والی گفتگو کے دوران آخر میں جو دو ایک جملے کہے تھے اس نے سراج کے پیٹ میں کھلبلی ضرور مچادی ہوگی۔ وہ یقیناً ان افراد کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوگا جن کا ذکر میں نے کردیا تھا لیکن ابھی تک خود مجھے بھی اس بات کا علم نہیں ہوسکا تھا کہ وہ لوگ کون تھے اور ندیم نے انہیں کہاں انڈر گراؤنڈ کر رکھا تھا؟

"آپ کا خیال اپنی جگہ درست ہوسکتا ہے لیکن میں بھی اسی فیصلے کے حق میں ہوں جو شہباز نے کیا ہے۔" والد صاحب فون پر کہہ رہے تھے۔ "بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک شخص کھلے عام مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف ہے اور آپ جیسا فرض شناس اور دیانتدار پولیس آفیسر بھی اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرسکتا' میں سمجھ رہا ہوں آپ کی مجبوری' جی ہاں آج کل یہی ہو رہا ہے' انسانوں کی پرکھ اور ان کی شناخت ان کے تجربے سے نہیں بلکہ ان کے بینک بیلنس اور اثر و رسوخ سے ہوتی ہے۔ بہرحال میرا تجربہ ہے کہ مجرم خواہ کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے شکنجے میں ہی دم توڑتا ہے' حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے وقت کے ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے۔ سب کرسی کی بات ہے مگر ایسی علامتیں بہت زیادہ دیرپا ثابت نہیں ہوتیں' آج جو شخص کرسی وزارت پر دھرنا جمائے بیٹھا ہوتا ہے کل وہی مجرم کہلاتا ہے ۔۔۔ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں' یہ سسٹم کی نہیں ہماری اپنی سوچ کی خرابی ہے۔ ضرور' جب چاہیں تشریف لائیں۔ ٹھیک ہے' شہباز جیسے ہی آیا میں آپ کا پیغام اسے دے دوں گا۔"

"سراج ہی کا فون تھا۔" والد صاحب نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "اپنی مجبوریاں بتا رہا تھا' نرنجن لال پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبرا رہا ہے۔"

"وہ حق بجانب ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کوئی بھی پولیس آفیسر ایسے شخص پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کتراتا ہے جس کی جڑیں اونچے حلقوں میں دور دور تک پھیلی ہوں۔"

"یہ سب تباہی کے آثار ہیں' ہمارے وقتوں میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

"بہرحال۔" والدہ نے ایک بار پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کچھ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو تمہیں ہر حال میں ندیم کے ساتھ جانے کی تیاری کرنی ہے' میں اس سلسلے میں کوئی انکار نہیں سنوں گی۔ ندیم اور نسیم رات کے کھانے پر آرہے ہیں' تم آج ہی سارا پروگرام طے کرلو۔"

"کھانے پر!" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔ میں نے بلایا ہے ان دونوں کو۔" والدہ نے کہا۔ "ندیم تمہارے مقابلے میں زیادہ سمجھدار اور دوراندیش ہے' تم اس کے ساتھ جاؤ گے تو مجھے زیادہ تقویت رہے گی۔"

"کیا مطلب؟" والد صاحب نے ازراہ مذاق کہا۔ "کیا آپ کو میرے خون پر بھروسا نہیں ہے۔ آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ شہباز میرا بیٹا ہے۔ نادر خان کی اکلوتی اولاد جو سو فی صد اپنے باپ پر گئی ہے۔"

"بس رہنے دیں' بچے کی موجودگی میں میری زبان کھلوانے کی کوشش نہ کریں۔"

والدین کے درمیان چونکہ ذاتی نوعیت کی گفتگو شروع ہوگئی تھی اس لیے میں خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا' میں نے ایک بار پھر ندیم کو گھر پر اور کیسینو کے نمبر پر رابطہ کیا لیکن وہ دونوں جگہ نہیں تھا' اس نے اچانک جو ہنی مون پر جانے کا پروگرام بنایا تھا اس میں یقیناً کوئی گہری مصلحت تھی جسے جاننے کے لیے میں بری طرح بے چین تھا۔

والدہ کے کہنے کے عین مطابق رات کے کھانے پر ندیم اور نسیم دونوں موجود تھے۔ والدہ نے خاص طور پر نسیم کو بڑی اپنائیت اور محبت سے خوش آمدید کہا تھا' ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے' ندیم بڑی معصومیت اور سادگی کے ساتھ میرے والدین کو اپنے باہر جانے کے بارے میں بتا رہا تھا' اس کا انداز ظاہر کر رہا تھا جیسے مجھ پر حملے کی جو واردات کی گئی تھی وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہے' اس کی زندگی کا یہ نیا انداز میرے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔

کھانے کے دوران بھی وہ میرے والدین سے گفتگو کرتا رہا' اس نے بہت جلد ان کے دلوں میں گھر کرلیا تھا' خاص طور پر میری والدہ نسیم پر بہت مہربان نظر آرہی تھیں' کھانے کے بعد میں ندیم کو کسی نہ کسی بہانے اپنے کمرے میں گھسیٹ کر لے گیا۔ نسیم میرے والدین ہی کے پاس بیٹھی رہی۔

aazzamm@yahoo.com

"اب بتاؤ۔۔۔ تم صبح سے غائب کہاں تھے؟" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ ذاتی نوعیت کی مصروفیت اور اس کے ساتھ ہی ہنی مون کے لیے باہر جانے کا پروگرام بھی بنانا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں دوپہر سے اب تک تمہیں کتنی بار فون کرچکا ہوں؟"

"اس کا اندازہ ہے مجھے۔"

"اور اس کے باوجود تم نے مجھے رنگ بیک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" میرے لہجے میں شکوہ تھا۔

"تمہیں معلوم ہے میری جان کہ میرے کام کا طریقہ قدرے مختلف ہے۔"

"جس مجرم نے میرے آفس میں برسٹ مارا تھا وہ کون ہے؟" میں نے ندیم کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"بس ایک مجرم ہی ہے، جس نے نرنجن لال سے پچاس ہزار روپے وصول کرنے کے بعد تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا سودا کامیاب نہیں ہوسکا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"میرے وفادار آدمیوں کی قید میں، ہوسکتا ہے اس کا انجام بھی سیٹھ پرشوتم سے مختلف نہ ہو۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "وہ کسی طرح بھی زبان کھولنے کو تیار نہیں، صرف ایک ہی بات پر اڑا ہوا ہے کہ اس نے پچاس ہزار کے عوض تمہیں نرنجن لال کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا وہ کوئی بیان عدالت کے روبرو نہیں دے سکتا؟"

"مشکل ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "نرنجن لال اسے مزید کچھ رقم دے کر زبان بند رکھنے پر مجبور کردے گا یا پھر اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو تمہارے [illegible] سراج صاحب کے زیرحراست مجرموں کا ہوا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں جس ماحول میں سانس لیتا ہوں اس سے پوری طرح واقف بھی رہتا ہوں۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "مجھے تو اس بات کا علم بھی ہے کہ حادثے کے بعد تمہیں نرنجن لال نے بھی فون کیا تھا۔"

"وہ آدمی کون تھا جس نے تمہارے آدمیوں کو نرنجن لال کی طرف سے ہونے والے حملے سے باخبر کیا تھا؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔

"سوری۔۔۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "پولیس والوں کی طرح ہمارا بھی یہی اصول ہے کہ مخبروں کا نام نہیں ظاہر کرتے۔"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو!"

"تمہیں ایک بات کا اقرار بہرحال کرلینا چاہیے کہ ہم سے نرنجن لال کے سلسلے میں ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہوچکی ہے۔" ندیم نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اسے آزاد کرنے کے بجائے سیٹھ پرشوتم ہی کی طرح پاگل کرکے کسی میدان سڑک پر پھینک دینا چاہیے تھا۔"

"ایک اہم سوال اور۔۔۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم نے یہ باہر جانے کا پروگرام اچانک کیسے بنالیا؟"

"نئے شادی شدہ جوڑے عموماً ہنی مون کا کوئی نہ کوئی پروگرام ضرور بناتے ہیں۔ کیا میرے پاس دل نہیں ہے؟"

"میں نہیں مانتا۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اس اچانک پروگرام کے پس پردہ بھی تمہاری کوئی خطرناک پلاننگ ضرور ہوگی۔"

"ہوسکتا ہے تمہارا اندازہ درست ہو۔" ندیم جواب میں معنی خیز انداز میں مسکرایا، اس کی مسکراہٹ اس بات کی غمازی کررہی تھی کہ میں نے اس کے بارے میں جو قیاس کیا تھا وہ غلط نہیں تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے مزید کریدنے کی کوشش کرتا میری والدہ تسنیم کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں اور مجھے مجبوراً گفتگو کا موضوع بدل دینا پڑا۔

اسی رات میں ندیم سے دوبارہ اس کے کیسینو پر جاکر ملا، ندیم اس وقت اپنے دو غیرملکی مہمانوں کے ساتھ اپنی مخصوص نشست پر بیٹھا بڑی سنجیدگی سے کسی معاملے پر تبادلۂ خیال کررہا تھا، میں نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے ایک دوسری خالی میز پر بیٹھ گیا۔ ندیم نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ شاید اس کی کوئی مصلحت رہی ہو۔

اس وقت رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا اور کیسینو کے ہنگامے اپنے پورے شباب پر تھے، اتفاق ہی تھا جو مجھے ایک خالی میز مل گئی وہ ایک کارنر ٹیبل تھی جو صرف

دو آدمیوں کے لیے مخصوص تھی، مجھے ابھی اس میز پر بیٹھے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک دبلی پتلی اور نازک اندام کال گرل بہکتے بہکتے قدم اٹھاتی میرے سامنے والی خالی کرسی پر آکر بیٹھ گئی، اس نے ایک خاصا لمبا پائپ اپنے ہونٹوں میں دبا رکھا تھا جس کے دوسرے سرے پر سگریٹ کا دھواں اڑ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں ساغر چھلک رہے تھے، جسم سے کسی تیز سینٹ کی خوشبو پھوٹ رہی تھی شاید وہ اس کیسینو میں نئی نئی آئی تھی اسی لیے اس نے مجھے پہچانا نہیں تھا، ایک عام گاہک ٹریٹ کررہی تھی۔

"ہائے۔۔۔" اس نے خالی کرسی پر بیٹھتے وقت اپنی بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے بڑی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تھا۔

کیسینو کے منیجر کے علاوہ دوسرے ملازمین سے ندیم کی وجہ سے میری خاصی جان پہچان ہوگئی تھی، میرا خیال تھا کہ چند لمحوں میں کوئی نہ کوئی قریب آکر اس خوب صورت لڑکی کو جو بظاہر کچھ بہکی نظر آرہی تھی میرے پاس سے اٹھنے کی ہدایت ضرور کرے گا اس لیے کہ وہ میرے ٹائپ سے بخوبی واقف تھے اور تسنیم والے کیس کے بعد سے تو وہ مجھے زیادہ پہچاننے لگے تھے۔

"کیا ہم تمہارے ساتھ بیٹھ سکتا؟" اس نے کرسی پر باقاعدہ بیٹھنے کے بعد مجھے بڑی نشیلی آنکھوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید اس کیسینو میں نئی آئی ہو؟"

"او یس۔۔۔" اس نے اپنے جسمانی نشیب و فراز کو کچھ زیادہ ہی اجاگر کرنے کی خاطر ایک خاص انداز میں انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "آئی ایم کوائٹ فریش۔۔۔"

"خوشی ہوئی تم سے مل کر۔۔۔" میں نے وقت گزاری کی خاطر رسمی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔

"کچھ پیے گا نہیں۔" لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنی تشنگی کا اظہار کیا۔

"سوری۔۔۔ میں پینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"آئی سی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی پھر بڑے بے باک لہجے میں بولی۔ "او کی لیڈی کلر۔۔۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جولی۔۔۔ جولی گراہم۔" اس نے یوں مسکرا کر جواب دیا جیسے میری اور اس کی بڑی پرانی شناسائی ہو پھر اس نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک ویٹر کو خاصی اونچی آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آئے۔۔۔ ون بگ ڈرائی جن۔۔۔ نیٹ۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے پہلے ہی خاصی پی رکھی ہے۔"

"نیور مائنڈ ڈارلنگ۔۔۔" اس نے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "جولی از پروفیشنل۔۔۔ اپنا کسٹمر کو انجوائے کرانا جانتا۔۔۔ یو ول نیور فارگٹ یو۔۔۔ دیٹ ازمائی چیلنج۔"

وہ کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہونے کی کوشش کررہی تھی، مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ابھی تک انتظامیہ کے کسی فرد نے اسے میرے پاس سے اٹھانے کے لیے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی بلکہ جس بیرے کو اس نے بگ ڈرائی جن کا آرڈر دیا تھا اس نے بھی آرڈر سرو کرنے میں کچھ زیادہ ہی جلدی کا مظاہرہ کیا تھا، میں اس ویٹر کو جانتا تھا لیکن اس وقت اس نے بھی میری طرف کوئی توجہ نہیں دی، جتنی تیزی سے میزوں کے درمیان سے چکراتا ہوا آیا تھا اتنی ہی پھرتی سے دوبارہ کاؤنٹر کی طرف لوٹ گیا۔

"تم اپنا انٹروڈکشن نہیں کراؤ گے؟" اس نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "کوئی بگ باس۔۔۔ بزنس مین، آر سن آف سم رچ مین۔"

"تنہا پنچھی۔" میں نے ازراہِ مذاق جواب دیا۔

"نیور مائنڈ سویٹ ہارٹ۔" جولی نے کہا۔ "ہم تم کو ایک دم پرفیکٹ بنادے گا۔"

میں نے ندیم کی سمت ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی، وہ اپنی میز پر ایسے رخ سے بیٹھا تھا کہ مجھے بخوبی دیکھ سکتا تھا لیکن ابھی تک اس نے بھی میری موجودگی کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا پھر میں نے اچانک راجو کو ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوتے دیکھا، بظاہر وہ کسٹمری نظر آرہا تھا، جولی اسے دیکھتے ہی چہکی تھی۔

"ہیلو ینگ مین۔۔۔"

"ہائے۔۔۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کسی پرانے شناسا جیسے انداز میں کہا پھر میری میز کے قریب آگیا۔ "ہاؤ آر یو جولی؟"

"مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ اس وقت راجو نے بھی میری سمت دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی، اچانک میری چھٹی حس جاگ اٹھی، یقیناً کوئی خاص بات ہی تھی جو کیسینو کے ملازمین کے علاوہ ندیم اور راجو بھی وہاں میری موجودگی کو دیدہ و دانستہ نظرانداز کررہے تھے۔

"آخر اس کی کیا وجہ تھی؟" میرے ذہن میں یہ سوال بڑی سرعت سے ابھرا۔

aazzamm@yahoo.com

"نمبر فور ٹین ـــ ون پلس ون۔" جولی نے اچانک بڑی رازداری سے مدھم آواز میں راجو سے کہا پھر ایک زوردار قہقہہ لگاتی ہوئی بلند آواز میں بولی۔ "اوف ـــ یو ہانی بنک مین۔"

جواب میں راجو نے بڑے دوستانہ انداز میں اس کے اُلٹے گال پر چٹکی بھری پھر واپس پلٹ گیا بظاہر وہ سب کچھ کیسینو کے ماحول کے عین مطابق ہو رہا تھا جہاں ہر شخص نشے میں ڈوبا اپنے حال میں مست اور دوسروں سے بے نیاز نظر آ رہا تھا لیکن میرا ذہن اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ میرے وجود کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی۔ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور تھی' میں کن انکھیوں سے راجو کو دیکھ رہا تھا جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہکے بہکے قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا اور میرے دماغ میں نمبر فور ٹین اور ون پلس ون کے الفاظ گونج رہے تھے جو جولی نے بڑی رازداری سے ادا کیے تھے۔

پھر مجھے اس کو جاننے میں زیادہ دیر نہیں لگی' میزوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے راجو ٹیبل نمبر چودہ سے اس انداز میں ٹکرایا کہ اس پر رکھے ہوئے گلاس اور بوتل الٹ گئے اس کے ساتھ ہی اس میز پر بیٹھے ہوئے دونوں شخص جو صورت و شکل ہی سے کسی جرائم پیشہ گروہ سے متعلق نظر آ رہے تھے اچھل کر کھڑے ہو گئے' ان میں سے ایک دراز قد تھا جس کے بائیں کان سے ذرا نیچے خاصے گہرے زخم کا نشان موجود تھا اس کا دوسرا ساتھی قدرے پستہ قد مگر گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔

"یو ڈرٹی ڈاگ۔" دراز قد والے نے راجو کو للکارا۔ "کیا تم اندھے ہو۔ دکھائی نہیں دیتا؟"

"باسٹرڈ۔" پستہ قد کے تیور خطرناک نظر آ رہے تھے' اس نے بھی راجو ہی کو مخاطب کیا تھا۔ "اس بوتل کا نقصان اب کیا تمہارا باپ بھرے گا۔ یو سن آف اے ـــ"

لیکن اسے اپنا جملہ مکمل کرنے کا موقع نہیں ملا' راجو کا ہاتھ یکلخت فضا میں لہرایا اور پستہ قد آدمی لڑکھڑا کر زمین بوس ہو گیا راجو نے پلک جھپکتے میں جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھ دیا' کچھ ایسا ہی ملتا جلتا سلوک راجو کے ساتھی نے دراز قد آدمی کے ساتھ کیا تھا' قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے دوسرے گاہک ہڑبڑا کر اپنی اپنی میزوں سے اٹھے تھے لیکن اس سے پہلے کہ کوئی افراتفری یا ہڑبونگ مچتی راجو اور اس کا ساتھی اپنے دونوں حریفوں کو بے بس کر کے تیزی سے گھسیٹتے ہوئے ہال سے باہر لے گئے' میں نے ندیم کی سمت دیکھا وہ اپنے غیر ملکی دوستوں سے الوداعی مصافحہ کرنے کے بعد پہلی منزل کی سیڑھیوں کی طرف قدم اٹھا رہا تھا' اس نے بس ایک خفیف سے اشارے سے مجھے اپنے پیچھے آنے کو کہا تھا' مجھے معلوم تھا کہ ندیم نے اپنا ساؤنڈ پروف آفس کیسینو کی پہلی منزل پر بار کاؤنٹر کے عقب میں بنا رکھا تھا جس کا ایک دروازہ پچھلی طرف بھی کھلتا تھا۔

"اوف ـــ کم آن ڈارلنگ۔" جولی نے بدستور نشے میں ڈوبی آواز میں مجھ سے کہا۔ "اٹ از اے پارٹ آف دی گیم فارگٹ اباؤٹ اٹ ـــ ایسی جگہ میں سب چلتا۔"

"کون ہو تم ـــ" میں نے مدھم آواز میں جولی سے سوال کیا۔

"نان سنس۔" جولی نے برا سا منہ بنا کر میری میز سے اٹھتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ "اگر پاکٹ میں کیش نہیں ہے تو پھر ادھر خالی خولی عیش کرنے کاہے کو آیا ـــ پھوکٹ میں عشق لڑانا مانگتا ـــ سالا فراڈ۔"

جولی کے جملے نے کچھ دوسرے گاہکوں کو بھی میری جانب متوجہ کروا دیا تھا' شاید اس نے وہ جملہ اسی غرض سے اونچی آواز میں کہا تھا۔ میں کچھ دیر تک خاموش بیٹھا اندر ہی اندر حالات کی نزاکت پر غور کرتا رہا پھر اٹھ کر زینے طے کرتا ہوا فرسٹ فلور پر ندیم کے آفس میں چلا گیا جہاں قدم رکھتے ہی میرے ذہن کو ایک چرکہ لگا۔

وہ دونوں دراز قد اور پستہ قد آدمی جنہیں راجو اور اس کے ساتھی نے ہال میں دبوچا تھا اس وقت فرش پر پڑے کراہ رہے تھے' ندیم اپنی کرسی پر بیٹھا ان دونوں کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا جنہیں اس کے آدمیوں نے بڑے مختصر وقت میں روئی کی طرح دھن کر چورا چورا کر دیا تھا' شاید اب ان میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکتے' کمرے میں راجو بھی موجود تھا' ندیم کی میز پر دو ریوالور اور ایک خطرناک خنجر پڑا تھا جو ان دونوں کے پاس سے برآمد ہوا تھا' کمرے میں مجھے داخل ہوتا دیکھ کر ہی ان دونوں کے چہرے زرد پڑ چکے تھے۔

"تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں؟" ندیم نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"کک ـــ کوئی نہیں۔" دراز قد والے نے آستین سے ہونٹوں کا خون صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم بس دو ہی تھے۔"

"یہاں تک کس طرح بھول کر آ گئے تھے؟"

اس بار دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی خاطر مدارات میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں راجو کو مخاطب کیا۔ "انہیں کچھ دیر کے لیے دوبارہ اسی انڈر گراؤنڈ کمرے میں لے جاؤ۔"

"نن ـــ نہیں ـــ نہیں۔" دراز قد والے نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں سب کچھ جانتا ہوں۔" پھر اس نے دزدیدہ نظروں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں کو ان کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"مقصد کیا تھا؟"

"تعاقب کرنا اور ـــ" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا' اس کی پھٹی پھٹی نگاہوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"اور ـــ؟" ندیم نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"کسی ویران سڑک پر موقع دیکھ کر گولی مار دینا۔" دراز قد والے نے تھوک نگلتے ہوئے رک رک کر جواب دیا' اس کا پستہ قد ساتھی بدستور فرش پر چت پڑا لمبی لمبی سانس لے رہا تھا' اس کے چہرے کی جلد جگہ جگہ سے پھٹی نظر آ رہی تھی جس سے خون رس رہا تھا۔

"آفر دینے والا کون تھا اور سودا کتنے میں طے پایا تھا؟"

"ایک لاکھ میں ـــ" اس نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "آدھی رقم ہمیں پیشگی مل گئی تھی اور آدھی کام مکمل ہونے کے بعد ملنی تھی۔ معاملہ فون پر طے ہوا تھا اس لیے ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ کون تھا؟"

"اور اگر تمہارا کام مکمل ہو جانے کے بعد باقی رقم نہ ملتی تو تم اس کی وصولیابی کا کیا طریقہ اختیار کرتے؟" ندیم نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔

"جو لوگ اس قسم کے کام میں ملوث ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی زبان پر بھی بھروسا کرتے ہیں ـــ اور ـــ پچاس ہزار کی رقم بھی کچھ کم نہیں تھی۔"

راجو کسی خطرناک ارادے سے ایک قدم آگے بڑھا تھا لیکن ندیم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔ "نہیں ـــ میرا خیال ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے۔"

"ان کے ڈسپوزل کے لیے کیا حکم ہے؟" راجو نے بڑے اطمینان سے دریافت کیا۔

"موت کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ویسے اگر ان دونوں کی لاشیں مکھی رنجن لال کے بنگلے کے پچھلے حصے سے برآمد ہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"نن ـ نن ـــ نہیں۔" اس بار پستہ قد والا گڑگڑانے لگا۔ "ہمیں جان سے مت مارو۔"

"رات کے پچھلے پہر ڈی ایس پی سراج کو ایک گمنام کال موصول ہونی چاہیے۔" ندیم نے پستہ قد والے کی گڑگڑاہٹ کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "یہ دونوں مسٹر شہباز کے دفتر پر ہونے والے حملے میں ناکام ہونے کے بعد فرار ہو کر رات کے وقت نرنجن لال کے پاس گئے اور اس کے آدمیوں نے ان دونوں کو گولی مار کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں مسٹر سراج کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں کی لاشوں کو کہیں اور نہ پھنکوا دیا جائے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں باس۔"

پھر وہ چیختے چلاتے اور گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگتے رہے لیکن راجو ان دونوں کو گھسیٹ کر پچھلے راستے سے باہر لے گیا تھا۔

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ یہ دونوں میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے؟" میں نے کمرا خالی ہونے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے بھی کئی بار بتا چکا ہوں کہ ہمارا تعلق جس دنیا سے ہے وہاں کے طور طریقے تمہاری دنیا سے مختلف ہوتے ہیں۔"

"وہ دونوں غیر ملکی کون تھے؟"

"اندھیرے میں ہاتھ پیر چلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا رہا ہوں کہ وہ دونوں ایک بیرونی ٹریولنگ ایجنسی کے ایجنٹ تھے جن سے میں باہر جانے کا پروگرام طے کر رہا تھا۔"

"اور اس لڑکی جولی کے بارے میں تم کیا کہو گے؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "راجو کو نمبر فور ٹین اور ون پلس ون کا اشارہ اسی نے دیا تھا۔"

"اب تم نے ذہانت کی بات کی ہے ـــ ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ اس کا اصل نام جولی نہیں۔ سیٹھ پرشوتم کو پھانسنے کے لیے بھی اسی نے بڑا خوب صورت اور مضبوط جال بنایا تھا۔"

"تو کیا ـــ"

aazzamm@yahoo.com

"ہاں۔۔۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "دفتر پر حملہ ہونے کے بعد ہی میں نے فوری طور پر اسی لڑکی کو تمہاری نگرانی پر مامور کردیا تھا' خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کسی ناگن سے بھی زیادہ خطرناک اور زہریلی واقع ہوئی ہے۔ کیا تم اس کی اس اداکاری کی تعریف نہیں کروگے جو اس نے ایک کال گرل کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کی تھی۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں اسے کال گرل ہی سمجھ رہا تھا۔" میں نے اقرار کرلیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "میں تمہارے پاس اس وقت ایک اور مقصد سے آیا ہوں۔"

"موت بہرحال اس شخص کا مقدر بن چکی ہے جس نے تمہارے دفتر پر زیر تعمیر عمارت سے برسٹ مارا تھا' میں نے اگر اسے چھوڑ دیا تو نرنجن لال کے شکاری کتے اس کی بوٹی بوٹی بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے تم اگر سراج سے وعدہ کرچکے ہو تو پولیس کے حوالے بھی کرسکتے ہو لیکن نرنجن لال کسی قیمت پر بھی اسے عدالت کے کٹہرے تک نہیں پہنچنے دے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ "گویا اب تم نے اپنے ذرائع سے میرے دفتری فون کالز بھی ٹیپ کرانی شروع کردی ہیں۔"

"کلیم کے بھائی ہو اس لیے تمہارا خیال تو بہرحال رکھنا ہوگا۔" ندیم نے شوخی سے جواب دیا پھر مجھے بھی پچھلے راستے ہی سے ساتھ لے کر بیسمنٹ کے اس حصے کی طرف آگیا جو صرف اس کی کار پارک کرنے کے لیے مخصوص تھا۔

٭

رات کے ساڑھے بارہ کا عمل رہا ہوگا' نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی' میں نے اٹھ کر نائٹ گاؤن پہنا اور ٹہلتا ہوا اپنی خواب گاہ سے باہر آگیا' لان پر گیٹ کی لائٹس کا عکس اس وقت کسی سبز حریری کپڑے جیسا لگ رہا تھا' میں نے یوں ہی آسمان کی سمت نظر ڈالی' چاند اپنی نصف سے زیادہ مسافت طے کرچکا تھا اور بکھرے ہوئے تارے خوابیدہ انداز میں ٹمٹمارہے تھے' میں نے پاؤں میں پہنی ہوئی سلیپر اتار دی' اوس کے شبنمی قطروں کی نمی نے میرے بدن میں جیسے زندگی کی ایک تازہ لہر دوڑا دی' میں لان پر ٹہلنے لگا۔ اس وقت ہر سمت ہُو کا عالم طاری تھا' میں خاصی دیر تک ادھر اُدھر چہل قدمی کرتا رہا پھر اچانک میری نظر مین گیٹ پر پڑی' نائٹ گارڈ ڈیوٹی پر موجود نہیں تھا' میں نے اسے ایک دوبار اونچی آواز میں پکارا اگر کوئی جواب نہیں ملا' شاید وہ پھاٹک کے ساتھ بنی ہوئی کوٹھری میں محوخواب تھا' مجھے اس کی غیر حاضری پر شدید جھلاہٹ ہونے لگی' حالات کے پیش نظر والد صاحب نے اسے خاص طور پر نائٹ ڈیوٹی کے لیے ملازم رکھا تھا تاکہ وہ کسی آنے والے خطرے کا مقابلہ کرسکے مگر وہ اپنے فرائض سے غافل تھا' اس کی غیر موجودگی میں کوئی بھی چور اُچکا یا ڈاکو بلا خوف و خطر اندر داخل ہوسکتا تھا' خاص طور پر نرنجن لال کے زر خرید غنڈے جو دن کی روشنی میں میرے دفتر پر حملہ آور ہوسکتے تھے وہ رات کی تاریکی میں ڈیوٹی گارڈ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاکر مجھے اس طرح ٹھکانے لگاسکتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

نرنجن لال کے پالتو شکاری کتوں کا خیال ذہن میں ابھرتے ہی میرے اندر خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی' ڈیوٹی گارڈ کی غیر موجودگی کا کچھ اور مطلب بھی ہوسکتا تھا' ممکن تھا کہ وہ خود سے غافل نہ ہوا ہو بلکہ اسے غافل کردیا گیا ہو اور میرے خلاف توقع باہر آجانے سے میرے وہ دشمن جو میرے وجود کو نابود کردینے کے لیے کوشاں تھے' وقتی طور پر تاریکی کا فائدہ اٹھاکر کہیں ادھر اُدھر دبک گئے ہوں' ایسی صورت میں کسی نامعلوم سمت سے کوئی بھی گولی سنسناتی ہوئی میری جانب آسکتی تھی۔

میرا ہاتھ تیزی سے نائٹ گاؤن کے جیب میں رینگ گیا جہاں میرا آٹومیٹک موجود تھا۔ میں بڑی سرعت سے اپنی خواب گاہ کی جانب واپس جانے کے لیے پلٹا' کھلے میں موجود ہونے کی صورت میں میرے دشمن مجھے آسانی سے شکار کرسکتے تھے لیکن ابھی میں لان کی سیڑھیاں بمشکل طے کرپایا تھا کہ میری سماعت سے کسی کے کراہنے کی کربناک آواز ٹکرائی' میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے' کراہنے کی آواز پھاٹک کی سمت سے آرہی تھی' ایک لمحے کے دسویں حصے میں میرے ذہن میں ان گنت وسوسے جاگ اٹھے' میں تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر پھاٹک کی طرف لپکا' میرے دائیں ہاتھ کی گرفت آٹومیٹک کے دستے پر مضبوط تھی۔

رات کے سناٹے میں کراہنے کی وہ کربناک آواز ہر لمحہ مجھ سے قریب تر ہوتی جارہی تھی پھر میں نے پھاٹک سے ملحقہ گارڈ کی کوٹھری میں قدم رکھا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' وہ زمین پر خون میں لت پت پڑا آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا' میں نے جھک کر اسے قریب سے دیکھا' پیٹ کے پاس اس کی خاکی وردی میں کئی خونی روشندان نظر آرہے تھے' شاید کسی نادیدہ دشمن نے اچانک اس پر سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولیاں برسائی تھیں' اس کی رائفل اس کے قریب ہی موجود تھی اور اس کا جسم موت اور زندگی کی آخری جنگ لڑتے ہوئے آہستہ آہستہ جھٹکے کھارہا تھا' اس کے اندر زندگی کی تھوڑی سی رمق ابھی باقی تھی اور فوری طبی امداد اسے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی طرف واپس لاسکتی تھی' میں برق رفتاری سے اٹھا' میں نے طے کرلیا تھا کہ اسے فوری طور پر گاڑی میں ڈال کر کسی قریبی ہسپتال تک پہنچانے کی کوشش ضرور کروں لیکن کوٹھری سے قدم باہر نکالتے ہی میرا آٹومیٹک ایک جھٹکے سے میرے ہاتھ سے نکل گیا' دوسرے ہی لمحے کوئی آہنی شے میرے پیٹ پر اتنی شدت سے پڑی کہ میں کراہ کر دوہرا ہوگیا' میری پلکوں کے نیچے بے شمار تارے ناچ اٹھے' میں نے گرتے گرتے سنبھلنے کی کوشش کی تو ایک سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"زندگی چاہتے ہو تو کوئی آواز منہ سے نکالنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہم تمہارا جسم چھلنی کردیں گے۔"

میں نے آہستہ سے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا وہ سرتاپا سیاہ اور چست لباس میں تھا' صرف اس کی آنکھیں نقاب کے حلقوں سے باہر جھانکتی نظر آرہی تھیں' اس کے ہاتھ میں بے آواز ریوالور موجود تھا۔

"کوئی مزاحمت یا حماقت کی تو ہمیں تمہیں بھی مجبوراً اپنے راستے سے ہٹانا پڑے گا۔"

"کون ہو تم۔۔۔؟" میں نے غور کرتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ اس کی آواز مجھے جانی پہچانی لگ رہی تھی' میں شاید اس سے مل بھی چکا تھا لیکن کہاں؟ یہ یاد نہیں آرہا تھا۔

"تم مجھے اپنا دوست بھی سمجھ سکتے ہو اور دشمن بھی۔" وہ سپاٹ اور ٹھوس لہجے میں بولا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کہاں؟"

"ضروری نہیں کہ ہم تمہارے ہر سوال کا جواب دیں۔"

"کیا تمہارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں؟" میں نے ہم کے صیغے کی مناسبت سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ میرے ساتھ چار آدمی اور بھی ہیں جو تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی پولیس پک اپ میں موجود ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے؟"

"نہیں لیکن ہم اس وقت جو گاڑی استعمال کررہے ہیں وہ پولیس پک اپ ہی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج کی رات مجھے کسی بڑی واردات کرنے کے لیے پولیس کی گاڑی سب سے زیادہ محفوظ ترین ثابت ہوتی ہے۔ تمہارا تعلق بھی پولیس سے رہ چکا ہے اس لیے شاید تمہاری سمجھ میں ہماری بات آرہی ہوگی۔"

"لیکن۔۔۔ تم لوگ جو واردات کرنے جارہے ہو اس میں میرا کیا رول ہوگا؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ایک خاموش تماشائی کا۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔ "ناکامیابی کی صورت میں اس واردات کی تمام تر ذمے داری نرنجن لال کی ذات پر عائد ہوسکتی ہے جو تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے۔۔۔ اور۔۔۔ ناکامی کی صورت میں تم براہ راست اس واردات کے ذمے دار ٹھہرائے جاؤگے۔"

"میں۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔"

"باقی باتیں گاڑی میں ہوں گی' اب یہاں کھڑے کھڑے سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔"

میرے پاس ان کے حکم پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا' خاموشی سے قدم اٹھاتا ان کے ساتھ ہولیا' سیاہ پوش نے غلط نہیں کہا تھا' میری قیام گاہ سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر پولیس کی پک اپ موجود تھی جس میں ڈرائیور سمیت چار آدمی پہلے سے موجود تھے' میں اگلی سیٹ پر ڈرائیور اور اس سیاہ پوش کے درمیان بیٹھ گیا' پچھلی نشستوں پر تین نقاب پوش اور موجود تھے جن کے ہاتھوں میں انتہائی جدید اور خودکار رائفلیں موجود تھیں' ڈرائیور پولیس کی وردی میں تھا لیکن اس نے اپنے چہرے پر سیاہ نقاب چڑھا رکھی تھی۔

"ہم اس وقت کہاں جارہے ہیں۔" میں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد آہستہ سے پوچھا۔

"براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کا نام تو سنا ہوگا تم نے۔۔۔ وہ زیادہ تر بڑی بڑی ہائی ویز کا ٹھیکا لینے میں دلچسپی رکھتی ہے۔" نقاب پوش نے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "کل صبح ایک ایسا ٹینڈر کھلنے والا ہے جسے حاصل کرنے والی کمپنی کو کم از کم پچیس لاکھ کا منافع ہوگا' اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کے لیے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی اور نرنجن لال گروپ آف

aazzamm@yahoo.com

انڈسٹریز میں ٹھن گئی ہے‘ ہماری اطلاع کے مطابق یہ ٹھیکہ براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے مسٹر تیموری کو ملے گا‘ ایسی صورت میں اگر مسٹر تیموری کے گودام اور آفس کو تباہ کر دیا جائے تو پولیس اس کا شبہ زرنجن لال پر ہی کرے گی۔ ہم اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو یہ واردات تمہارے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگی‘ ناکامی کی صورت میں تم بھی ہمارے ساتھ پکڑے جاؤ گے اور پھر ممکن ہے اس واردات کی ذمے داری نادر کنسٹرکشن پر عائد ہو اس لیے کہ تم نے بھی ٹینڈر بھرا ہے۔ پکڑے جانے کی صورت میں ہمارا بیان یہی ہوگا کہ اس واردات کے سلسلے میں تم نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں۔"

"لیکن میں ـــ"

"ہمیں معلوم ہے کہ تم اس ٹینڈر میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے مگر اپنے بچاؤ کی خاطر ہمیں بہرحال کچھ نہ کچھ تو بیان دینا ہوگا۔"

"ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"پوچھو ـــ"

"تمہیں اس واردات کے لیے کس پارٹی نے انگیج کیا ہے؟"

"یہ ہمارا پروفیشنل سیکرٹ ہے۔" اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "ویسے تم مطمئن رہو‘ کامیابی کی صورت میں ہم تمہیں واپس تمہاری رہائش گاہ تک پہنچا دیں گے ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ تم آئندہ بھی اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔"

پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کے خطرناک پلان کے عین مطابق ہی ہوا تھا‘ پہلے انہوں نے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے دفتر میں گھس کر وہاں افراتفری پھیلائی اس کے بعد کمپنی کے گودام پر پہنچ کر انہوں نے جو دھماکے کیے تھے اس سے بڑی شدید آگ بھڑک اٹھی تھی‘ مجھے یقین تھا کہ جتنی دیر میں فائر بریگیڈ والوں کو خبر پہنچے گی اتنی دیر میں گودام میں رکھا ہوا بیشتر قیمتی ساز و سامان جل کر تباہ ہو چکا ہوگا۔

سب کچھ بمشکل آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہو گیا اور اب وہ میری رہائش گاہ کی طرف واپس گاڑی دوڑا رہے تھے۔

"تمہیں پولیس کی یہ پک اپ کہاں سے ملی؟" میں نے ہمت کر کے پوچھا۔

"آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں کبھی کبھی وہ حقیقت کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم بھی اس وقت ایک پریشان خواب کی کیفیت سے دوچار ہو اور کل صبح جب تم اپنے گارڈ کو زندہ سلامت اور بالکل تندرست حالت میں دیکھو تو تمہاری عقل حیرت سے دنگ رہ جائے۔" اس بار اس کا لہجہ بڑا پراسرار تھا۔

"میں سمجھا نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اس میں ایسی کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ تم اس سے پہلے بھی پراسرار اور ناقابل یقین واقعات اور حالات سے دوچار ہو چکے ہو۔" اس بار نقاب پوش کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "رعب گھر سے شروع ہونے والے واقعات کا سلسلہ ابھی شاید تمہارے ذہن میں تازہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"فی الحال ہم تمہیں صرف ایک ہی مشورہ دیں گے جتنی جلد ممکن ہو سمندر پار کر کے کسی اور ملک کی طرف روانہ ہو جاؤ‘ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

نقاب پوش کا مشورہ سن کر میں حیرت سے اچھل پڑا۔ اس نے بھی مجھے وہی مشورہ دیا تھا جو اس سے پیشتر میری والدہ اور پھر کاکا نے دیا تھا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا مسٹر شہباز کہ ہم تمہیں اسی جگہ دھکا دے کر گاڑی سے نیچے اتار دیں۔" نقاب پوش نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں کچھ دور پیدل چلنے کی زحمت اٹھانی پڑے گی لیکن یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ پیدل چلنا بھی صحت کی نشانی ہے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا پک اپ ایک جھٹکے سے رکی‘ نقاب پوش حیرت انگیز پھرتی سے نیچے اترا پھر اس نے ایک ہی جھٹکے میں مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے سڑک پر ڈال دیا اور تکلیف کی شدت سے میں ہڑبڑا کر اٹھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی‘ میں اس وقت اپنی خواب گاہ میں بستر سے نیچے فرش پر پڑا تھا‘ میں نے تیزی سے دروازے پر نظر ڈالی جو اندر سے مقفل ہی تھا‘ کچھ دیر تک میں حیرت اور استعجاب کی تصویر بنا فرش پر بیٹھا رہا پھر میں نے اٹھ کر تکیے کے نیچے سے اپنا آٹومیٹک نکالا اور خواب گاہ سے نکل کر باہر گیا۔

صدر دروازے پر نائٹ گارڈ کو زندہ سلامت اور ہاتھ میں رائفل تھامے پوری طرح چاق و چوبند دیکھ کر میرے ذہن کو دوسرا شدید جھٹکا لگا۔ میں نے جو سب کچھ دیکھا تھا وہ کیا تھا؟

دوسری صبح میں تیار ہو کر دفتر پہنچا تو میرے آفس میں عابد کی نگرانی میں ضروری کام شروع ہو چکا تھا‘ کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی جگہ نیا شیشہ لگایا جا رہا تھا‘ جہاں جہاں سے پلاسٹر ادھڑ چکا تھا اس کی مرمت ہو رہی تھی‘ جو فرنیچر خراب یا تباہ ہو چکا تھا اسے تبدیل کیا جا رہا تھا۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟" میں نے عابد سے دریافت کیا۔ "یہ کام کتنے دنوں میں مکمل ہو جائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ دو دن سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

"ٹھیک ـــ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ دو روز کے اندر اندر یہ سیٹ اپ تیار ہو جائے اس لیے کہ اس کے بعد میں کچھ عرصے کے لیے باہر جا رہا ہوں۔" میں روانی میں کہہ گیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کام بڑھ گیا ہے اس لیے میرا ملک سے باہر بھی اپنی کمپنی کی کچھ شاخیں کھولنے کا پروگرام ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے سر۔" عابد نے جو میرا دیرینہ ملازم تھا اور آؤٹ ڈور کام کی تمام ذمے داری سنبھالے ہوئے تھا خوشی کا اظہار کیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "میں پچھلی کھڑکی کا ویسا ہی شیشہ خرید چکا ہوں جیسا پہلے لگا ہوا تھا لیکن ـــ"

"لیکن کیا ـــ" میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اگر اجازت دیں تو اس کی جگہ بلٹ پروف شیشہ لگوا دیا جائے۔"

"نہیں ـــ" میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس شیشے کو بلٹ پروف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اگر کسی گولی پر میرا نام لکھا جا چکا ہے وہ دفتر سے باہر بھی میرا کام تمام کر سکتی ہے‘ ہاں اگر تم مجھے سر سے پاؤں تک بلٹ پروف کرا سکو تو تمہیں مکمل اجازت ہے۔"

میں کام کا سرسری جائزہ لیتا ہوا وائی کے کمرے میں آ گیا جس نے گزشتہ روز ہی میری درخواست پر اپنے بیٹھنے کے لیے ایک اور جگہ منتخب کر لی تھی۔ کرسی پر بیٹھنے کے بعد میرے ذہن میں ایک بار پھر رات والے خواب کا تصور ابھر آیا‘ یہ حقیقت تھی کہ تیموری اور زرنجن لال کے درمیان ہائی ویز کی تعمیر کے سلسلے میں ٹینڈر حاصل کرنے پر سرد جنگ کا آغاز ہو چکا تھا‘ یہ بات مجھے مسٹر تیموری ہی کے ایک پرانے ملازم کے ذریعے معلوم ہوئی تھی نادر کنسٹرکشن کمپنی کی جانب سے میں نے بھی اپنی رجسٹریشن کی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر ٹینڈر بھرا تھا لیکن میں نے چونکہ جان بوجھ کر زیادہ ریٹ کوٹ کیے تھے اس لیے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی‘ ویسے بھی میں سڑکوں کی تعمیر میں ہاتھ ڈالنے سے ہمیشہ گریز کرتا تھا۔

گزشتہ رات پراسرار نقاب پوش نے جس ٹینڈر کا حوالہ دیا تھا وہ صبح دس بجے کھلنے والا تھا‘ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی‘ اس وقت صبح کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ عام حالات میں کوئی ایک فرم دوسری فرم سے ٹینڈر ملنے یا نہ ملنے کے سلسلے میں گفت و شنید کرنے سے پرہیز کرتی ہے لیکن مسٹر تیموری سے میرے تعلقات بہت پرانے اور دوستانہ تھے‘ اس کے علاوہ کاروباری سلسلے میں بھی چونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ برابر تعاون کرتے رہتے تھے اس لیے میں نے کچھ سوچ کر پہلے براہ راست متعلقہ دفتر سے رابطہ قائم کیا جہاں سے مجھے یہی اطلاع ملی کہ ہائی ویز کا ٹینڈر براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے نام کھلا ہے‘ اس اطلاع کے بعد میں نے مسٹر تیموری سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو ـــ تیموری اسپیکنگ ـــ" دوسری جانب سے خود مسٹر تیموری نے کال ریسیو کی تھی لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ تیموری کی آواز میں غصے اور جھنجھلاہٹ کا ملا جلا رنگ شامل تھا۔ رات والا خواب دیکھنے کے بعد یہ محض میرا واہمہ بھی ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"مبارک ہو مسٹر تیموری‘ مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی ہے کہ زرنجن لال کے مقابلے میں ٹینڈر آپ کو ملا ہے۔"

"شکریہ مسٹر شہباز۔" دوسری جانب سے تیموری نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ گزشتہ رات میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ ویسے زرنجن لال نے میرے ساتھ ٹکر لے کر اچھا نہیں کیا‘ اس کو میری دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

"کیا میرے بعد اس نے آپ کے ساتھ بھی ـــ" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں ـــ" تیموری کی بھاری بھرکم آواز ریسیور پر ابھری۔ "گزشتہ رات میرے گودام پر بڑے پیمانے پر دھماکے کر کے مجھے لاکھوں کا نقصان پہنچایا گیا ہے میرے دفتر میں بھی کچھ حملہ آوروں نے گھس کر توڑ پھوڑ مچائی ہے۔ مجھے کچھ ایسے اہم ثبوت بھی ملے ہیں جو زرنجن لال کے خلاف بطور شہادت استعمال ہو سکتے ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

"لیکن صبح کے اخبارات میں تو ایسی کوئی خبر نہیں چھپی۔" میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ یہ تمام واردات رات کے پچھلے حصے میں کی گئی ہے۔"

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے ازراہ اخلاق پوچھا۔

"شکریہ مسٹر شہباز۔ آپ بنیادی طور پر شریف آدمی ہیں اس لیے خاموشی سے اپنا نقصان برداشت کریں لیکن میرا نام تیموری ہے' میں جانتا ہوں کہ دشمنوں کے ساتھ کس طرح نمٹا جاتا ہے۔"

تیموری نے مجھے حادثے کی جو تفصیل بتائی اس نے یہ بات واضح کر دی کہ میں نے رات کو جو کچھ دیکھا وہ محض خواب نہیں تھا ایک بھیانک اور پراسرار حقیقت تھی مجھے یقین سا آ رہا تھا کہ شنکر اور پنڈت جیسی دھرم کے بعد اب کوئی اور طاغوتی قوت زنجن لال کی پشت پناہی کر رہی ہے' میرا پورے ہوش و حواس میں نقاب پوشوں کے ساتھ حملے میں شریک ہونا' ڈیوٹی گارڈ کا خون میں لت پت نظر آنا پھر آنکھ کھلنے پر میں نے خود کو اپنی خواب گاہ میں پایا' باہر نکل کر دیکھا تو ڈیوٹی گارڈ پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ یہ سب محض فریب نظر نہیں تھا' ان تمام حقائق کے پیچھے کوئی پراسرار نادیدہ ہاتھ ضرور کارفرما تھا مگر وہ کون تھا؟ مجھے اس واردات میں کیوں شامل کیا گیا؟ اگر اس واردات کے پیچھے جس کی تصدیق خود مسٹر تیموری نے کی تھی' زنجن لال ہی شامل تھا تو اسے مجھے ان باتوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دینی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا؟ یہی ایک کمزور سا خیال اس واردات میں زنجن لال کا ہاتھ شامل ہونے کی نفی کرتا تھا؟ ہو سکتا تھا کہ کسی اور پارٹی نے جان بوجھ کر لوہے کو گرم دیکھ کر پوری شدت سے ضرب لگائی ہو ممکن ہے وہ نامعلوم شخص جو براہ راست زنجن لال سے نہیں ٹکرا سکتا تھا اس نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے حالات پیدا کر دیے ہوں کہ تیموری اور زنجن لال میں ٹھن جائے۔

میرے ذہن میں متعدد سوالات گردش کر رہے تھے' میں مسٹر تیموری سے اچھی طرح واقف تھا' اپنی ذاتی فرم کھولنے سے پیشتر وہ فوج میں میجر کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ اس نے فوج میں بیش بہا خدمات انجام دی تھیں' کچھ عرصے تک وہ فوج کے سب سے حساس کمانڈو دستے سے بھی وابستہ رہ چکا تھا جہاں اس نے اپنی بہادری اور شجاعت کا کئی موقعوں پر ناقابل یقین حد تک مظاہرہ کیا تھا پھر ایک حادثے میں شدید زخمی ہونے کے بعد اس نے فوج سے ریٹائرمنٹ حاصل کر کے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے نام سے اپنا ذاتی ادارہ قائم کیا تھا وہ صاف ستھرا کام کرنے کا عادی تھا اس لیے اپنے حلقے اور متعلقہ اداروں میں اس کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا' کاروباری لین دین کے معاملے میں بھی اس نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا' وہ ہر کام مقررہ مدت سے کم وقت میں پورا کرنے کا عادی تھا' بظاہر وہ شریف اور معزز آدمی تھا لیکن لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے کبھی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کسی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے تھے' بڑے سخت اور ٹھوس اصولوں کا مالک تھا' ایسے لوگوں کو معاف کرنا اس کی سرشت کے خلاف تھا جو جان بوجھ کر اسے نقصان پہنچاتے یا دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ ابھی میں ان پراسرار واقعات کی گتھی سلجھانے میں مصروف تھا کہ سراج تیزی سے دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا میرے دفتر کے دونوں گارڈز چونکہ اس سے واقف تھے اس لیے سراج کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی' میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ سراج اس وقت نہ صرف یہ کہ جوش میں تھا بلکہ کسی فتح کا احساس بھی اس کے چہرے پر دمک رہا تھا۔

"خیریت ——" میں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے دریافت کیا۔ "آج بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔"

"آپ نے جو آدمی میرے حوالے کیا تھا اس نے زنجن لال کے خلاف بیان دیا ہے۔"

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ عدالت میں بھی اپنے بیان پر قائم رہے۔ آپ کو پہلے بھی اس سلسلے میں کچھ تلخ تجربے ہو چکے ہیں۔"

"اس بار ایسا نہیں ہو گا اس لیے کہ مسٹر تیموری نے جو ایف آئی آر آج درج کرائی ہے اس میں بھی زنجن لال گروپ آف انڈسٹریز پر کھل کر اپنے شبہے کا اظہار کیا گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے قطعی انجان بنتے ہوئے کہا۔ "مسٹر تیموری نے آخر کس سلسلے میں ایف آئی آر درج کروائی ہے۔"

"اوہ —— آپ کو شاید ابھی تک حالات کا علم نہیں ہے۔" سراج نے تیزی سے کہا پھر وہ ساری تفصیل جس کا مجھے پہلے سے علم تھا دہراتے ہوئے بولا۔ "ہم نے ایک نقاب پوش کو بھی گرفتار کیا جو رات والی واردات میں شریک تھا' اس نے بھی تحریری طور پر یہی بیان دیا ہے کہ

براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں زنجن لال کے ایک خاص آدمی نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"نقاب پوش پولیس کی گرفت میں کیسے آیا؟" میں نے روانی میں پوچھ لیا پھر جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "کیا حملے کے دوران پولیس بھی موقع واردات پر پہنچ گئی تھی۔"

"جی نہیں۔" سراج نے پرمسرت انداز میں جواب دیا۔ "دراصل واردات کرنے والوں نے ملحقہ تھانے کی ایک پولیس پک اپ چوری کر لی تھی' اسی کی تلاش کے دوران وہ نقاب پوش بس اتفاقاً پک اپ کے ساتھ ہی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔"

"کیا وہ پک اپ میں تنہا تھا؟"

"ہاں —— لیکن اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے سلسلے میں اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی ہے۔" سراج نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ "اس کے علاوہ وہ ایک عادی مجرم ہے جو پولیس کو متعدد وارداتوں میں پہلے ہی سے مطلوب تھا' دوبار سزا بھی کاٹ چکا ہے۔"

میرے ذہن میں ایک بار پھر وسوسے جاگ اٹھے گزشتہ رات والی واردات میں سو فی صد کسی پراسرار طاغوتی قوت کا ہاتھ شامل تھا جس کا میں سب سے بڑا گواہ تھا۔ ایسی صورت میں حملے میں شریک کسی نقاب پوش کا پولیس کے ہاتھ گرفتار ہو جانا کیا معنی رکھتا تھا؟ کیا اس کی گرفتاری میں بھی اسی پراسرار قوت کا دخل تھا؟

"آپ کس سوچ میں ڈوب گئے۔" سراج نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا زنجن لال اتنی آسانی کے ساتھ قانون کے شکنجوں میں جکڑا جا سکتا ہے۔"

"میں اس وقت اسی مقصد سے حاضر ہوا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"مسٹر تیموری کی طرح اگر آپ بھی ایف آئی آر درج کرا دیں اور اس میں زنجن لال پر شبہے کا اظہار کریں تو ہمارے ہاتھ بہت زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "دو معزز آدمی اگر کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کر دیں تو وہ شریف ہونے کے باوجود پولیس اور قانون کی نگاہوں میں مشکوک ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے بہ آسانی حراست میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ امید ہے آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔"

"میں قانونی موشگافیوں سے پوری طرح واقف ہوں مسٹر سراج لیکن میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے اپنے بزنس کی ساکھ زنجن لال کی کمینگی سے زیادہ عزیز ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شاید وہ چاہتا بھی یہی ہے کہ کسی طرح ہماری فرم کا نام بھی اخباروں میں اچھالا جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ میں دو تین روز بعد بیرونی ممالک میں اپنی برانچیں کھولنے کے ارادے سے کچھ عرصے کے لیے باہر جا رہا ہوں' ایسی صورت میں کسی قانونی رسا کشی میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ آئی ایم ایکسٹریملی سوری۔"

ابھی سراج کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھا کر کال اٹینڈ کی پھر ریسیور سراج کی طرف بڑھا دیا' کال اسی کے لیے تھی۔

"ہیلو —— ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" سراج نے ریسیور لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا لیکن پھر دوسری جانب سے اسے جو خبر ملی تھی اسے سن کر وہ اتنی تیزی سے کرسی سے اٹھا تھا جیسے اس میں بجلی دوڑ گئی ہو' اس کے چہرے کے تاثرات بڑی سرعت سے اپنا رنگ تبدیل کر رہے تھے ایک لمحے تک وہ دوسری جانب سے بولنے والے کو سنتا رہا پھر تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "اپنے خاص خاص آدمیوں کو ہسپتال کے چاروں طرف تعینات کر دو۔ بی کوتک اور چار مسلح اور قابل اعتماد آدمیوں کو اس کمرے پر بھی پوسٹ کر دو جہاں اسے لے جایا گیا ہے' اس بات کا سختی سے خیال رکھو کہ کوئی پرندہ بھی اس کے قریب پر نہ مار سکے' ڈاکٹروں کو بھی شناخت کے بعد اندر جانے کی اجازت دی جائے۔ ٹھیک ہے' فی الحال آپریشن تھیٹر کے باہر بھی کچھ نفری تعینات کر دو۔ میں پہلی فرصت میں پہنچ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص خبر" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں —— کسی نے زنجن لال کو دفتر جاتے ہوئے گولی ماردی ہے' وہ اس وقت زخمی حالت میں ہسپتال میں پڑا ہے۔" سراج نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا پھر مزید کوئی بات کیے بغیر اس نے میز سے اپنی ٹوپی اٹھائی اور تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔

زنجن لال کو پیش آنے والے حادثے کی خبر میرے لیے کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی! ایک لمحے کو میرے ذہن میں تیموری کا خیال ابھرا' ہو سکتا تھا کہ اس نے ایف آئی آر کٹانے کے بعد پہلی ہی فرصت میں زنجن لال سے اپنا حساب چکتا کرنے کی کوشش کر ڈالی ہو' کچھ دیر پیشتر تیموری نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ زنجن لال نے اس سے

aazzamm@yahoo.com

دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کیا اور یہ کہ اسے اپنے دشمنوں سے نمٹنے کا سلیقہ آتا ہے لیکن اگر تیموری کو زنجن لال کو ٹھکانے ہی لگانا تھا تو اسے ایف آئی آر کٹانے کی کیا ضرورت تھی وہ کمانڈو فورس سے وابستہ رہ چکا تھا' کسی کو کانوں کان خبر کیے بغیر بھی اپنے دشمن کو بڑی خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ چنانچہ تیموری سے اتنی جلدی انتقامی کارروائی کر گزرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی پھر اور کون ہو سکتا تھا جس نے بھری سڑک پر زنجن لال جیسے آدمی کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی ہو؟

تیموری کے بعد میرے ذہن میں ماسٹر ٹونی کا نام ابھرا' وہ ایک دوبار پہلے بھی مجھ سے اس بات کی اجازت طلب کر چکا تھا کہ زنجن لال کے سلسلے میں اسے چھوٹ دے دی جائے لیکن میں نے اس کو سختی سے منع کر دیا تھا' ماسٹر ٹونی کو زنجن لال اور میری دشمنی ہی کی وجہ سے اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم ہونا پڑا تھا مگر وہ پھر بھی میری ہدایت پر خاموش رہا لیکن میرے دفتر پر ہونے والے حملے کے بعد وہ خاصا مشتعل ہو گیا تھا اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں اس کے راستے میں آنے کی کوشش نہ کروں تو وہ سیدھا ہاتھ ضائع ہونے کے بعد بھی زنجن لال کو اس کی کمینگی کا جواب دے سکتا تھا' ماسٹر ٹونی نے مجھ سے صرف تین دن کی مہلت مانگی اور یقین دلایا تھا کہ تین روز کے اندر اندر زنجن لال کی لاش کسی بھری پری سڑک پر پڑی ملے گی۔ میں نے اس بار بھی ٹونی کو دور رہنے کی ہدایت کی تھی لیکن ہو سکتا تھا کہ اس نے میری بات کو نظرانداز کر دیا ہو' میں نے کچھ سوچ کر نادر کنسٹرکشن کمپنی کے نمبر ڈائل کیے' تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے ٹونی ہی نے کال ریسیو کی۔

"ٹونی۔۔۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم کچھ دیر پہلے سائٹ پر گئے تھے۔"

"نو باس۔۔۔" ٹونی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج کوئی آؤٹ ڈور کام نہیں تھا۔"

"کیا تم اور کسی کام سے باہر گئے تھے۔"

"میں صبح سے دفتر ہی میں ہوں باس لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں معلوم کر رہے ہیں۔" اس بار ٹونی نے تعجب کا اظہار کیا پھر بولا۔ "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔۔۔" اس بار میں نے قدرے عجلت سے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق زنجن لال اس وقت ہسپتال میں ہے' دفتر آتے ہوئے راستے میں کسی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"باس۔۔۔ کیا ہوا! باسٹرڈ زندہ ہے یا مر گیا" ٹونی کے لہجے میں جوش تھا۔ "اگر وہ مر گیا تو ٹونی اس کی موت کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرے گا لیکن نہیں۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔" اچانک ٹونی نے سرد اور سفاک آواز میں کہا۔ "اس کی موت ٹونی کے ہاتھ سے ہونی چاہیے ورنہ مجھے اس کا تمام زندگی افسوس رہے گا۔ دعا کرو باس کہ وہ میرے ہاتھوں کتے کی موت مرنے کی خاطر زندہ رہے۔"

ٹونی کے جواب نے مجھے مطمئن کر دیا' وہ صاف گو اور سچا آدمی تھا' اگر اس واردات میں اس کا ہاتھ شامل ہوتا تو میری بات سن کر اس کا گڑبڑا جانا ضروری تھا' ایک لمحے کو اسے زنجن لال پر ہونے والے حملے کی خبر سن کر مسرت کا احساس ضرور ہوا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ زنجن لال کے زندہ بچ جانے کی دعا کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مار کر اپنی پیاس بجھانے کا خواہشمند تھا' اس کے مر جانے کی صورت میں ٹونی کی حسرت دل ہی میں گھٹ کر رہ جاتی۔ شاید یہ ملال اسے تمام زندگی رہتا۔

"میری ایک بات غور سے سنو ٹونی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم دفتر سے باہر جانے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ڈونٹ وری باس۔ جب تک تمہاری طرف سے اجازت نہیں مل جاتی میں کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اٹ ازمائی پرامس۔"

ٹونی کی طرف سے شکوک ختم ہو جانے کے بعد میرے ذہن میں جو آخری نام ابھرا وہ ندیم کا تھا پھر مجھے گزشتہ رات والا پراسرار خواب یاد آگیا جس نے ایک بھیانک حقیقت کی شکل اختیار کر لی تھی' ممکن ہے ندیم کو بھی تیموری کے گودام پر حملہ ہونے کی خبر مل گئی ہو اور اس نے یہ موقع غنیمت جان کر زنجن لال پر اپنے آدمیوں سے حملہ کرا دیا ہو' شاید اسی لیے اس نے مجھ سے پوچھے بغیر باہر جانے کا پلان مرتب کر لیا تھا' اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ زنجن لال کو آزاد کر کے اس نے غلطی کا ثبوت دیا تھا' اسے بھی سیٹھ پرشوتم کی طرح پاگل کر کے چھوڑ دیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا زنجن لال کو پھنسوانے ہی کی خاطر اس نے راجو سے کہا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کو مار کر زنجن لال کے بنگلے میں پھینک دیا جائے اور اس کی اطلاع پولیس کو کر دی جائے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہو سکا' سراج نے بھی اس ضمن میں مجھ سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا' ممکن ہے کہ زنجن لال پر قاتلانہ حملے کی خبر سن کر اسے اتنا موقع ہی نہ مل سکا ہو کہ وہ مجھے دوسری کسی تفصیل سے آگاہ کرتا۔

میں بڑی دیر تک الجھتا رہا پھر میں نے ندیم کے نمبر ڈائل کیے' میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری وجہ سے حالات کی دلدل میں اس قدر پھنس جائے کہ پھر اسے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملے۔ میری کال نسیم نے ریسیو کی تھی پھر کچھ دیر بعد مجھے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"میں ابھی تمہیں فون کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا۔"

"کیا باہر جانے کے لیے تم نے جہاز میں نشستیں بک کرالی ہیں۔" میں نے جان بوجھ کر زنجن لال کا ذکر نہیں کیا۔

"ہاں۔۔۔ ہم تین روز بعد چین امریکن سے روانہ ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تیاری کرنے کے لیے دو دن کی مہلت تمہارے لیے بہت کافی ہو گی۔"

"کیا تم صرف یہی اطلاع دینے کے لیے مجھے فون کرنا چاہ رہے تھے۔"

"نہیں۔۔۔" اس بار ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے پاس تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ کسی نے زنجن لال پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے انجان بنتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "کیا وہ چل بسا؟"

"قدرت شاید اس پر مہربان تھی جو بچ گیا۔" ندیم نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "گولی چلانے والا یقیناً کوئی اناڑی تھا یا پھر شاید جان بوجھ کر اس نے زنجن لال کو صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا ہو' اس لیے کہ گولی اس کے بائیں بازو پر لگی ہے' وہ خطرے سے باہر ہے' البتہ زخم بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے کل اپنے آدمیوں کو ایک مخصوص پلان پر عمل کرنے کی تاکید کی تھی۔" ندیم نے بات کو مبہم انداز میں کہا' شاید نسیم اس کے قریب ہی موجود تھی اس لیے اس نے کھل کر بات کرنے سے پرہیز کیا تھا۔

"ہاں۔۔۔" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔ "ان دونوں آدمیوں کا کیا بنا۔"

"زنجن لال کے بنگلے کے چوکیداروں نے زیادہ پھرتی

روماني ناول

دل کا آنگن	سلمیٰ رعنا	75/-
کالے کنول	سلمیٰ رعنا	75/-
اور دیا جلتا رہا	سلمیٰ رعنا	100/-
موج گرداب	سلمیٰ رعنا	100/-

مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

کا مظاہرہ کیا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "تمہارے سراج صاحب کے پہنچنے سے پیشتر ہی میدان صاف کر دیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کچھ اور ساتھی بھی ہوں جو دور دور رہ کر حالات کا اندازہ لگا رہے ہوں' شاید میدان صاف کرنے میں بھی ان ہی کا دخل ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان ہی کے کسی ساتھی نے زنجن لال پر حملہ بھی کیا ہو۔"

"ان دونوں کے بارے میں کوئی اور رپورٹ ملی۔"

"ہاں۔۔۔" اس بار ندیم نے کھل کر کہا' شاید نسیم اس کے قریب سے ہٹ چکی تھی۔ "وہ دونوں آدمی بیتھاں نامی ایک ہسٹری شیٹر کے گروہ کے تھے۔ کبھی بیتھاں اس قسم کے کام خود انجام دیتا تھا لیکن اب اس نے ایک باقاعدہ گینگ بنا لیا ہے جو اس کے اشاروں پر کام کرتا ہے۔ تم چاہو تو اسے کمیشن ایجنٹ کا نام بھی دے سکتے ہو۔ انتہائی خطرناک اور چالاک شخص ہے' متعدد بار پولیس کی حراست میں بھی رہ چکا تھا لیکن ہر بار عدم ثبوت کی بنا پر صاف بچ نکلا' اسے کچھ بڑے لوگوں کی حمایت بھی حاصل ہے۔"

"کیا تمہیں ان دو آدمیوں کی بھی کوئی خبر ہے' جنہیں سراج نے زخمی حالت میں ہسپتال میں بھجوایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیوں۔۔۔ کیا سراج نے تمہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"نہیں۔۔۔"

"ہو سکتا ہے کہ زنجن لال پر قاتلانہ حملے کی اطلاع سننے کے بعد وہ سب کچھ بھول گیا ہو۔"

aazzamm@yahoo.com

"ندیم۔"

"سوری مائی ڈیئر۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم چونکہ میرے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ نسیم کے منہ بولے بھائی بھی ہو اس لیے مجبوراً تمہاری کالیں ٹیپ کرانی پڑ رہی ہیں۔ کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ مجھے فون کرنے سے پہلے تم نے ماسٹر ٹونی کو کیا فون کیا تھا۔"

"میں تم سے دونوں زخمیوں کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔"

"وہ دونوں بھی اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر چکے ہیں۔" ندیم نے جواب دیا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان کی موت زہر کھانے سے واقع ہوئی تھی۔ بہرحال وہ اتنے اہم نہیں تھے کہ میں ان کے بارے میں اس سے زیادہ تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔"

"ایک سوال اور۔"

"پوچھو۔"

"تم نے اچانک باہر جانے کا پروگرام کیوں بنایا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے۔" ندیم نے گول مول جواب دیا پھر بولا۔ "بہرحال تمہارا ہم دونوں کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔"

"کیوں۔؟"

"اس کا جواب تمہیں فوری طور پر نہیں دیا جا سکتا۔" ندیم نے کہا۔ "ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جہاز کی پرواز کے دو چار گھنٹے بعد میں تمہاری اس پریشانی کو دور کر دوں۔ اچھا اب اجازت دو۔ نسیم مجھے کچن سے آواز دے رہی ہے بائی۔" پھر ندیم نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ یقیناً کوئی ایسی ہی اہم بات تھی جو وہ مجھے قبل از وقت بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس بات کو جاننے کی خاطر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر دفتر کے کاموں میں مصروف ہو گیا!

+

شام کو سراج گھر آیا تو خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ والد صاحب کے ساتھ لان پر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر میرے ساتھ اس کمرے میں آ گیا جسے میں نے صرف دفتری کاموں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ والد صاحب سے گفتگو کرتے وقت وہ خود کو بمشکل سنبھالے رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے پر دوبارہ تشویش کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے تھے میں نے اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی میرا خیال تھا کہ وہ ازخود اپنی الجھن اور پریشانی کی وجہ بتائے گا پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔

"مسٹر شہباز۔" کچھ دیر بعد سراج نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے مجھے بتایا تھا کہ ٹھگر نامی بدذات چمار مر چکا ہے۔"

"ہاں کیوں؟" میں نے ٹھگر کے نام پر چونکتے ہوئے دریافت کیا۔ "کوئی خاص بات۔"

"جس نقاب پوش کو پولیس پک اپ کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا وہ بالکل اسی انداز میں پولیس لاک اپ سے غائب پایا گیا ہے جس طرح داور غائب ہوا تھا۔"

سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شخص ہمارے لیے بہت اہم تھا اس لیے میں نے اپنے اسٹاف کے ایک اے ایس آئی کو اس کی نگرانی پر بطور خاص مامور کر دیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوا۔ لاک اپ کے باہر ہی اس نے اپنی کرسی ڈال رکھی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ تھانے کے ایک ساتھی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا جب اس نے لاک اپ کے اندر زنجیروں کی آواز سنی پلٹ کر دیکھا تو وہ شخص حیرت انگیز طور پر غائب تھا اور اس کے ہاتھ میں پڑی ہوئی ہتھکڑی کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو کر فرش پر بکھری پڑی تھی لاک اپ کا قفل بھی بند ہی پایا گیا۔"

"آپ کے ذہن میں خاص طور پر ٹھگر ہی کا نام کیوں ابھرا؟" میں نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "آپ چاہیں تو خود بھی روپ نگر فون کر کے ٹھگر کی موت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اسے سیکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں مرگھٹ پر جلایا گیا تھا اور پھر اس کی راکھ پانی میں بہا دی گئی تھی۔"

"بہرحال میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ٹھگر مر چکا ہے تو کوئی اور پراسرار طاقت اس کی جگہ کام کر رہی ہے۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ اس پراسرار واقعہ پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے؟"

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "روپ نگر میں تعیناتی سے پہلے میں بھی ان گندے علوم کو سرے سے نہیں جانتا تھا لیکن اس کے بعد سے اب تک جو حالات پیش آ رہے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔"

"میری اپنی عقل بھی دنگ ہو کر رہ گئی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان پراسرار واقعات کا کیا سدباب کیا جائے۔"

"زنجن لال کی حالت اب کیسی ہے؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔ "کیا اس نے حملہ آور کے بارے میں کوئی اہم بات بتائی ہے۔"

"نہیں۔" سراج نے جھلاتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ بھی نجانے کس مٹی کا بنا ہوا ہے میں نے اسے ہر طرح کریدنے کی کوشش کی لیکن اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ نہ اس نے کسی حملہ آور کو دیکھا نہ وہ کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کر سکتا ہے۔ بہرحال اس کے بائیں بازو پر نظر آنے والے زخم کا نشان اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فائر بہت کلوز رینج سے کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے فائر کرنے والے کو دیکھا بھی ہو لیکن وہ اپنی زبان سے سچ اگلنے کو آمادہ نہیں ہے۔ بہرحال ڈاکٹروں نے یہی کہا ہے کہ اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"آپ کا شبہ کس پر ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا ویسے میرا اندازہ ہے کہ جس نے بھی زنجن لال پر قاتلانہ حملہ کیا ہے اس کا مقصد زنجن لال کی موت نہیں تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا ایک ماہر نشانہ باز تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی خاص وجہ سے زنجن لال کو صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا ہو۔"

میں سراج کی بات سن کر چونکا ندیم نے بھی کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔

"کیا جس وقت حملہ ہوا اس وقت گاڑی میں زنجن لال کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا اور زنجن لال پچھلی نشست پر موجود تھا۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "ڈرائیور بھی اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہ اس نے کسی حملہ آور کو نہیں دیکھا۔ زنجن لال کے کراہنے کی آواز سن کر اس نے گاڑی ایک سائڈ میں کر کے روک دی تھی حالات کی سنگینی کا احساس اسے اس وقت ہوا جب اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ فوری طور پر زنجن لال کو طبی امداد کی خاطر ہسپتال لے گیا پھر اسی نے ملحقہ تھانے کے ایس ایچ او کو فون کر کے حملے کی اطلاع دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر زنجن لال نے ڈرائیور کو بھی زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی ہے۔"

"مسٹر تیموری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "میں نے اپنے ذرائع سے جو معلومات جمع کی ہیں وہ کسی طور پر بھی مسٹر تیموری کے ملوث ہونے کے خدشے کو تقویت نہیں پہنچاتیں۔"

"اب آپ کا کیا پلان ہے؟ میرا مطلب ہے کہ کیا اب بھی آپ زنجن لال کو مسٹر تیموری کے بیان اور دوسرے گواہوں کے بیان کی روشنی میں حراست میں لینے کی کوشش کریں گے۔"

"فی الحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔ قاتلانہ حملے کی واردات نے میرا سارا پلان چوپٹ کر دیا ہے۔" سراج نے کہا پھر بولا۔ "آپ کا ارادہ کب تک باہر جانے کا ہے۔"

"تین روز بعد۔ کیوں؟"

"میرا بھی مشورہ یہی ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے یہاں سے ہٹ جائیں۔" اس بار سراج نے بڑے خلوص اور اپنائیت سے کہا۔ "ایک بار پہلے بھی وہ آپ کے ساتھ اپنی کمینگی کا ثبوت دے چکا ہے ہو سکتا ہے اس بار بھی وہ آپ ہی کی ذات پر شبہ کر کے دوبارہ کسی انتقامی کارروائی کا مظاہرہ کر بیٹھے۔"

سراج کے جانے کے بعد میرا ذہن پھر زنجن لال پر ہونے والے قاتلانہ حملے کے بارے میں سوچنے لگا لیکن ندیم کے آ جانے سے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ نسیم بھی ندیم کے ساتھ تھی ہم بڑی دیر تک بیٹھے سفر کی تیاری کی باتیں کرتے رہے۔

تین روز کے بعد پروگرام کے عین مطابق میں ندیم اور نسیم پی آئی اے کے طیارے کے ذریعے [illegible] روانہ ہو گئے۔ میرے دفتر کے عملے کے علاوہ [illegible] بھی ائرپورٹ پر ہمیں الوداع کہنے آئے تھے۔

نسیم خاص طور پر بہت خوش نظر آ رہی تھی [illegible] کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے [illegible] بھی ان کے ہمراہ تھا لیکن جہاز میں [illegible] نجانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی [illegible] تعاقب کر رہا ہو [illegible] ہمارے پیچھے [illegible] سے نکالنے کی کوشش کی لیکن میری [illegible] کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہی تھی!!

*

aazzamm@yahoo.com

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

15 روپے

جہاز آہستہ آہستہ فضا کی بلندیوں کی سمت پرواز کر رہا تھا۔ سیفٹی بیلٹ کی لائٹ آف ہوئی تو میں نے کیبن کا جائزہ لیا۔ فرسٹ کلاس کیبن میں ہمارے علاوہ پندرہ آدمی تھے جن میں زیادہ تر غیر ملکی تھے۔ صرف دو افراد مقامی نظر آ رہے تھے جو کسی اونچے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ سفاری سوٹ اور فرنچ کٹ داڑھی میں اس کی شخصیت خاصی جاذب نظر دکھائی دے رہی تھی۔ ہونٹوں کے درمیان اس نے پائپ دبا رکھا تھا اور کسی سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی خوبصورت عورت چست پتلون اور ڈھیلی ڈھالی شرٹ میں خاصی ماڈرن نظر آ رہی تھی۔ حفاظتی پیٹی کھولنے کے بعد اس نے ایک میگزین کا سرسری جائزہ لینا شروع کر دیا۔

میں نے ایک ایک کر کے کیبن کے تمام مسافروں کو بہت غور سے دیکھا۔ بظاہر ان میں کوئی بھی مشکوک نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن میری چھٹی حس بدستور کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ لیکن وہ خطرہ کیا ہو سکتا تھا؟ اگر نرنجن لال کو کسی طرح میری روانگی کی اطلاع مل بھی گئی تھی اور اس نے کسی آدمی کو میرے پیچھے لگا دیا تھا تو وہ کم از کم دوران پرواز میرے لیے خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بظاہر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ندیم اور نسیم کی موجودگی میرے لیے تقویت کا سبب تھی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میرے اندر دور کہیں خطرے کی علامت والی مدھم سرخ بتی اسپارک کر رہی تھی۔

میرا ذہن گزری ہوئی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ مسٹر تیموری کو ہونے والا نقصان اس کی درج کردہ ایف آئی آر اور دو گواہوں کے بیان کی روشنی میں نرنجن کی شخصیت قانون کی نگاہوں میں خاصی کمزور ہو گئی تھی لیکن داور ہی کی طرح پولیس پک اپ کے ساتھ گرفتار ہونے والے نقاب پوش کی پراسرار گمشدگی نے میرے علاوہ سراج کے ذہن میں بھی کسی ماورائی قوت کے امکان کو ہوا دی تھی۔ اس کے بعد نرنجن لال پر ہونے والا قاتلانہ حملے کی واردات نے اچانک بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ تفصیل کے مطابق قاتل یا قاتلوں نے بہت کلوز رینج خودکار اسلحے سے فائرنگ کی تھی لیکن اس کے باوجود گاڑی کا ڈرائیور حیرت انگیز طور پر محفوظ رہا تھا اور نرنجن لال کا صرف بایاں بازو زخمی ہوا تھا۔ اگر قاتلوں کا مقصد خون کی ہولی کھیلنا ہوتا تو وہ نرنجن لال اور ڈرائیور کو بھون سکتے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مقصد صاف ظاہر تھا نرنجن لال نے موقعے کی نزاکت اور اپنی شخصیت کے کمزور پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہی اس قاتلانہ حملے کا ڈراما رچایا ہو گا۔ اسی قاتلانہ حملے کی وجہ سے سراج نے بھی اسے فوری طور پر حراست میں لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ نرنجن لال پر ہونے والے حملے کی اطلاع سراج کو میری موجودگی میں ملی تھی لیکن اس کی خبر ندیم کو بھی مل چکی تھی۔ میں نے ندیم سے اچانک بیرون ملک روانگی کا سبب بھی دریافت کیا تھا لیکن جواب میں اس نے یہی کہا تھا کہ اس کا سبب وہ پرواز کے تین چار گھنٹے بعد ہی بتا سکتا ہے لیکن اس نے ایسا کیوں کہا تھا؟ وہ کیا بات تھی جو ندیم پرواز سے پہلے مجھے بتانے سے گریز کر رہا تھا؟

میری نظر ایک بار پھر فرنچ کٹ داڑھی والے کی سمت اٹھ گئی۔ اب وہ خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا اور جس انداز میں وہ اپنے برابر والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت سے مسکرا کر باتیں کر رہا تھا اس سے کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ میاں بیوی نہیں تھے البتہ ایک دوسرے کے گہرے واقف کار ضرور لگ رہے تھے۔ ایک بار پھر میں نے کیبن میں بیٹھے ہوئے دیگر تمام مسافروں کا جائزہ لیا لیکن میں کسی کو پوائنٹ آؤٹ نہیں کر سکا۔ ندیم بدستور نسیم کو لندن کے بارے میں اپنی وسیع معلومات سے آگاہ کرنے میں مصروف تھا۔ جہاز کو ٹیک آف کیے گئے تقریباً پینتالیس منٹ گزر چکے تھے پھر فضائی میزبانوں نے سروس شروع کی تو ندیم نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تمہیں ذہنی جمناسٹک سے فرصت ملی یا ابھی تک عقلی قلابازی لگا رہے ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ ندیم کو میری ذہنی کیفیت کا اندازہ کس طرح ہوا؟ یہ بات میرے لیے حیرت انگیز تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تم کن وسوسوں کا شکار ہو بہرحال تمہارے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں۔ تم ابھی تک نرنجن سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے جبکہ میرا اصول اس کے بالکل برعکس ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں جس ملک یا شہر کے ہوائی اڈے سے پرواز کرتا ہوں اس کے بارے میں سوچنا ترک کر دیتا ہوں اس لیے کہ دوسری صورت میں فضائی سفر کے علاوہ ہم نئی منزل کے حسین خوابوں سے بھی پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

میں اس وقت ایک انجانے خطرے کے امکانی پہلو پر غور کر رہا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ خطرے اب بھی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"اور تمہارے اس وہم پر مجھے وہ مثال یاد آ رہی ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے لیکن ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"مطلب صاف ہے۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تم پولیس کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی ابھی تک پرانے خطوط ہی پر سفر کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اب ایک کنسٹرکشن کمپنی کے مالک ہو لیکن ابھی تک بزنس اور قانون کے درمیان واقع خلیج عبور نہیں کر سکے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ دنیا کا ہر شخص تمہاری طرح سے نان سیریس اور ڈھیٹ بن جائے۔" میں نے ندیم کو چھیڑتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر میرا مشورہ ہے کہ اب تمہیں اپنے زندگی کے اصول بدلنے پڑیں گے اس لیے کہ تم شادی شدہ ہو چکے ہو۔ اس کے علاوہ بھی خواہ پولیس کا محکمہ ہو یا کاروباری معاملات انسان کو بہرحال امکانی پہلو پر غور کرنا پڑتا ہے۔"

"فکر انسان کو گلا دیتی ہے اور میں زندگی کے ایک ایک لمحے کو انجوائے کرنے کا عادی ہوں۔" ندیم نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "فرض کرو کہ میں اس وقت یہ سوچنا

aazzamm@yahoo.com

شروع کر دوں کہ کچھ دیر بعد ہمارا طیارہ کسی حادثے سے دوچار ہو کر پاش پاش ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں کیا یہ خوبصورت اور شوخ و شنگ ائر ہوسٹس تمہیں بھلی معلوم ہوں گی۔ ذرا ان کو غور سے دیکھو یہ کس خوبصورتی سے ہر مسافر کو اپنی بناوٹی مسکراہٹوں اور کاروباری اداؤں سے اس غلط فہمی کا شکار بنا دیتی ہیں کہ وہ صرف اسی ایک فردِ واحد پر دل و جان سے مرمٹی ہیں جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ پرواز کے اختتام کے بعد ہی یہ غزالانِ ختن مسافروں کی حماقتوں پر دل کھول کر قہقہے لگاتی ہیں اور قسم قسم کے ریمارکس پاس کرتی ہیں اور پھر نئے مسافروں کو اپنے حسن کے جال میں اسیر کرنے کے منصوبے بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ یہی میرے نزدیک زندگی ہے خود بھی ہنسو اور دوسروں کو بھی مسکرانے کا موقع دو۔"

اسی وقت سفید چمڑی والی ایک ائر ہوسٹس نے ہمارے قریب آکر بہت مہذب لہجے میں پوچھا۔

"آپ ڈرنک لینا پسند کریں گے یا کافی وغیرہ؟"

"وغیرہ وغیرہ میں کون کون سی چیزیں دستیاب ہوں گی آپ کے پاس۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا تو ائر ہوسٹس کے ہونٹوں کی لپ اسٹک کی سرخی کا رنگ کچھ اور گہرا ہو گیا۔

"پائن ایپل جوس۔" تسنیم نے جلدی سے کہا تو ائر ہوسٹس مسکراتی ہوئی چلی گئی لیکن جاتے جاتے بھی اس نے ندیم کو بڑی قاتلانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"آپ کو اس سے بلاوجہ بے تکلف ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" تسنیم نے دبی زبان میں کہا تو ندیم نے کڑوا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"ایسا کرتے ہیں کہ جہاز کو یہیں سے واپس موڑ لیتے ہیں ورنہ لندن میں تو تم میرا جینا حرام کر دو گی۔"

"میں کبھی نہیں۔"

"فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہاں کی اور ہماری تہذیب میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "ہمارے معاشرے میں اپنے پرائے، محرم اور نامحرم کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے جبکہ باہر کوئی غیر نہیں ہوتا۔ سب اپنے ہی اپنے ہوتے ہیں بس پسند پسند کی بات ہے جہاں ایک دوسرے میں بے تکلفی کی فضا پیدا ہوئی وہاں جائز اور ناجائز کے تمام اصولوں کو کسی ائرٹائٹ ڈبے میں بند کر کے بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے اور۔۔۔"

"اور یہ کہ کیا تم میری موجودگی میں بھی اپنی چونچ بند نہیں رکھ سکتے۔" میں نے تسنیم کے چہرے پر ابھرنے والی حیا اور حجاب کی ملی جلی کیفیتوں کو محسوس کرتے ہوئے ندیم کو ٹوکا۔ "کبھی تو موقع اور محل کا خیال کر لیا کرو۔"

"کباب میں ہڈی شاید اسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا تھا۔" ندیم نے ایک سرد آہ بھری پھر بولا۔ "میں نے اسی لیے بہت غور کرنے کے بعد اپنے اور تمہارے کمروں کو الگ طور پر بک کرایا ہے۔"

"لندن میں ہمارا قیام کہاں ہو گا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں جہاں دنیا کی ہر آسائش محض ایک اشارے کی منتظر ہوتی ہے۔"

"کیا لندن میں بھی کسی کیسینو میں تمہارا کوئی حصہ ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر پوچھا۔

"بری بات۔" ندیم نے بزرگوں جیسے لہجے میں جواب دیا۔ "دوسروں کی ٹوہ میں لگے رہنا اچھی بات نہیں ہے۔"

ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ مجھے بڑی شدت سے تین چار گھنٹے گزرنے کا انتظار تھا۔ ندیم نے ہی کہا تھا کہ پرواز کے تین چار گھنٹے بعد ہی وہ مجھے اس بات سے آگاہ کرے گا کہ اس نے اس قدر جلدی میں بیرون ملک روانگی کا پروگرام کیوں ترتیب دیا تھا؟ تسنیم بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ مجھے اس بات پر دلی مسرت تھی۔ ندیم سے شادی ہو جانے کے بعد وہ زندگی کی سمت بڑی تیزی سے واپس لوٹی تھی۔ ماں کی اندوہناک موت کا غم اور اپنی بے بسی اور بیچارگی کے احساس نے اس کے چہرے پر خزاں کے جو منحوس سائے پھیلا دیے تھے ان کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ میں نے یوں ہی ندیم کو چھیڑنے کی خاطر تسنیم سے پوچھا۔

"تم خوش تو ہو؟"

"جی ہاں۔" تسنیم نے بڑی انکساری سے جواب دیا۔ "آپ نے مجھ پر جو احسان کیے ہیں وہ میں تمام زندگی۔۔۔"

"نہیں۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز لہجہ اختیار کیا۔ "بھائی بہنوں کے صرف کام آتے ہیں۔ ان پر احسان نہیں کرتے۔ ویسے مجھے تمہارے بارے میں ایک فکر اب بھی پریشان کرتی رہی ہے۔"

"وہ کیا؟" تسنیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم جس شخص کے پلے بندھ گئی ہو اس کا کوئی بھروسا نہیں۔" میں نے ندیم کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ لوگ جو بندروں کی طرح ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگانے کے عادی ہوں۔ ذرا

مشکل ہی سے قابو میں آتے ہیں۔"

"اچھل کود اور چھلانگیں لگانا صحت اور تندرستی کی علامت ہے۔" ندیم نے برجستہ کہا۔ "لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم نے مجھے جس شاخ سے باندھ دیا ہے میں تمام زندگی اسی پر الٹا لٹکا رہوں گا۔"

"سن لیا آپ نے۔" تسنیم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے پیار اور عقیدت سے ندیم کو دیکھا۔

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ایک ائر ہوسٹس بوکھلائی ہوئی کیبن میں داخل ہوئی۔

"کیا آپ میں سے کوئی ڈاکٹر بھی ہے۔" اس نے تمام مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اکانومی کلاس میں ایک مسافر کو ایمرجنسی پیش آگئی ہے۔" ائر ہوسٹس کے سوال کے جواب میں ایک ادھیڑ عمر کا انگریز تیزی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس شخص نے اپنے سفری بیگ سے اسٹیتھو سکوپ نکالنے میں خاصی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔

"تم ذرا بیٹھو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں دیکھ کر آتا ہوں کہ کیا بات ہے؟"

"تم کیا خدائی فوجدار کی حیثیت سے جاؤ گے؟ میرا مطلب ہے کہ تمہارا ڈاکٹری کے پیشے سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اس کا جواب میں تمہیں واپسی پر دوں گا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا پھر وہ بھی اکانومی کلاس کی طرف چلا گیا۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی ندیم کی واپسی ہوئی تھی۔ ادھیڑ عمر کا انگریز ڈاکٹر اس کے ساتھ نہیں تھا۔

"کوئی خاص بات۔" میں نے ندیم کے بیٹھنے کے بعد اس سے صورت حال کے بارے میں دریافت کیا۔

"ایک مسافر کی موت واقع ہو گئی ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ڈاکٹر ابھی تک اس کی زندگی بچانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کے جواب پر قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "جب ڈاکٹر ابھی تک اس کی زندگی بچانے کی تگ و دو کر رہا ہے تو پھر تم نے اسے مردہ کیسے قرار دے دیا۔"

"اس لیے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔" ندیم بولا۔ "اس کے چہرے کی رنگت بڑی تیزی سے نیلی پڑ رہی ہے اور منہ سے جھاگ نکل رہا۔ شاید اسے کوئی تیز زہر دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ خودکشی کا کیس ہو۔ بہرحال میرے اندازے کے مطابق زندگی سے اس کا رشتہ ہر لمحے ٹوٹتا جا رہا ہے۔"

"اگر اسے خودکشی کرنی تھی تو پھر اس نے جہاز کے سفر ہی کا انتخاب کیوں کیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ کام وہ کہیں بھی کر سکتا تھا۔"

"اس کا جواب تو مرنے والا ہی دے سکتا ہے جو شاید اب تک دنیا سے قطع تعلق کر چکا ہو گا۔"

ندیم بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک بار پھر اسی خطرے کا احساس ابھر آیا جس کی سرخ بتی پہلے بار بار جل بجھ رہی تھی۔ معاً میرے دماغ میں ایک نئے نکتے نے سر ابھارا۔ کہیں میرے ذہن میں ابھرنے والے خطرے کا تعلق اسی شخص سے تو نہیں تھا جو ندیم کی اطلاع کے مطابق ہر لمحہ موت سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے ندیم کی سمت دیکھا۔ وہ تسنیم سے باتوں میں مصروف تھا۔ میرے اندر مختلف وسوسے جنم لے رہے تھے۔ ائر ہوسٹس کی اطلاع پر صرف انگریز ڈاکٹر ہی اپنی کرسی سے اٹھا تھا۔ اس کے بعد ندیم بھی صورت حال کا جائزہ لینے چلا گیا تھا۔ باقی مسافر اسی طرح اپنے اپنے کام یا آرام میں محو تھے کہ انہیں مرنے والے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

پھر ندیم ہی کیوں؟

کیا وہ مرنے والے سے واقف تھا یا پھر اسے علم تھا کہ اس قسم کا کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہے جس کی تصدیق کی خاطر وہ اکانومی کلاس کی طرف گیا تھا؟ ندیم نے اس بات کا اظہار بھی بڑے وثوق سے کیا تھا کہ مرنے والے کو یا تو کسی۔۔۔ نے کوئی سریع الاثر زہر دیا ہے یا پھر اس نے خود اپنے نجی حالات سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لی تھی۔ کیا ندیم مرنے والے سے پہلے سے واقف تھا؟۔ اگر نہیں۔ تو پھر خاص طور پر ڈاکٹر کے ساتھ اسی کو اٹھ کر جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ میں نے کسی خیال کے تحت فرنچ کٹ داڑھی والے اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی دوشیزہ کی سمت دیکھا۔ وہ دونوں بڑی ڈھٹائی سے سر سے سر جوڑے بیٹھے راز و نیاز میں مصروف تھے۔ فرسٹ کلاس کیبن کا ہر مسافر اپنی جگہ بڑا مطمئن اور بے پروا دکھائی دے رہا تھا لیکن کوئی بات ایسی ضرور تھی جو میرے ذہن کو رہ رہ کر الجھا رہی تھی۔ بظاہر میں نے بھی خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کے لیے اخبار اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کر لیا تھا لیکن میرا ذہن بدستور کسی گھوڑی کے مانند مختلف راستوں پر بھٹک رہا تھا پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں نے ادھیڑ عمر کے انگریز ڈاکٹر کو واپس آتے دیکھا۔ اس کے چہرے پر طاری مایوسی ظاہر کر

aazzamm@yahoo.com

رہی تھی کہ وہ مرنے والے کو بچانے میں ناکام ہی رہا ہے۔ کیبن کے دوسرے مسافروں نے بھی بری طرح سرسری نظر سے ڈاکٹر کو دیکھا تھا پھر اپنے اپنے ماحول میں گم ہو گئے۔

"تم کہاں گم ہو میری جان۔" اچانک ندیم نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس قسم کے حادثات بھی زندگی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔"

"لیکن جہاز پر ہی کیوں؟" میں نے سنجیدگی سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔

"کیا مطلب؟" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "کیا جہاز پر منکر نکیر کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔"

"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔ "کوئی غیر ملکی یا ——"

"غیر ملکی اس قسم کی حماقتوں کا ثبوت شاذ و نادر ہی دیتے ہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اپنی ہی برادری کا آدمی تھا۔"

"اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر کا کیا بیان ہے؟"

"تم پولیس انسپکٹر رہ چکے ہو' چاہو تو یہاں بھی اپنی تفتیش کا پٹارا کھول سکتے ہو لیکن میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جو شخص اس قسم کے حادثات میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتا ہے اسی کی پوزیشن قانون کی نگاہوں میں زیادہ مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"اب اس لاش کا کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے اسے چلتے جہاز سے نیچے نہیں پھینکا جا سکتا۔" ندیم نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگلے ائرپورٹ تک اسے جہاز ہی کے اندر رکھا جائے گا۔"

"کیپٹن نے مرنے والے کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں نے ان باتوں کی تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ جو مسافر مرنے والے کے آس پاس کی نشستوں پر بیٹھے ہیں ان کا بیان ضرور لیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کیبن بیگیج کی تلاشی بھی لی جائے۔"

میں نہ جانے کیوں مرنے والے کے سلسلے میں الجھ رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ جہاز پر چڑھتے وقت ہی مجھے کسی نادیدہ خطرے کا احساس ہوا تھا۔ میں نے ندیم سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ پندرہ منٹ بعد نسیم اپنی نشست سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف گئی تو ندیم نے مجھ سے بڑے مدھم لہجے میں مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"جو شخص مر چکا ہے اس کے بارے میں اپنے ذہن کو پریشان مت کرو اس لیے کہ تمہاری زندگی کا دارومدار اسی کی موت پر ہی تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ میرے پورے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

"وہ تیش پال تھا جسے نرنجن لال نے تمہاری موت کے لیے تعینات کیا تھا۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "اگر وہ نہ مرتا تو شاید منزل پر پہنچنے کے بعد مسافروں کی بھیڑ میں ہمیں تمہاری لاش پر ماتم کرنا پڑتا۔"

"کیا تیش پال کو تمہارے آدمیوں نے ——"

"پلیز۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اب اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ جسٹ ریلیکس۔"

"لیکن ——"

"اتنی جلدی کیا ہے۔" ندیم نے قدرے جھلاتے ہوئے میری بات کاٹی۔ "ہم لندن پہنچ کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر بھی اطمینان سے باتیں کر سکتے ہیں۔"

ندیم کی جھلاہٹ بے جا نہیں تھی۔ میں نے جلدی سے موضوع بدل دیا لیکن دل ہی دل میں ندیم کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اگر اس نے اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھی ہوتیں اور بروقت تیش پال جیسے خطرناک مجرم کو ٹھکانے نہ لگوایا ہوتا تو اس کا نتیجہ میری موت کی صورت میں بھی سامنے آ سکتا تھا۔ ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں آئی کہ وہ جہاز میں صرف میرے اور نسیم کے ساتھ سفر نہیں کر رہا تھا۔ اس کے کچھ ایسے کارندے بھی موجود تھے جو اس کے ایک اشارے پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار تھے۔ بظاہر وہ ہمیشہ بہت بے پروا نظر آتا تھا لیکن اس وقت میں یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ وہ باطنی طور پر کس قدر محتاط اور خطروں سے آگاہ رہتا تھا۔ شاید اس کے جسم پر ہر سمت آنکھیں ہی آنکھیں موجود تھیں جو دشمنوں کی نشاندہی کرتی رہتی تھیں۔ اس سے پیشتر بھی میں نے کئی موقعوں پر ندیم کے جانثاروں کو دشمن پر اچانک کسی آدم خور چیتے ہی کے مانند جھپٹتے دیکھا تھا۔

لندن میں ہمارا قیام ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہی ہوا۔ ندیم نے کمرے بک کرنے والی بات مذاق میں نہیں کی

تھی۔ اس نے اپنے اور نسیم کے لیے جو سوئٹ بک کرایا تھا وہ چوتھی منزل پر تھا جبکہ میرا کمرا چھٹی منزل پر تھا۔ عام حالات میں ممکن تھا کہ میں اس بات پر احتجاج کرتا لیکن تیش پال کی موت کے بعد میں نے ایسا نہیں کیا۔ الگ الگ منزلوں پر کمرا بک کرانے میں بھی شاید ندیم نے کسی مصلحت سے کام لیا ہو گا۔

دو روز تک ہم سارا سارا دن ندیم کے ساتھ لندن کی شاہراہوں اور تفریح گاہوں کا چکر لگاتے رہے۔ تیسری شام میں عصرانہ کرنے کے بعد ایک صوفے پر بیٹھا آرام کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ دوسرے صوفے پر تقریباً ڈھیر ہوتے ہوئے اس نے سکون کا طویل سانس لیا پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

"خدا کا شکر ہے اب فی الحال ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا سفر کی تکان دور کیے بغیر ہی کوئی شریف آدمی دو روز تک اس طرح صبح سے شام تک سڑکوں اور تفریح گاہوں میں آوارہ گردی شروع کر دیتا ہے۔"

"آئی ۔ سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "گویا تم تیش پال کے علاوہ کسی اور نادیدہ دشمن کے امکانات کا جائزہ لے رہے تھے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات آسانی سے تمہاری سمجھ میں آ گئی ورنہ پولیس والوں کی کھوپڑی میں عام طور پر ——"

"شٹ اپ۔" میں نے تیزی سے ندیم کو ٹوکا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک سوال ابھر آیا۔ "تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی تم نے بیرون ملک کے سفر کا پروگرام کس لیے مرتب کر لیا تھا۔"

"مجھے یقین تھا کہ یہ سوال تمہاری کھوپڑی کی بھٹی میں ضرور پک رہا ہو گا۔" ندیم معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بڑی بے پروائی سے بولا۔ "نرنجن لال کا مسئلہ ہمارے لیے خواہ مخواہ طول پکڑتا جا رہا تھا۔ اس نے جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیے تھے ان کا جواب دینا ضروری تھا لیکن کسی جوابی کارروائی کے لیے ہمارا منظر عام سے ہٹ جانا بھی بہت ضروری تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے ندیم کو گھورا۔ "کیا ہماری غیر موجودگی میں تمہارے

اسلم راہی ایم-اے کے تاریخی ناول

صلیب و حرم	125/-
نیشا پور کا شاہین	150/-
بابل کا بت شکن	150/-
طلسم کدہ	175/-
آتش فشاں	150/-
آخری حصار	200/-
بنت نیل	125/-
سائبریا کا طوفان	150/-
آتش و آہن	150/-
ظلمات	150/-

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

آدمیوں نے ——"

"تیش پال کی طرح اب نرنجن لال کے نام کو بھی اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال دو۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "اب تک تو اس کی چتا سے اٹھائی راکھ بھی سمندر برد ہو چکی ہو گی۔"

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" میں نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا۔ "ہماری غیر موجودگی میں ہو سکتا ہے کہ نرنجن لال کی موت کا شبہ بے چارے تیموری پر کیا جائے۔ اس لیے کہ اپنے نقصان کے سلسلے میں اسی نے نرنجن لال کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی تھی۔"

"تمہاری پریشانی بیکار ہے اس لیے کہ میرے آدمیوں نے جو پلان مرتب کیا ہو گا اس میں تیموری کے بچاؤ کے

aazzamm@yahoo.com

پہلو کو نظرانداز نہیں کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ تیموری فوج میں بھی کارہائے نمایاں انجام دے چکا ہے۔ وہ اپنا دفاع کرنا جانتا ہے۔"

"لیکن ـــــ"

"بلاوجہ کی ذہنی جمناسٹک سے کیا حاصل ہو گا؟" جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی اور جسم سے نکلی ہوئی روح کبھی واپس نہیں آسکتی۔"

"لندن میں ہمارا قیام کتنے دنوں رہے گا۔" میں نے موضوع بدلنے کی خاطر پوچھا۔ ندیم سے بحث فضول تھی۔ وہ سوچنے سے زیادہ کر گزرنے کے اصول کا عادی تھا۔ زنجن لال کے کانٹے کو درمیان سے نکالنے کی خاطر اس نے جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ ہر طرح سے بھرپور تھا۔ اس کی موت کی اطلاع سننے کے بعد میرے ذہن سے وہ فکر اور پریشانی بھی دور ہو گئی جو مجھے والد صاحب کے سلسلے میں لاحق تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ میری روانگی کے بعد زنجن لال ہماری کمپنی اور کاروبار کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنی تخریبی سرگرمیاں ضرور تیز کر دے گا جو والد صاحب کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی تھیں۔

"ابھی تو ہمیں اس سرزمین پر قدم رکھے دو دن ہی گزرے ہیں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو میں نے ہنی مون کے پروگرام کو بھی آخری شکل نہیں دی۔ ہفتے دو ہفتے میں ذرا تھکن دور ہو جائے اور مقامی کاروبار کا جائزہ مکمل کر لوں پھر اطمینان سے بیٹھ کر کوئی پروگرام بناؤں گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تم نے یہاں بھی کسی کیسینو یا نائٹ کلب میں ٹانگ پھنسا رکھی ہے۔"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ تم میرے ساتھ ہی ہو آہستہ آہستہ ہر بات سے واقف ہوتے رہو گے۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"ہم نے جس جہاز میں سفر کیا تھا۔ اس میں ہمارے علاوہ تمہارے اور کتنے فرد موجود تھے۔"

"نصف درجن۔" ندیم نے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہیں شبہ کس پر ہو رہا ہے؟"

"فرسٹ کلاس کے کیبن میں ہمارے علاوہ صرف ایک ہی جوڑا ایسا تھا جسے میں نے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔"

"شبے کی کوئی خاص وجہ۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بس میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ دونوں ـــــ"

"لندن میں رہ کر ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "جلد بازی میں کسی سے ٹکرا جانے کے فیصلے سے گریز ہی کرنا ورنہ ہو سکتا ہے ہمیں اپنے ہی کسی آدمی کا نقصان برداشت کرنا پڑے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جس طرح میں اپنے کارندوں کو بہت عزیز رکھتا ہوں اس طرح وہ بھی ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے غافل نہیں ہوتے۔ ہر وقت میرے آس پاس ہی سائے کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں۔ اکثر تو مجھے دشمنوں کی موت کی اطلاع اس وقت ملتی ہے جب وہ میرے آدمیوں کے جال میں پھنس کر زندگی سے رشتہ توڑ چکے ہوتے ہیں۔"

"گویا اب وہ تمہارے علاوہ میری نگرانی بھی کریں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"تم نے میری چھٹی حس کے بارے میں رائے زنی نہیں کی۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے لیکن تم ان دونوں کو شناخت نہیں کر سکے حالانکہ دونوں سے مل چکے ہو۔"

"میک اپ۔"

"ہاں۔ وہ دونوں میک اپ کے فن میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔" ندیم نے کہا۔ "اکثر مجھے بھی غلط فہمی ہو جاتی ہے جو مخصوص کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد ہی دور ہوتی ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"فرنچ کٹ داڑھی والا میرا دست راست راجو تھا اور دوسری لڑکی وہ تھی جس نے تمہیں کال گرل کے روپ میں کیسینو میں بچایا تھا۔ اس کے بہت سارے نام ہیں لیکن تم اسے ماریا کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔" ندیم نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے ایک اور انکشاف کیا۔ "راجو اور ماریا بھی اسی ہوٹل میں الگ الگ کمروں میں مقیم ہیں لیکن اب وہ دونوں کسی اور میک اپ میں ہیں۔ میں نے اسی لیے تمہیں کہا ہے کہ کسی ایکشن میں بہت جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا۔"

"تم آخر ہو کیا بلا۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے

بے تکلفی سے پوچھا۔ "اوپر سے جتنے بے پروا اور لاابالی نظر آتے ہو اندر سے اتنے ہی چالاک اور محتاط ہو۔ کتنے روپ ہیں تمہارے؟"

ندیم میری بات سن کر مسکرا دیا تھا پھر کچھ دیر بعد اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کل رات ہم کنگ اسٹارز نامی کیسینو چلیں گے۔ میرا شبہ ہے کہ کنگ اسٹارز کا مقامی ایجنٹ مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ جو گوشوارے مجھے پیش کرتا ہے مجھے اس پر شبہ ہے اس لیے ہم وہاں میک اپ میں ہوں گے۔ ہمارا ظاہری کردار ان بگڑے دل رئیسوں اور عیاش لوگوں جیسا ہو گا جو شراب پانی کی طرح پیتے ہیں۔ جوئے میں تیس ہزار پاؤنڈ ہار جانا ان کے نزدیک بڑی معمولی بات ہوتی ہے اور خوبصورت اور حسین لڑکیوں کے سلسلے میں جن کی رال ہر وقت کسی ندیدے بچے کی طرح ٹپکتی رہتی ہے۔"

"جوئے اور لڑکی کی حد تک تو خیر میں اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا ہوں لیکن شراب ـــــ"

"گھبراؤ مت۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا۔ "شراب کے معاملے میں بھی تمہیں اداکاری کرنا ہو گی لیکن کسی کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے گلاس میں شراب کے بجائے کوئی حلال مشروب سرو کیا جائے گا۔"

میں مزید کچھ باتوں کی وضاحت کرنا چاہتا تھا کہ تسنیم اندر داخل ہوئی اور ہمیں گفتگو کا موضوع بڑی خوبصورتی سے بدل دینا پڑا۔

کنگ اسٹارز کیسینو چار منزلہ عمارت تھی جس کے باہر بے شمار نیون سائن بورڈ سر شام ہی سے جگمگ جگمگ کرنا شروع کر دیتے تھے۔ گراؤنڈ فلور پر بار روم، بلیئرڈ روم اور ڈانسنگ فلور کے علاوہ ایک مختصر سا حصہ اسنیک بار کے لیے بھی وقف تھا۔ پہلی منزل اور دوسری منزل پر بھی شراب کے کاؤنٹر موجود تھے۔ ان دونوں منزلوں پر مشین اور تاش کے پتوں کے ذریعے جوا کھیلنے کا انتظام تھا اور کچھ نیم تاریک بالکونیاں بھی تھیں جس پر مدھم پاور کے بلب روشن رہتے تھے اس حصے کو خاص طور پر راز و نیاز کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ بالکونیاں اتنی کشادہ اور لمبی تھیں کہ اس میں چار چار میزیں آسانی سے آجاتی تھیں اور ہر میز پر چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی۔ دیگر تمام لوازمات کا بندوبست بھی کسی فور اسٹار ہوٹل سے کم نہیں تھا۔ تیسری منزل صرف وی آئی پی حضرات کے لیے مخصوص تھی جہاں بہت بڑے پیمانے پر جوا ہوتا تھا۔ وی آئی پی حضرات میں ان لوگوں کا شمار زیادہ ہوتا تھا جن کے لیے پاؤنڈ اور پاؤنڈ کی حیثیت ردی کی ٹوکری میں پڑے ہوئے کاغذ کے معمولی ٹکڑوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتی تھی۔ شراب اور شباب کے معاملے میں ان میں سے بیشتر افراد اپنی عمر کا لحاظ کیے بغیر بھوکے کتوں کی طرح زبان لپلپاتے رہتے تھے۔ تینوں منزلوں پر صرف لڑکیاں سروس کرتی تھیں لیکن تیسری منزل پر خاص طور پر ان ہی لڑکیوں کو مامور کیا جاتا تھا جو نہ صرف یہ کہ کم عمر ہوتی تھیں بلکہ بہکے ہوئے شرابیوں کا شکار کرنے میں بھی مہارت رکھتی تھیں۔ گراؤنڈ فلور پر سروس کرنے والوں میں لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم ہوتی تھی۔ تیسری منزل پر انتظامیہ کے دفتر بھی موجود تھے لیکن اس کا راستہ عام نہیں تھا۔ کنگ اسٹار میں لفٹ سروس کا معقول انتظام تھا۔ اس کے علاوہ سیاہ لباس میں بظاہر سوٹ بوٹ میں ملبوس ہر فلور پر ایسے شریف النفس افراد بھی انتظامیہ کی جانب سے تعینات تھے جو کسی دنگا فساد کی صورت میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہ سب پیشہ ور بدمعاش تھے جنہیں بھاری معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ ان افراد کی خاص نشانی یہ تھی کہ وہ شناخت کے طور پر اپنے کوٹ کی سیدھی جیب میں سرخ رومال اس طرح رکھتے تھے جس کا کچھ حصہ باہر نکلا رہتا تھا۔

میں پروگرام کے مطابق ٹھیک ساڑھے دس بجے رات کو وہاں پہنچا۔ ندیم میرے ہمراہ نہیں تھا۔ شاید اس میں بھی اس کی کوئی خاص مصلحت تھی۔ بہرحال میں نے گاڑی سے اتر کر گراؤنڈ فلور کے مین ہال میں قدم رکھا پھر لوگوں پر ایک سرسری نظر ڈالتا ہوا لفٹ کی طرف گیا اور لفٹ میں داخل ہونے کے بعد تیسری منزل کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ میں میرے علاوہ دو مرد اور تین عورتیں بھی تھیں جن میں سے بیشتر کے منہ سے شراب کے بھبکے نکل رہے تھے۔ ہمارے علاوہ ایک سرخ رومال والا بھی ایک گوشے میں موجود تھا۔ مجھے اس بات کا علم بعد میں ہوا کہ سرخ رومال والوں کی ڈیوٹی لفٹ پر خاص طور پر لگائی گئی تھی تاکہ سروس کے درمیان کوئی ایسی واردات رونما نہ ہونے پائے جو کیسینو کی بدنامی کا سبب بنے۔ ندیم کی اطلاع کے مطابق یہ طریقہ کار اس حادثے کے بعد اپنایا گیا تھا جب ایک کال گرل کی لاش لفٹ میں دریافت ہوئی تھی جسے کسی نامعلوم شخص نے راستے میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔

بہرحال میں نے لفٹ سے اترنے کے بعد ایک مختصر

aazzamm@yahoo.com

راہداری عبور کر کے فلور پر قدم رکھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پہلی نظر میں مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے میں کسی شداد کی جنت میں آگیا ہوں۔ ہر سمت زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ مختلف خوشبوؤں کے ساتھ شرابوں کی ملی جلی مہک ذہن پر ایک عجیب سی غنودگی کی کیفیت پیدا کر رہی تھی ماحول کو ایسا رنگ دیا گیا تھا کہ اگر اسے طلسماتی دنیا کا کوئی گوشہ کہا جائے تو بھی بے جا نہ ہوگا۔ خاص طور پر سروس کرنے والی لڑکیاں اور کال گرلز بھی حسن و شباب کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھیں۔

ہال کی بیشتر میزیں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے موجود افراد پر نظر ڈالی لیکن ندیم مجھے کہیں نظر نہ آیا جبکہ اس نے وہاں مجھ سے پہلے پہنچنے کو کہا تھا۔ بہرحال میری جیب میں اس وقت وہ کیش رقم تھی جو ندیم نے فراہم کی تھی۔ میں ابھی دروازے کے قریب کھڑا ماحول اور خالی میزوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ درمیانہ قد اور کسرتی جسم کے مالک ایک مقامی شخص نے میرے قریب آکر بے حد مہذب لہجے میں کہا۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"آپ کی تعریف۔" میں نے سر تا پا غور سے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"میں اس فلور کا انچارج ہوں۔ نارمن۔" اس نے نگاہوں ہی نگاہوں میں میری حیثیت کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا پھر قدرے آہستہ سے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ شاید پہلی بار یہاں آئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ یہاں آتے رہے ہوں بہرحال اس فلور پر غالباً آج آپ نے پہلی بار قدم رکھا ہے۔"

"مسٹر نارمن! میں آپ کے اندازے کو چیلنج نہیں کروں گا۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میں نے کل رات ہی اس سرزمین پر قدم رکھا ہے اور آج آپ کے سامنے موجود ہوں۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے کلب اسٹارز کو دوسرے مقامی کیسینوز پر فوقیت دی۔"

"ہاں۔ آں۔ میں نے اس کی خاصی شہرت سن رکھی تھی اس لیے سیدھا ادھر ہی چلا آیا۔" میں نے قریب سے گزرتی ہوئی نیم عریاں لباس میں ملبوس ایک لڑکی کو دو انگلیاں فضا میں لہرا کر وش کرتے ہوئے کہا پھر کسی پیشہ ور جواری کے لب و لہجے میں بولا۔ "حقیقت کیا ہے اس کا اندازہ تو بعد ہی میں ہوگا۔"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"آپ کا اندازہ کیا کہتا ہے؟" میں نے جیب سے ایک اعلیٰ برانڈ کی سگریٹ نکال کر سلگائی پھر اس کا سارا دھواں نارمن کے چہرے کی سمت اڑا دیا۔ اسے میری حرکت یقیناً ناگوار گزری تھی لیکن اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کا تعلق ہندوستان یا پاکستان سے ہے۔"

"ون منٹ مسٹر نارمن۔" اس بار میں نے اسے ناپسندیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا کلب اسٹارز میں قدم رکھنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام پارٹیکولرز کے بارے میں انتظامیہ کو کوئی اجازت نامہ بھر کر پیش کرے۔"

"او نو۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "آپ نے میری بات کا غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ میں نے محض اپنی معلومات کی خاطر یوں ہی ایک بات دریافت کی تھی۔ اگر آپ کو ناگوار محسوس ہوا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"او کے۔" میں نے فراخدلی سے اسے معاف کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے کسی ایسی ٹیبل تک پہنچا سکتے ہیں جہاں میں اپنی قسمت آزما سکوں لیکن اس بات کا خاص خیال رکھیے گا کہ آپ اس فلور کے انچارج ہیں اور میں۔ شارپنگ کرنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔" آخری جملہ میں نے دیدہ و دانستہ ذرا مختلف اور معنی خیز انداز میں نارمن کو اپنی شخصیت کے دوسرے پہلو سے مرعوب کرنے کی خاطر کہا تھا۔

"ہمارے یہاں ہمیشہ صاف گیم ہوتا ہے مسٹر۔"

"شہباز خان۔" میں نے اپنا نام بتانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

"ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی وزیٹر کو کوئی شکایت نہ ہونے پائے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ کسی قسم کا ہنگامہ ہو جو دوسرے گاہکوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔" اس بار نارمن کا لہجہ بھی قدرے تیکھا تھا۔

"ہنگامے ہمیشہ حالات کی پیداوار ہوتے ہیں۔" میں نے ایک بار پھر منہ بھر کر سگریٹ کا دھواں اس کی سمت اڑاتے ہوئے بے جگری سے کہا۔ "ایک منٹ بعد پوزیشن کیا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ قبل از وقت کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔"

جواب میں نارمن نے مجھے غور سے دیکھا پھر میری

رہنمائی ایک ایسی میز تک کر دی جہاں دو مقامی فرد اور دو ادھیڑ عمر کی عورتیں تین پتی کھیل میں مصروف تھیں۔ ان کے سامنے گلاس اور بوتل موجود تھی۔ یہ واحد میز تھی جہاں مجھے کوئی کال گرل نظر نہیں آرہی تھی۔ میز پر آٹھ آدمیوں کی نشست کا انتظام تھا۔ نارمن میرا تعارف دوسروں سے کرا کے چلا گیا۔ میں نے ایک بار پھر ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لیا۔ ندیم اس بار بھی مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں ابھی اس کی غیر موجودگی کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک کمسن اور شوخ و شنگ ویٹرس نے میرے قریب آتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ کچھ پینا پسند کریں گے؟"

"وہائی ناٹ۔" میں نے اس کی نیلگوں آنکھوں میں دور تک جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم اپنی پسند کی کوئی بھی ڈرنک لے آؤ میں اعتراض نہیں کروں گا۔"

میرے جواب میں ایسی پیشہ ورانہ آوارگی تھی کہ مجھے خود بھی اس پر حیرت ہوئی۔ میز پر بیٹھے ہوئے دوسرے افراد نے بھی ایک نظر میری طرف دیکھا پھر اس بازی کی طرف متوجہ ہو گئے جو ابھی جاری تھی۔

"یو آر رئیلی ویری سوئٹ جنٹلمین لیکن پھر بھی میں آپ کی پسند معلوم کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔" اس کی نگاہوں میں یکلخت ان گنت جام ٹکرا کر چھلک اٹھے۔ وہ کمسن ہونے کے باوجود خاصی تجربہ کار لگ رہی تھی۔۔۔۔ اس کا انگ انگ دعوت گناہ دے رہا تھا۔ سروس کے علاوہ وہ غالباً "کال گرل" کے فرائض بھی انجام دیتی ہوگی۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔

"میری پسند تم ہو۔ تمہارے ساتھ مل کر بیٹھ کر پینا میرے لیے یقیناً خوشگوار ثابت ہوگا۔"

"ایز یو وش سر۔" اس نے خود کو اتنا خم کر کے جواب دیا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ وہ بلاشبہ ایک قابل رشک جسم کی مالک تھی۔ یہ اور بات ہے کہ قدرت نے اس کی قسمت میں پامالی رقم کر دی تھی اس پامالی میں اس کی تہذیب کو بھی خاصا دخل تھا جہاں گناہ و ثواب کا تصور بے معنی چیز تھی۔

اس کے جانے کے بعد میں بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگا کہ اگر اس نے واقعی شراب کا کوئی تلخ جام میرے سامنے لا کر رکھ دیا تو میرا ردعمل کیا ہونا چاہیے۔ بہرحال ایک بات میں نے طے کر لی تھی کہ کم از کم اس حرام شے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جسے میرے مذہب نے ام الخبائث قرار دیا تھا۔ مجھے اب ندیم پر بھی غصہ آرہا تھا جو مجھے وہاں بلا کر خود غائب تھا۔

میز پر جمی بازی ختم ہوئی تو میں بھی اگلی بازی میں شریک ہو گیا۔ مجھے تاش، فلش اور دوسرے اقسام کے جوئے کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہ تھیں لیکن پولیس کی ملازمت کے دوران میں نے جو تجربات اور مشاہدے حاصل کیے تھے اس کی روشنی میں میں کم از کم اس بات کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا کہ کون دھوکے بازی سے کام لے رہا ہے۔

پہلی بازی میں کچھ دیر تک بلائنڈ کرتا رہا پھر پتے اٹھا کر دیکھے۔ میرے پاس دو اکے تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کڑوا سا منہ بنا کر پتے کھلے پھینک دیے۔ عام طور پر جواری اپنے کارڈ ظاہر نہیں کرتے۔ اکوں کا پیئر دیکھ کر ان چاروں نے مجھے حیرت سے دیکھا پھر کھیل میں مصروف ہو گئے۔ ان کی نگاہوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ مجھے کوئی نیا یا پھر اناڑی کھلاڑی سمجھ رہے تھے۔ مجھے اس کی کچھ زیادہ پروا بھی نہیں تھی۔ میرا ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ ندیم نے مجھے کلب اسٹارز میں کیوں بھیجا تھا؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ اگر ندیم کا مقامی ایجنٹ اسے ڈبل کراس کر رہا تھا تو اس میں میرے رول کو کیا اہمیت حاصل تھی۔

دو تین بازی تک میں بڑی بڑی رقم سے بلائنڈ کرتا رہا اور پھر ان پتوں کو بھی بڑے بے پروائی سے پھینکتا رہا جس پر دو تین چالوں کا رسک لیا جا سکتا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میرے ساتھ کھیلنے والے میری حماقت پر مسکرانے بھی لگے تھے مگر میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ البتہ اتنا اندازہ ضرور لگایا تھا کہ میرے سیدھے ہاتھ پر بیٹھنے والا شخص جس کا تعارف مجھ سے مسٹر ہاورڈ کے نام سے کرایا گیا تھا شارپنگ کر رہا تھا۔ اس کے پاس سے ہمیشہ بڑے پتے ہی برآمد ہو رہے تھے۔ دوسرا شبہ مجھے یہ ہوا کہ وہ چاروں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور مل جل کر کسی بھی نئے آدمی کی چھلائی کرنے کے عادی ہیں۔ ہار اور جیت دونوں ہی صورتوں میں وہ برابر کے شریک ہو جاتے ہوں گے یہ محض میرا اندازہ تھا۔

چوتھی بازی میں پتا پھینکنے کے بعد میں دوسری سگریٹ جلا رہا تھا کہ کمسن اور خوبصورت ویٹرس میرے لیے ایک اعلیٰ قسم کی شراب کی سربند بوتل اور گلاس لے کر آگئی۔ ٹرے میں کچھ کٹے ہوئے اور خشک آئٹم بھی موجود تھے جو شراب کے ساتھ بطور شغل استعمال کیے جاتے ہیں۔

aazzamm@yahoo.com

نہایت نفاست اور نزاکت سے وہ ہر شے سرو کر کے جانے کے لیے مڑی تو میں نے بڑی بے تکلفی سے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر بغیر پیے بہکتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تمہیں بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کمپنی دینی ہو گی۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میں نے سو پاؤنڈ کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سلیولیس (sleeve less) اور چوڑے گلے کے بلاؤز میں ڈال دیا۔ وہ مسکرا کر میرے برابر بیٹھ گئی اور میرے لیے جام تیار کرنے لگی۔ جام تیار کرنے کے بعد اس نے مجھے بڑی مخمور نگاہوں سے دیکھا اور اپنا گلاس اٹھا کر فضا میں بلند کیا۔ میں اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنی کیٹ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنا گلاس اٹھا کر اس کے گلاس سے ٹکرایا اور اسے اپنے ہونٹوں کے قریب لے آیا تاکہ سونگھ کر محسوس کر سکوں کہ گلاس میں کیا ہے۔ ندیم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ مجھے کوئی حلال مشروب سرو کیا جائے گا لیکن مجھے اداکاری کسی بہکے ہوئے شرابی کی کرنا ہو گی۔ گلاس میں بھرے ہوئے محلول کو سونگھنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا کہ وہ شراب نہیں تھی کچھ اور ہی شے تھی۔ میں ابھی اسے ہونٹوں سے لگانے یا نہ لگانے کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ لڑکی نے بڑے خوبصورت انداز میں مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کم آن پارٹنر۔ اس نعمت کو حلق میں نیچے اتارنے میں دیر مت کرو۔"

لڑکی کے آنکھ مارنے کا انداز سو فیصد بے حیائی اور بے شرمی کا کھلم کھلا مظاہرہ تھا لیکن میری چھٹی حس نے اس بات کی گواہی دی کہ وہ کال گرل ہونے کے باوجود ندیم کے ہی گروپ سے متعلق ہو گی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا پھر پہلا گھونٹ لینے کے بعد مجھے اس کا یقین آگیا کہ وہ شراب نہیں تھی۔ ندیم کے وعدے کے مطابق کوئی حلال مشروب تھا۔ مجھے اس کا مزہ کچھ کچھ پائن ایپل جوس سے ملتا جلتا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اب اس لڑکی میں زیادہ دلچسپی کا اظہار شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کھیل کا شغل بھی حسب دستور جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ لڑکی اپنے پاؤں سے میرے پاؤں کو ہلکے ہلکے ٹکرا رہی تھی۔ تبھی میں نے کن انکھیوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ میرے داہنی طرف بیٹھی تھی۔ گلاس اس نے سیدھے ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا اور اس کا الٹا ہاتھ اپنی ران پر تھا۔ جہاں مجھے کاغذ کی ایک تہ کی ہوئی پرچی نظر آرہی تھی۔ مجھے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ اسی پرچی کو میرے حوالے کرنے کی خاطر مجھے پاؤں سے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے گلاس خالی کیا پھر بڑی بے باکی سے اس کی بائیں ران پر ہاتھ مارتے ہوئے قدرے نشیلی آواز میں بولا۔

"میرے لیے دوسرا پیگ تیار کرو۔ مائی سویٹ ہنی۔ ڈبل پیگ ود فش واٹر۔" جملے کے اختتام کے ساتھ ہی وہ پرچی میری مٹھی میں منتقل ہو چکی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن بھی بتدریج تیز ہو رہی تھی۔

"کیا تم دوسرے پیگ کے ساتھ میرے ساتھ ایک راؤنڈ ڈانس کرنا پسند کرو گے ڈارلنگ۔"

"وہائی ناٹ۔" میں نے اس کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ اتنی دیر میں اس پرچی کو کھول چکا تھا پھر میں نے بہکنے والے انداز سے گردن کو تھوڑا سا خم دے کر پرچی پر ٹائپ شدہ پیغام پڑھ لیا۔

"مسٹر ہاورڈ ایک شاطر شارپر ہے۔ یہ نارمن کا ساتھی ہے اور نارمن میرا وہی مقامی ایجنٹ ہے جو میرے حصے کی ایک بڑی رقم بڑی خوبصورتی سے اسے خورد برد کرتا رہا ہے۔ تم بس نشے میں بہک کر ہاورڈ سے الجھ بیٹھو۔ باقی کام میرے کارندے سرانجام دیں گے۔"

پیغام کے آخر میں جلی انداز میں "N" ٹائپ تھا۔ گویا وہ پیغام مجھے ندیم ہی نے بھیجا تھا۔ میں نے پرچی کو پڑھنے کے بعد اسے گولی کی شکل دے کر اپنے کوٹ کے جیب میں منتقل کر لیا۔

"ڈارلنگ یو آر ریئلی ڈیشنگ اینڈ چارمنگ۔" چار پیگ حلال مشروب معدے میں اتارنے کے بعد میں نے پوری طرح بہکنے کی ایکٹنگ شروع کر دی تھی۔ اس وقت تک میں ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً دس پندرہ ہزار پاؤنڈز کی رقم گنوا چکا تھا۔ میرے چاروں گیمبل پارٹنر بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ اس عرصے میں دو بار اپنی خوبصورت پارٹنر کی ڈانسنگ کی فرمائش کو ٹال چکا تھا۔ میرے ساتھ ساتھ اس نے بھی نشے میں ہونے کی اداکاری شروع کی تھی پھر میں نے اسی پیغام پر عمل کیا جو پرچی پر ٹائپ تھا۔ ایک بار پتے بٹنے کے فوراً بعد ہی ہاورڈ کو غضیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے شبہ ہے کہ تم شارپنگ کر رہے ہو۔"

"وہاٹ نان سینس۔" ہاورڈ نے نفرت کا اظہار کیا۔

"شٹ اپ۔" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "اگر میرا اندازہ غلط ہے تو اس بازی میں ہم اپنے پتے تبدیل کیے لیتے ہیں۔ اس چیلنج کے لیے میں تم کو ایک ہزار پاؤنڈ دینے کو تیار ہوں۔ بولو۔ اگر تم شارپر نہیں ہو تو تمہیں میری چیلنج قبول کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" ہاورڈ نے فیصلہ کن انداز میں کہا پھر جلدی سے بولا۔ "صرف میں ہی نہیں باقی تین ساتھی بھی جیت رہے ہیں۔ ان میں سے تو کسی نے میرے شارپر ہونے پر شبہ نہیں کیا۔ اب تمہاری لک تمہارا ساتھ نہیں دے رہی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

"تمہارا قصور۔" میں نے مدھم آواز میں سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارا قصور صرف یہ ہے کہ تم سب ایک ہو جو دغا باز شکاری بن کر نئے شکار کو اپنے چنگل میں پھانستے ہو۔"

"کیا بکواس شروع کر دی تم نے۔" ہاورڈ نے حقارت سے کہا۔

"زندگی چاہتے ہو تو شرافت سے جیت کی رقم مجھے واپس کر دو ورنہ ـــــ ورنہ ـــــ"

"ورنہ کیا کرو گے تم۔"

"میں ٹیڑھی انگلیوں سے بھی کام نکالنا جانتا ہوں۔" میں نے ہاورڈ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔ وہ بھی غراتا ہوا اٹھا تھا لیکن میرا بھرپور باکسنگ والا رائٹ ہک اس کی کنپٹی پر لگا تو وہ لڑکھڑا گیا۔ میرے قریب بیٹھی ہوئی لڑکی تیزی سے اٹھ کر ایک طرف ہو گئی۔ قرب و جوار کی میزوں پر بیٹھے افراد بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

نارمن جو بار کاؤنٹر پر کھڑا تھا تیزی سے ہماری جانب لپکا۔ دو سرخ رومال والے بھی اس کے ساتھ ہی جھپٹے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ وہ ہماری میز تک پہنچ پاتے۔ پورا ہال گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے سرگوشی کی۔ "نکل چلو یہاں سے۔ تمہارا کام پورا ہو گیا ہے۔"

میں نے کوئی سوال جواب نہیں کیا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا جس نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ہال میں لوگوں کی ملی جلی آوازیں بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

❋

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا داڑھی والا بوڑھا شخص جس نے ڈھیلی ڈھالی جینز اور بڑے بڑے چارخانے والی قمیص پہن رکھی تھی اور ہونٹوں کے درمیان ایک سستا سا سگار دبا رکھا تھا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ پہلی نظر میں میں بھی اسے کوئی مقامی فارمر ہی سمجھا تھا۔ ہم جس پک اپ پر سفر کر رہے تھے اس کے دونوں طرف کسی فارم ہاؤس کے نام کا اندراج نہیں تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں کھیتی باڑی کا سامان تھا۔ شہری حدود کے اندر میں نے اسے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یا تو وہ بہرا بن گیا یا پھر جان بوجھ کر میرے سوالات کو نظر انداز کر رہا تھا۔ کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا لیکن دیہی علاقے کے شروع ہوتے ہی جب ندیم نے اپنی آواز میں مجھے مخاطب کیا تو میں اس طرح چونکا تھا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے مس کر گیا ہو۔

"تم ـــ" میں نے اسے حیرت سے گھورا۔ "اس حلیے کی کیا ضرورت تھی۔"

"فی الحال میں نارمن پر لندن میں اپنی موجودگی کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔" ندیم نے گاڑی کو سڑک کے بائیں جانب کچے پکے ٹریک پر اتارتے ہوئے کہا۔ "دو چار روز بعد ہی میں آمد کا اعلان کروں گا۔ اس عرصے میں تمہیں وہی سب کچھ کرنا ہو گا جو میں نے سمجھایا ہے۔ یعنی ایک پیشہ ور بدمعاش کا رول جس کے نزدیک انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا نارمن آسانی سے اپنے جرم کا اقرار کر لے گا؟"

"اس کا انحصار تمہاری صلاحیت پر ہے۔" ندیم مسکرایا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "نارمن اور مسٹر ہاورڈ کے علاوہ وہاں میرے دو چار آدمی بھی ہوں گے جو تمہاری گفتگو کے دوران بالکل گونگے اور بہرے افراد کا رول ادا کریں گے لیکن تم نے اگر اشارہ بھی کیا تو نارمن اور مسٹر ہاورڈ دونوں کا جسم چھلنی کرنے میں کسی سستی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ یہ فارم شہر سے خاصی دور ہے۔ زمین اتنی زرخیز ہے کہ دس بارہ آدمیوں کی لاشیں بھی بڑی آسانی سے قبول کر لے گی اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو گی۔"

"یہ فارم کس کا ہے؟" میں نے کچی سڑک کے دونوں اطراف لہلہاتے کھیت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اپنا ہی سمجھو۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جب شہر کے ہنگاموں سے دل اچاٹ ہونے لگتا ہے تو

aazzamm@yahoo.com

کچھ دنوں کے لیے اس پُرسکون اور پُرفضا مقام پر آرام کی غرض سے چلا آتا ہوں۔ ویسے اس فارم کی ملکیت فرگوسن نامی ایک مقامی باشندے کی ہے جو کسی زمانے میں اسمگلنگ کے کاروبار سے منسلک تھا لیکن اب نہایت شرافت کی زندگی گزار رہا ہے۔"

"اور کتنے کام پھیلا رکھے ہیں تم نے۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

جواب میں ندیم مسکرا دیا۔ سامنے فارم ہاؤس نظر آنے لگا تھا۔ اس لیے میں اپنی سیٹ پر محتاط ہو کر بیٹھ گیا۔ اگر ندیم نے پہلے مجھے آگاہ کر دیا ہوتا کہ لندن میں مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا ہوگا تو شاید میں کبھی بھی اس کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ کوئی خوبصورت سا بہانہ کر کے ٹال جاتا لیکن اب مجھے یہ سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔ یا تو یہ ماحول کا اثر تھا یا پھر عام ڈگر سے ہٹ کر زندہ رہنے کا انداز مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ یوں بھی انسان اکثر یکسانی سے اکتا کر کوئی اور مشغلہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

فارم ہاؤس کی وہ عمارت جو ریسٹ ہاؤس کی حیثیت رکھتی تھی بہت زیادہ اچھی حالت میں نہیں تھی۔ عمارت جیسے جیسے قریب آتی جا رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اب اطراف میں پھیلے ہوئے کھیت میں اکا دکا آدمی بھی نظر آنے لگے تھے جو بظاہر فارمر ہی لگ رہے تھے لیکن اس وقت شاید مخبر یا پھر محافظ کا کردار ادا کرنے پر مامور تھے۔

اچانک میرے ذہن میں کالکا کا خیال ابھرا۔ آخری بار میں نے اسے ایک خوفناک سیاہ ناگ کے روپ میں شنکر کے منحوس وجود سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر آسمان سے اترنے والے سیاہ ذرات کے مرغولے ان دونوں کو اپنے اندر ضم کر کے تیزی سے بلندیوں کی سمت لوٹ گئے تھے۔ اس کے بعد کالکا نے مجھے بتایا تھا کہ اسے دیوی دیوتاؤں نے سزا کے طور پر کچھ مدت کے لیے قید کر دیا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ رہائی ملتے ہی وہ میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گی۔ اسی نے مجھے وطن سے دور جانے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ شاید وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ میرے راستے کے سب سے بڑے کانٹے نرنجن لال کو اس طرح درمیان سے ہٹایا جائے کہ کسی کو میری ذات پر مطلق کوئی شبہ نہ ہو۔ بظاہر نرنجن لال کے کریا کرم کا کام ندیم کے اشارے پر اس کے پالتو گرگوں نے سرانجام دیا تھا لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ ندیم کو اس کام کے لیے کالکا نے اپنی پُراسرار قوتوں کے ذریعے تسخیر کیا ہو۔

کالکا کی یاد میرے وجود کو گدگدا رہی تھی۔ میں نے اس کے کئی روپ دیکھ لیے تھے۔ کئی دیکھنے کو باقی رہ گئے تھے۔ وہ ایک دیومالائی کردار کی مالک تھی۔ میرے اور اس کے مذہب میں زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کئی موقعوں پر میری مدد کر کے مجھے موت کے آہنی شکنجوں سے نجات دلائی تھی۔ میری خاطر وہ اپنے لوگوں سے بھی برسرپیکار ہو گئی تھی۔ شنکر کو بھی اسی کی سہاگن شکتی نے چتا کی آگ کے اندر جھونک دیا تھا اور اب اسی جرم کی پاداش میں دیوی دیوتاؤں کے عتاب کا شکار ہو کر کہیں قید تنہائی کی گھڑیاں گزار رہی تھی۔

کالکا کے ساتھ ہی مجھے کمبل پوش بزرگ کا خیال بھی آیا جنھوں نے جلال میں آکر اس برف پوش پہاڑ کو بھی متزلزل کر کے رکھ دیا تھا جس کے ایک غار میں پنڈت جنسی دھر جیسا گیانی دھیانی منڈل میں بیٹھا کالکا کی پُراسرار قوتوں کو اپنے جاپ کے ذریعے تابع کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ان ہی بزرگ نے مجھے وہ صندلی انگوٹھی بھی عنایت کی تھی جو اس وقت بھی میری انگلی پر موجود تھی۔ اسی کراماتی انگوٹھی کا کرشمہ تھا کہ اب باطل قوتیں میرے دل کا بھید نہیں جان سکتی تھیں۔ داور جیسا بدمعاش اور بھاری بھرکم تن و توش کا مالک بھی مجھ سے ٹکرا کر جل بھن کر خاک ہو گیا تھا لیکن مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ پنڈت جنسی دھر کا جاپ توڑنے کے بعد سے وہ بزرگ مجھ سے دوبارہ نہیں ملے تھے۔ انہوں نے مجھے پنڈت جنسی دھر کا منڈل توڑنے سے منع بھی کیا تھا لیکن میرے اصرار پر جلال کی کیفیت سے دوچار ہو گئے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میری نافرمانی پر وقتی طور پر وہ مجھ سے کنارہ کش ہو گئے تھے لیکن ان کا سایہ اب بھی میرے سر پر ضرور موجود تھا ورنہ وہ صندلی انگوٹھی بھی میرے قبضے سے نکل گئی ہوتی۔ میں نے اس انگوٹھی کا ذکر ان کی ہدایت پر کسی اور سے نہیں کیا تھا۔ مجھے اس بات پر سخت حیرت تھی وہ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں ہونے کے باوجود میرے سوا ابھی تک کسی اور کو نظر نہیں آسکی تھی۔

پک اپ ریسٹ ہاؤس کے پھاٹک سے گزر کر عمارت کے صدر دروازے پر جا کر رکی تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں ندیم کے ساتھ ہوتا ہوا اس عمارت کے مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرنے کے بعد اس زمین دوز کمرے تک پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور ہوادار تھا۔

کمرے میں نارمن اور مسٹر ہاورڈ کے علاوہ تین نقاب پوش جو جدید اسلحے سے لیس تین کونوں میں موجود تھے۔ نارمن اور ہاورڈ دونوں درمیانی ستون سے بندھے کھڑے تھے۔ میرا چونکہ کسی میک اپ سے عاری تھا اس لیے وہ دونوں ہی مجھے دیکھ کر بری طرح چونکے۔ خاص طور پر نارمن مجھے کچھ عجیب نظروں سے گھور رہا تھا جبکہ ہاورڈ اس کے مقابلے میں قدرے مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

"ہیلو مسٹر نارمن۔" میں نے نارمن کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میرے کسی آدمی نے تمہیں یا مسٹر ہاورڈ کو پریشان کرنے کی غلطی تو نہیں کی۔ دراصل میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے ذاتی معاملات میں کوئی دوسرا شخص دخل انداز ہو۔ اپنے معاملات میں خود ہی نمٹانے کا عادی ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید اب تک دونوں دوسری دنیا میں پہنچ چکے ہوتے۔"

"مجھے یہاں کس مقصد سے لایا گیا ہے؟" نارمن نے تھوڑے توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اس لیے کہ تم کئی اسٹارز کے تھرڈ فلور کے انچارج ہو۔" اس بار میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں شاید یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں شارپنگ کرنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں نے تم کو یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ میں نے تمہاری سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلے کئی اسٹارز کا رخ کیا تھا اور شاید میں نے تم سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ مجھے کسی ایسی میز تک پہنچا دو جہاں میں سکون سے قسمت آزما سکوں لیکن تم نے صاف گیم کے نام پر میرے ساتھ فراڈ کرنے کی حماقت کی۔"

"یہ غلط ہے۔" نارمن نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کا علم نہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گزری تھی۔"

"مسٹر نارمن۔" یکلخت میرا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "شارپنگ ہی کی طرح میں ایسے افراد سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں جو جھوٹ بولنے کے عادی ہوں۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم مسٹر ہاورڈ اور اس کے تین ساتھیوں سے نہ صرف یہ کہ بخوبی واقف ہو بلکہ ان کے ساتھ مل کر یہاں آنے والوں کے ساتھ فراڈ کرتے ہو اور جیت کے مال میں ففٹی پرسنٹ شیئر تمہارا ہوتا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔" نارمن نے پھر احتجاج کیا۔ "میں مسٹر ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں سے بس اسی حد تک واقف ہوں کہ یہ ہمارے کیسینو کے ریگولر ممبر ہیں۔ ریٹائرڈ لائف گزارنے سے پیشتر مسٹر ہاورڈ ایک معزز عہدے پر فائز رہ چکے ہیں اور۔۔۔"

"اب یہ تمہارے ساتھ مل کر لوگوں کو لوٹنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔" میں نے سرسراتی آواز میں کہا پھر میرا لہجہ خونخوار ہو گیا میں نے پلٹ کر ہاورڈ کو مخاطب کیا۔ "کیوں مسٹر ہاورڈ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ جواب دینے سے پیشتر اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم اس وقت میرے قبضے میں ہو اور تمہاری کوئی معمولی سی حماقت بھی تمہاری دردناک موت کا سبب بن سکتی ہے۔"

"تم ۔۔۔ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟" ہاورڈ کے بجائے نارمن نے سوال کیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کس بل ڈھیلے پڑنے لگے ہیں۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے ساتھیوں نے مجھ سے کتنے پاؤنڈ شارپنگ کے ذریعے ہتھیا لیے ویسے میرا اندازہ ہے کہ غالباً میں بیس ہزار پاؤنڈ سے محروم کر دیا گیا تھا۔ تم اگر یہ رقم سود سمیت واپس کر دو تو تمہارا اور میرا جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست ثابت ہوں۔"

"تمہیں سود ملا کر کتنی رقم درکار ہے؟" نارمن نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے دریافت کیا۔ اس کی یہ کیفیت کسی ایسے دم خوردہ درندے سے مختلف نہیں نظر آرہی تھی جو اپنے شکار پر جلد بازی میں جھپٹتے ہوئے درمیان میں کسی گہری کھائی کے امکانات کو یکسر نظرانداز کر بیٹھا ہو۔ اب اس کے لیے مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈ۔"

"زیادہ ہیں۔" نارمن نے کاروباری انداز میں جواب دیا۔ "میں تم کو بہرحال پچاس ہزار پاؤنڈ دے سکتا ہوں۔"

"سوری۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں کاروبار میں سودے بازی کا قائل نہیں ہوں۔"

"سوچ لو۔" نارمن نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔ "ہمیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے بعد تمہیں ایک پاؤنڈ بھی نہ مل سکے گا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہاری موت کے بعد میں گراہم سے تم دونوں کی لاش کی اچھی خاصی قیمت وصول کر سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری بھاری رقم بینک میں

aazzamm@yahoo.com

نہیں ہو گی۔ بینک میں رقم رکھنے کی صورت میں تمہارے خلاف یہ ثبوت ہی بہت کافی ہو گا کہ تم کنگ اسٹارز کے پارٹنر کو ہر ماہ کتنے ہزار کی رقم سے محروم کرتے رہے ہو۔" میں نے اس بار نارمن کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ کیسینو میں مسٹر گراہم کے علاوہ کچھ دوسرے شیئر ہولڈر بھی ہیں اور تم ان میں سے کسی ایک کے مقامی ایجنٹ ہو اور اپنی عیاری اور چالاکی سے نہ صرف یہ کہ اسے دھوکا دے رہے ہو بلکہ مسٹر ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسٹر گراہم کے بزنس کے لیے بھی بدنامی کا باعث بن رہے ہو۔"

"کون ہو تم؟" نارمن نے مجھے حیرت سے گھورا۔ میری معلومات سن کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ ہاورڈ بھی اب مجھے ٹٹولتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈ کی ادائیگی کے بعد تمہارے سلسلے میں میری زبان بند رہے گی۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "کیا یہ سودا تمہارے لیے اب بھی مہنگا ثابت ہو رہا ہے؟"

"ادائیگی کی صورت کیا ہو گی؟"

"ہارڈ کیش۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ تمہارا مطالبہ پورا کر سکیں۔" اس بار ہاورڈ نے پہلی بار زبان کھولی۔ "تم کو ہم دونوں میں سے بہرحال کسی ایک کو چھوڑنے کا رسک لینا پڑے گا تاکہ ہم تمہاری مطلوبہ رقم کا بندوبست کر سکیں۔"

"تمہارا یہ مطالبہ جائز بھی ہے اور قابلِ غور بھی۔" میں نے مشرقی کونے میں کھڑے ہوئے مسلح نقاب پوش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "نمبر دو، تم مسٹر ہاورڈ کی آنکھ پر پٹی باندھ کر انہیں ان کے گھر تک پہنچا دو اور تم مسٹر ہاورڈ میری بات غور سے سنو، رقم کا بندوبست کرنے کے بعد تم سیدھے کنگ اسٹارز کے پارکنگ لاٹ میں پہنچو گے جہاں سے میرا کوئی بھی ساتھی تمہیں انتہائی عزت اور احترام کے ساتھ دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں تک واپس لے آئے گا۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ اگر تم نے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کی تو مسٹر نارمن کے ساتھ ساتھ تمہاری موت بھی بڑی عبرت ناک ثابت ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاورڈ نے.... بندشوں سے آزاد ہونے کے بعد اپنی کلائی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "تم جس طرح کہہ رہے ہو ایسا ہی ہو گا لیکن میں تمہارے کسی دوسرے ساتھی کو کس طرح شناخت کروں گا؟"

"ڈبل کراس کا پاس ورڈ یاد کر لو۔" میں نے نارمن کو حقارت سے گھورتے ہوئے بڑے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "میرا نمائندہ تمہیں اسی کوڈ ورڈ سے مخاطب کرے گا اور تم نہایت خاموشی سے اس کے ساتھ اس کار میں بلا کسی چوں چرا کے بیٹھ جاؤ گے جو پارکنگ لاٹ میں پہلے سے موجود ہو گی۔" پھر میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں چار گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں اس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کی ذمے داری تمہارے اوپر ہو گی۔"

ہاورڈ نے ایک الوداعی نظر نارمن پر ڈالی پھر اس نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے جاتے وقت بھی بڑے صبر و سکون کا مظاہرہ کیا تھا۔ شاید وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی ایک معمولی سی غلطی اس کا جسم چھلنی کر دینے کے لیے کافی ہو گی۔ نارمن خاموشی سے تمام کارروائی دیکھ رہا تھا پھر جب نمبر دو ہاورڈ کو لے کر قید خانے سے نکل گیا تو نارمن نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے سوالات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"تم اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں ہو مائی ڈیئر مسٹر نارمن کہ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کے لیے پابند ہو سکوں۔ بہرحال تم سوال کرو۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں زیادہ مایوسی کا شکار نہ ہونا پڑے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جو لوگ جان ہتھیلی پر رکھ کر جینے کا سلیقہ جانتے ہیں وہ اپنا نام چھپانے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میرا نام وہی ہے جو میں نے تمہیں کیسینو میں بتایا تھا شہباز خان۔"

"کام کیا کرتے ہو؟"

"ڈبل کراس۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ویسے منہ مانگے داموں کے عوض دنیا کے کسی خطے پر بھی کسی کو قتل کر سکتا ہوں، کرا سکتا ہوں۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ کنگ اسٹارز میں مسٹر گراہم کے علاوہ اور پارٹنر بھی ہیں؟" نارمن نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ بات ایک عام شخص بھی جانتا ہے کہ اس قسم کے کاروبار میں جب تک دو چار اہم اور تجربے کار شخصیتوں کا ہاتھ شامل نہ ہو انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔"

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ میں کنگ

اسٹارز کے کسی پارٹنر یا شیئر ہولڈر کا مقامی ایجنٹ ہوں؟" نارمن نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور مطالعہ کر رہی تھیں۔

"کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ تم اپنے باس کو روزانہ کتنے ہزار پاؤنڈ جائز حق سے محروم کر رہے ہو اور تمہارا طریقِ کار کیا ہے۔" آخری جملہ میں نے محض اندھیرے میں تیر کی طرح پھینکا تھا جو خلافِ توقع ٹھیک نشانے پر لگا۔ نارمن کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ ایک لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر مردہ سی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"تم نے وعدہ کیا ہے کہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم مل جانے کے بعد تم ہمارے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔"

"ہاں میں وعدہ خلافی کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن تم سے وعدہ کرنے سے پہلے میں اپنا نمک چھوڑنے سے پیشتر تمہارے باس مسٹر ندیم سے بھی ایک عہد کر چکا ہوں۔" میں نے بڑے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس عہد کو پورا کرنے کی صورت میں مجھے مزید دو لاکھ کا فائدہ ہو گا۔"

"تم مسٹر ندیم کو جانتے ہو؟" نارمن نے تھوک نگلتے ہوئے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"میں نہیں بلکہ وہ مجھے جانتا ہے۔" میں نے پیشہ ور بدمعاشوں کے لب و لہجے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے قدرے حقارت سے جواب دیا۔ "تمہارے باس کو اکثر ہم جیسے شوریدہ پشت لوگوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ویسے تمہارا باس پیسوں کے معاملے میں خاصا شاہ خرچ واقع ہوا ہے۔ وہ مول تول کرنے کے بجائے ہمیشہ منہ مانگی رقم دینے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی اس کی کامیابی کا راز ہو۔"

"تم۔۔۔ تم نے مسٹر ندیم سے کیا عہد کیا تھا؟" نارمن نے ہکلاتے ہوئے دریافت کیا۔

"صرف اتنا کہ دو لاکھ میں اپنی اور تمہاری گفتگو کا وہ ٹیپ اس کے حوالے کر دوں گا جو اس وقت میری جیب میں پڑے ایک مائیکرو ٹیپ ریکارڈر پر ٹیپ ہو رہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا پھر جیب سے وہ ٹیپ ریکارڈر نکال کر نارمن کی نگاہوں کے سامنے کر دیا جو کسی سگریٹ کے پیکٹ سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔ نارمن کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کے چہرے سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اس انکشاف کے بعد دم بخود رہ گیا ہو۔ میں نے اس کی بوکھلاہٹ پر ایک اور تازیانہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ "مائی ڈیئر مسٹر نارمن کیا تم اس حساس ٹیپ ریکارڈر پر خود اپنی گفتگو سننا پسند کرو گے؟"

"یو۔۔۔ باسٹرڈ۔۔۔" نارمن اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ وہ کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی درندے کی طرح ڈکرایا تھا لیکن اسی لمحے میرا ہاتھ کرانے کے انداز میں پوری شدت سے فضا میں لہرایا۔ وار اتنا اچانک اور اس قدر بھرپور تھا کہ نارمن کی نکسیر پھوٹ گئی اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹ بھی پھٹ گئے۔ جن سے خون کی ایک بل کھاتی لہر نکل کر اس کی اجلی قمیص کو سرخ کر رہی تھی۔ میں اسے غضبناک انداز میں گھور رہا تھا۔

ہم اس وقت فارم ہاؤس ہی کے ایک پرتعیش کمرے میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ندیم ابھی تک بوڑھے فارمر کے میک اپ میں ہی تھا۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا مجھے عجیب مسکراتی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں تھا جس سے ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ندیم کے بے حد اصرار پر کسی اجرتی قاتل اور بدمعاش کا رول میں نے زندگی میں پہلی بار کیا تھا۔ ندیم کے ہونٹوں پر پھیلنے والی مسکراہٹ دیکھ کر مجھے اس بات کا اندیشہ سا ہو رہا تھا کہ مجھ سے اس کردار کی ادائیگی میں شاید کہیں کوئی بھول رہ گیا تھا۔ کچھ دیر میں خاموش بیٹھا کافی کے تلخ گھونٹ سے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون بخش رہا تھا پھر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"اس طرح مجھے دیکھ کر مسکرانے کا کیا مطلب ہے؟"

"تمہارے۔۔۔ پچھلے جنم کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔" اس نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے اس وقت اس قدر شاندار اور بے ساختہ انداز میں کسی شوریدہ پشت بدمعاش کا کردار ادا کیا ہے کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ شاید پچھلے جنم میں تمہاری اصلیت یہی ہو جو ابھی تہ خانے میں نارمن کے سامنے نظر آ رہی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا ہاورڈ ہماری مطلوبہ رقم چار گھنٹے کے اندر اندر ادا کر دے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی واپس لوٹ

aazzamm@yahoo.com

آئے۔" ندیم نے اطمینان کا اظہار کیا۔

"اور اس کے بعد کیا تم ان دونوں کو آزاد کرنے کا خطرہ مول لو گے؟"

"سمندر کی موجیں جس شدت سے بپھرے ہوئے انداز میں ساحل سے ٹکراتی ہیں واپسی میں ان کا زور اتنی ہی تیزی سے ٹوٹ جاتا ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "نارمن کی گفتگو کا ٹیپ ہمارے قبضے میں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس ٹیپ کی وجہ سے وہ کسی حماقت کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"اندازے کبھی کبھی غلط بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری بات کی نفی نہیں کروں گا لیکن تم شاید مسٹر گراہم سے واقف نہیں ہو۔ بظاہر وہ ایک موٹا تازہ' معصوم اور بے ضرر سا آدمی دکھائی دیتا ہے لیکن اندر سے کتنا زہریلا شاطر اور خطرناک واقع ہوا ہے' شاید تمہارے فرشتے بھی اس کا اندازہ نہ لگا سکیں۔" ندیم نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ نائٹ کلب' کیسینو یا زیر زمین کالے دھندے کرتے ہیں وہ اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اپنے آدمیوں پر اندھا دھند اعتماد کرتا ہے لیکن اگر اسے ذرا شبہ بھی ہو جائے کہ کوئی اسے ذلیل کرانے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر وہ اس کے پورے خاندان کو تباہی اور بربادی سے ہمکنار کیے بغیر سکون کا سانس لینا بھی اپنے لیے حرام سمجھتا ہے۔ اگر اسے بھنک بھی مل جائے کہ نارمن جس تھالی میں کھاتا ہے اسی میں چھید کر رہا ہے تو گراہم کا عتاب اسے برباد کیے بغیر نہیں رہے گا۔"

"ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے دریافت کیا۔

"یہ صورت پہلی بار میرے سامنے آئی ہے۔ پچھلی بار جب میں نے اپنے دیگر ذرائع سے معلومات کرائی تھیں اس وقت نارمن بالکل تنہا ہی سارا مال ہضم کر رہا تھا لیکن شاید اب اس نے اپنے ایک گینگ بنانے میں زیادہ عافیت سمجھی ہو۔ پکڑے جانے کی صورت میں وہ سارا الزام ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے سر تھوپ سکتا ہے۔"

"موجودہ حالات میں اب میری پوزیشن کیا ہو گی؟"

[illegible]

"ظاہر ہے کہ خود کو بے نقاب کر دینے کے بعد میں بھی پوری طرح نارمن اور اس کے ساتھیوں کی نظروں میں آ چکا ہوں۔" میں نے کہا۔ "ہمارا ایک ہی ہوٹل میں قیام آج نہیں تو کل اس بات کو بھی ظاہر کر سکتا ہے کہ میری اور تمہاری آمد علیحدہ علیحدہ نہیں ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں نارمن کا ردعمل کچھ مناسب نہیں ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گراہم سے اپنی جان بچانے کی خاطر کوئی ایسی کہانی گھڑے جو ہمارے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم اس بات کو بہرحال نظر انداز نہیں کر سکتے کہ گراہم اور نارمن دونوں ہی سفید چمڑی کے مالک ہیں اور ان کے ذہنوں پر ابھی تک ہمارے اوپر حکومت کرنے کا نشہ طاری ہے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "گراہم کو تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ رہا نارمن' ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں کا مسئلہ تو وہ میرے خلاف زہر اگلنے کے بارے میں نہیں سوچ سکیں گے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ نارمن کو میرے اور گراہم کے درمیان ہونے والے معاہدہ کا بھی بخوبی علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر اس نے مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کی تو اس کا انجام کیا ہو گا؟"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو لیکن ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔" میں نے امکانی خطرے کے پیش نظر کہا۔ "روانی یا جلد بازی میں' میں اسے یہ بھی بتا چکا ہوں کہ اس کی گفتگو کا ٹیپ میں دو لاکھ پاؤنڈ کے عوض تمہارے حوالے کر دوں گا۔ ان حالات کے باوجود کیا وہ اپنی پوزیشن کو محفوظ کرنے کی خاطر کوئی عملی اقدام نہیں اٹھائے گا؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں زک پہنچانے کی کوشش کرے لیکن اگر اس نے ایسی کوئی حماقت کی تو اس کے نتائج بھی اس کے حق میں خطرناک ہی ثابت ہوں گے۔" ندیم نے مجھے اطمینان دلاتے ہوئے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ویسے ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہم ہاورڈ کے آ جانے کے بعد نارمن سے اس ٹیپ کا سودا بھی کر سکتے ہیں۔" ندیم کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"کیا ہم یہاں لندن میں صرف اسی قسم کی اچھل کود اور سودے بازی یعنی بلیک میلنگ کے لیے آئے تھے؟"

"زندگی کے بہت سارے زاویے ہیں میری جان۔" ندیم شوخی سے بولا۔ "ایک زاویہ یہ بھی ہے جو تمہارے

[illegible] سے کلف ہے لیکن پریشان مت ہو۔ میں ابھی تمہیں زندگی کے وہ زاویے بھی دکھاؤں گا جسے دیکھ کر بڑے بڑوں کی رال بھی ٹپکنے لگتی ہے۔"

"سوری۔ میں تم کی موجودگی میں اس قسم کی لغویات میں شامل نہیں ہو سکتا۔"

"فکر مت کرو۔ زندگی کے بہت سارے چور راستے ہوتے ہیں۔ میں تمہاری تفریح طبع کے لیے بھی کوئی نہ کوئی موزوں راستہ تلاش کر لوں گا۔"

"انسانیت کے جامے کے اندر رہو۔" میں نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔ "تم بخوبی جانتے ہو کہ میں خرافات سے ہمیشہ دور رہنے کا عادی ہوں۔"

"غلطی کرتے ہو۔" ندیم مسکراتے ہوئے بولا۔ "کچھ خرافات کی عادت ابھی سے ڈال لو ورنہ شادی کے بعد غم زندگی کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" میں نے دوستانہ انداز میں ندیم کو سرزنش کی پھر اپنی دستی گھڑی دیکھنے لگا۔

ہاورڈ کو نمبر نو کے ساتھ گئے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ مجھے رہ رہ کر اس بات کا خیال آ رہا تھا کہ کہیں ہاورڈ نے کوئی خطرناک جال نہ بچھا دیا ہو۔ وہ لوگ جو جرم کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنی حفاظت کی خاطر ایمان فروش پولیس افسروں سے ساز باز کر لیتے ہیں۔ چور ڈاکو جب کسی کے گھر میں جا گھستا ہے تو نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ بھی ذہن میں ضرور محفوظ رکھتا ہے۔ ہاورڈ اگر نارمن کے گروہ کا کوئی سرگرم کارکن تھا تو وہ اتنی آسانی اور شرافت سے ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم ہاتھ سے نکل جانے پر تردد کا شکار ضرور ہوا ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم اور اپنی زندگی بچانے کی خاطر نارمن کی زندگی داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر بیٹھتا اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ عرصے کے لیے انڈر گراؤنڈ ہو جاتا۔ دولت اور جائیداد کے حصول کی خاطر تو بھائی بھائی اور باپ بیٹے ایک دوسرے کے قتل سے گریز نہیں کرتے تھے۔ نارمن تو صرف ہاورڈ کے گروہ کا ایک کارکن تھا اور اس کے بے نقاب ہو جانے کے بعد اب ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کی ذات کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔

لیکن جیسا میں سوچ رہا تھا ویسا نہیں ہوا۔ ہاورڈ چار گھنٹے سے پہلے ہی واپس آ گیا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی جو غسل خانے میں جانے کے بعد نارمن کی موجودگی میں ہی کھولی گئی۔ گہرے چاکلیٹی کلر کا بریف کیس بدستور ہاورڈ کے ہاتھ میں موجود تھا۔ اس کی واپسی نمبر نو ہی کے ساتھ ہوئی تھی جو اپنے اسی پرانے حلیے میں تھا۔ میرے اشارے پر ہاورڈ کو دوبارہ نارمن کے ساتھ باندھ دیا گیا لیکن اس کے دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ یہ حرکت میں نے اپنی چھٹی حس کے اکسانے پر کی تھی پھر میرے حکم پر نارمن کے دونوں ہاتھ بھی کھول دیے گئے۔ ندیم نے مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھا لیکن اس وقت چونکہ اس کی حیثیت پھر میرے ڈرائیور کی ہو گئی تھی اس لیے اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا البتہ اس کی نظروں میں ابھرنے والی الجھن اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اسے میرے فیصلے سے اتفاق نہیں تھا۔

"نمبر نو۔" میں نے ندیم کو نظر انداز کرتے ہوئے نمبر نو کو مخاطب کیا۔ "کیا بریف کیس میں پوری رقم موجود ہے؟"

"سوری سر۔ میں نے بریف کیس کو ہاتھ نہیں لگایا اس لیے کہ مجھے صرف مسٹر ہاورڈ کو واپس لانے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"گڈ۔" میں نے اسے تعریفی نگاہوں سے دیکھا۔ "میں ان لوگوں کو زیادہ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا جو احکام کی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"رقم پوری ہے۔" ہاورڈ نے خفگی لہجے میں کہا۔ "تمہیں یقین نہیں آتا تو خود بریف کیس کھول کر اپنا اطمینان کر لو۔ اسے کھولنے کے لیے تمہیں نو زیرو تھری کے نمبر ملانے ہوں گے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے نارمن کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک ابھرتے دیکھی۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن کے ایک مخصوص حصے میں خطرے کی سرخ روشنی جلنے بجھنے لگی۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خطرہ ضرور منڈلا رہا تھا۔

"رقم گن کر اپنی تسلی کر لو اور اس کے بعد حسب وعدہ ہمیں جانے دو۔" نارمن نے تیزی سے کہا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "ابھی تو ہمارے درمیان ایک سودے بازی اور بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہاری گفتگو کا ٹیپ۔" میں زہر خند لہجے میں بولا۔ "تم چاہو تو صرف پچاس ہزار پاؤنڈ کی حقیر رقم کے عوض وہ ثبوت بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

aazzamm@yahoo.com

"مجھے منظور ہے۔" نارمن نے میری آفر کو قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ "میں تمہیں پچاس کے بجائے ساٹھ ہزار دینے کو تیار ہوں لیکن یہ ادائیگی فوری ممکن نہیں ہے۔ میں تین روز کے اندر اندر مطلوبہ رقم تمہارے حوالے کرکے ٹیپ حاصل کر لوں گا۔ اب جلدی کرو۔ پلیز۔ رقم شمار کرکے مجھے جانے دو۔ اگر میں وقت پر ڈیوٹی پر نہ پہنچا تو مسٹر گراہم ناراض ہوں گے۔"

"تمہیں اگر مجھ پر بھروسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں تم پر اعتبار نہ کروں۔" میں نے ایک امکانی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہاورڈ تمہیں نمبروں کی ترتیب بتا چکے ہیں۔ تم بریف کیس کھول کر رقم کا اندازہ لگا دو۔ میں تمہارے بیان پر اعتماد کر لوں گا۔"

"لیکن۔" نارمن ہچکچایا تو میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ نارمن کی طرف کرتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں بولا۔

"درست کرو مائی ڈیئر نارمن' میں فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔ بریف کیس کھول کر رقم کا اندازہ لگا کر مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ دوسری صورت میں میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں تم دونوں کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

نارمن نے تھوک نگلتے ہوئے قدموں کے قریب رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھا لیا۔ ہاورڈ کے چہرے پر موت کے سائے لہرانے لگے۔ ندیم مجھے وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے سب ہی کو حیرت زدہ کر دیا۔ نارمن نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بریف کیس کے نمبر ترتیب سے ملائے پھر اسے کھولتے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا اور نارمن کے ساتھ ہی ہاورڈ کا بے جان جسم بھی بندشوں پر جھول کر رہ گیا۔ بریف کیس کے پرخچے اڑ گئے جس کے ایک آدھ ٹکڑے ہمارے جسموں سے بھی ٹکرائے تھے۔ مسلح نقاب پوش مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن ندیم۔۔۔ وہ حقارت بھری نظروں سے نارمن کی بدہیئت لاش کو گھور رہا تھا۔

*

نارمن اور ہاورڈ کی لاش ٹھکانے لگانے کا حکم دینے کے بعد ندیم نے اسی وقت واپسی کا ارادہ کر لیا۔ چند منٹ بعد ہی ہم دونوں فرگوسن فارم ہاؤس کی پک اپ میں بیٹھے واپسی کے راستے پر سفر کر رہے تھے۔ ندیم خلاف توقع کچھ زیادہ ہی خاموش خاموش اور سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے جیسے وہ شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو۔ ناہموار کچے راستے کے باوجود اس نے پک اپ کی رفتار خاصی تیز کر رکھی تھی جس کی وجہ سے ہمیں رہ رہ کر ہچکولے کھانے پڑ رہے تھے۔ وہ خاصی عجلت میں نظر آ رہا تھا۔ پختہ سڑک پر آنے کے بعد اس نے پک اپ کی رفتار اور تیز کر دی۔ اس کے چہرے پر بدستور گہری سنجیدگی کا تسلط تھا۔

پک اپ کی واپسی کے سفر کے بیس منٹ گزر جانے کے بعد بھی ندیم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی' اس کی خاموشی اب مجھے گراں گزرنے لگی تھی۔ اس کی نگاہیں اس طرح سامنے سڑک پر مرکوز تھیں جیسے وہ پک اپ میں تنہا سفر کر رہا ہو' کوئی بات ایسی ضرور تھی جس نے اسے یکلخت بہت زیادہ سنجیدہ کر دیا تھا ورنہ جس وقت ہم فارم ہاؤس کے زیر زمین روز کمرے کے اوپر ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے اس وقت وہ خاصے موڈ میں نظر آ رہا تھا۔ پھر اس کی اچانک سنجیدگی کا سبب کیا تھا؟ کیا اسے نارمن اور ہاورڈ کی موت پر کسی صدمے سے دوچار ہونا پڑا تھا؟ پھر وہ کی اسٹارز کے مسٹر گراہم کے بارے میں غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا؟ جہاں تک ایک لاکھ پاؤنڈز کی رقم کا سوال تھا میں ندیم کی اس عادت سے بخوبی واقف تھا کہ اس نے دولت کو بھی ہاتھ کے میل سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ نارمن اور ہاورڈ کی موت کے بعد وہ اہم ثبوت اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ ان کی موجودگی میں وہ مسٹر گراہم کو بہ آسانی باور کرا سکتا تھا کہ منافع کے بٹوارے میں اس کے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیلا جا رہا تھا لیکن پھر مجھے یہ خیال بھی اپنے ذہن سے جھٹکنا پڑا۔ نارمن کو یقیناً ندیم نے خود اپنی مرضی سے اپنا مقامی ایجنٹ چنا ہوگا ایسی صورت میں اگر نارمن اس کے ساتھ بددیانتی سے بھی کام لے رہا تھا تو اس کی ذمے داری مسٹر گراہم پر عائد نہیں کی جا سکتی تھی تاوقتیکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ جاتی کہ خود گراہم بھی نارمن کا شریک تھا۔

میں بڑی دیر تک اپنے طور پر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے ندیم سے پوچھ ہی لیا۔

"کیا بات ہے کیا تمہیں نارمن کی موت کا صدمہ لاحق ہے؟"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔" ندیم نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ وہ دونوں اپنے ہی بچھائے ہوئے

جال میں پھنس گئے۔ دوسری صورت میں مجھے خود ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ناگوار فریضہ ادا کرنا پڑتا۔"

"کیا تم اس وقت کچھ زیادہ تیز ڈرائیونگ نہیں کر رہے؟"

"ہاں۔۔۔ شاید تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔۔۔"

ندیم نے میرے سوال کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' ایک لمحے تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر بڑے ٹھوس اور سفاک لہجے میں بولا۔

"خدا کی قسم میں جو کچھ سوچ رہا ہوں اگر وہ درست ثابت ہوا تو اپنے آپ پر قابو نہ پا سکوں گا ہو سکتا ہے کہ میرا انتقام پورے لندن کے سکون کو درہم برہم کرکے رکھ دے۔ شاہراہوں پر لاشوں کے انبار نظر آئیں اور تمام مقامی کیسینو اور نائٹ کلب جل کر خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائیں۔"

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے ذہن میں کیا خدشات ابھر رہے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"خدشات نہیں میرے دوست۔۔۔ میرے ذہن میں اس وقت اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سرمائے کا تصور موجود ہے جو مجھے اندر ہی اندر پریشان کن وسوسوں سے دوچار کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔ "کیا تمہارا اشارہ نسیم کی طرف ہے۔"

"ہاں۔۔۔" ندیم نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بڑے کرب سے جواب دیا۔ "ہرچند کہ میں نے روانگی سے پیشتر اپنے بہترین اور قابل اعتماد ساتھیوں کو نسیم کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا لیکن جو لوگ اتنی دیدہ دلیری سے موت کے ہولناک کھیل کی پلاننگ کر سکتے ہیں وہ کچھ بھی کر گزرنے سے دریغ نہیں کر سکتے۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔" میں نے اس بار بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ۔۔۔ فی الحال نسیم کو کوئی خطرہ پیش آیا ہوگا۔"

"تم۔۔۔ تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ سکتے ہو۔" اس نے تیزی سے نظر گھما کر وضاحت طلب انداز میں مجھے گھورا۔ اس کی نگاہوں میں آگ کے ہولناک اور خطرناک شعلے رقص کرتے نظر آ رہے تھے۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں۔" میں نے ندیم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ہاورڈ کے سامنے پہلا اور اہم مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح ہمیں اپنی خطرناک سازش کا شکار کرکے گلوخلاصی حاصل کر لے۔ اس کے بعد ہی وہ کسی دوسرے خطرناک اقدام کے بارے میں غور کر سکتا تھا لیکن یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔"

"اگر تمہارا تجزیہ درست ثابت ہوا تو میں تمام زندگی اس احسان کو نہیں بھولوں گا لیکن تمہیں اس بات کا شبہ کس طرح ہو گیا کہ بریف کیس کے اندر کوئی آتش گیر کسی خفیہ میکنزم کو چھیڑے جانے پر ایک محدود رقبے کے اندر ہولناک تباہی کا سبب بن سکتا تھا۔"

"کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اچانک واہمہ انسان کو کسی بڑی تباہی سے بچا لیتا ہے۔ آج بھی کچھ ایسی ہی صورت حال پیش آئی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہاورڈ نے بریف کیس کھولنے کی خاطر نمبروں کی جو ترتیب بتائی تھی اسے سن کر نارمن کی نگاہوں میں بس ایک لمحے کو عجیب سی چمک ابھری تھی' انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو یا گھپ اندھیرے میں روشنی کی ایک مدھم سی کرن نظر آ گئی ہو اور ٹھیک اسی وقت میرے ذہن میں نمبروں کی ترتیب الٹ گئی یعنی دو سو تین کے بجائے تین سو دو۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ تین سو دو کا مطلب کتنا ہولناک ہوتا ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ ہاورڈ نے جس جوش سے مجھے بریف کیس کھول کر رقم گننے کی دعوت دی تھی وہ بھی مشکوک تھی' میرے اس شبے کو اس وقت اور تقویت ملی جب نارمن نے یہ کہا کہ رقم گننے کے بعد ان دونوں کو رہا کر دیا جائے تاکہ وہ بروقت کی اسٹارز پہنچ کر مسٹر گراہم کی خفگی سے بچ سکیں' ان ہی اندیشوں نے میرے ذہن میں خطرے کا الارم بجا دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تمہارے سامنے کی بات ہے۔"

"شہباز۔" ندیم نے بڑے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ "میں تمہارا یہ احسان مرتے دم تک یاد رکھوں گا۔"

"بکومت۔" میں نے اپنائیت کا اظہار کیا۔ "دوستوں کا حساب دل میں ہوتا ہے۔"

"غلط سمجھے تم۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جس راستے کا مسافر ہوں اس پر موت کے سائے ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں منڈلاتے رہتے ہیں۔ پہلے مجھے موت سے کوئی ذرا خوف نہیں محسوس ہوتا

aazzamm@yahoo.com

تھا لیکن اب —"

"اب کیا خاص بات ہو گئی۔" میں نے ندیم کی اچانک خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب مجھے اپنی زندگی سے زیادہ نسیم کی خوشیوں سے پیار ہو گیا ہے۔ ذرا سوچو شہباز! اگر خدانخواستہ بروقت تمہاری چھٹی حس نے کام نہ کیا ہوتا تو اس کا انجام کیا ہوتا۔ ہم دونوں کی موت لیکن کیا نسیم میری جدائی کے غم کو برداشت کر لیتی؟ — نہیں — زندگی نے اسے پہلے ہی اتنے صدمے پہنچائے ہیں کہ اب وہ کسی مزید جھٹکے کو سہارنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"ذرا میری طرف غور سے دیکھو۔" میں نے ندیم کے جذبات کا اندازہ لگاتے ہوئے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ تم بول رہے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بھیس بدلنے کے ساتھ ساتھ تم نے اپنی آواز بھی بدل لی ہو اور میں تمہیں اصلی اور خالص ندیم سمجھ کر کسی فریب کا شکار ہو رہا ہوں۔"

"مجھے تمہاری دوستی اور تمہاری ذہانت پر فخر ہے۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"چرب زبانی میں تمہارا بھی جواب نہیں۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی اور جذبات کی بھنور سے نکالنے کی خاطر ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں اتنا کند ذہن بھی نہیں ہوں کہ اہم باتوں کو یاد بھی نہ رکھ سکوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اب بات بنانے کی کوشش مت کرنا۔" میں نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ "کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم فارم ہاؤس میں بیٹھے میرے پچھلے جنم میں کسی شوریدہ پشت بدمعاش کو کریدنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔"

"یو آر ویری گریٹ۔" ندیم نے اس بار مسکرا کر جواب دیا۔ "تمہارے اندر پچھلے جنم کا چھپا ہوا کوئی جہاندیدہ جرائم پیشہ ہی آج ہمارے کام آگیا ورنہ شاید نارمن اور ہاورڈ کے بجائے ہم دونوں کی روحیں برزخ کی طرف پرواز کر رہی ہوتیں۔"

"ندیم —" میں اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ "میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"کیا؟"

"تم اپنے موجودہ کاروبار کو آہستہ آہستہ پیک اپ کر کے کوئی دوسرا کاروبار شروع کر دو جس میں اتنا زیادہ خطرہ نہ ہو۔"

"نسیم کی خاطر میں تمہارے اس نیک مشورے پر عمل کرنے کا وعدہ کرتا ہوں مگر مجھے اپنا پھیلا ہوا بزنس وائنڈ اپ کرنے میں خاصا وقت درکار ہو گا۔"

"ہاورڈ کے دوسرے ساتھی اور ان دو عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو نارمن کی سازش میں برابر کی شریک تھیں۔ کیا وہ ہاورڈ کی موت کو خاموشی سے برداشت کر لیں گے۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا' ویسے میرا خیال ہے کہ ان تینوں کی عافیت اسی میں ہو گی کہ وہ زیر زمین کہیں غائب ہو جائیں ورنہ میرے وفادار شاید ان کا حشر ہاورڈ اور نارمن سے بھی زیادہ خراب کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری اسی خوش فہمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی بھرپور وار کر بیٹھیں۔" میں نے ایک امکانی خطرے کے پیش نظر کہا۔ "ہم اس وقت جس سرزمین پر موجود ہیں وہاں نسلی امتیاز کی برتری کی خاطر گورے اور کالے کا مسئلہ روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اخبار میں آئے دن اسی سلسلے سے متعلق بے شمار خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔"

"تمہارا شبہ مجھے کچھ کچھ درست نظر آرہا ہے۔" اس بار ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پک اپ کی رفتار کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے سڑک کے انتہائی کنارے پر لا کر روک دیا۔

"خیریت —"

"سامنے کھڑی ہوئی اس سیاہ رنگ کی سیڈان کو دیکھو جو رانگ سائیڈ پارک کی گئی ہے۔" ندیم کے لہجے میں کسی زہریلے ناگ کی سی پھنکار تھی۔ اس کی نگاہیں اسی سیڈان پر جمی ہوئی تھیں جو اس وقت ہم سے تقریباً سو سوا سو فٹ کے فاصلے پر پارک تھی۔

میں نے سیڈان کو غور سے دیکھا بظاہر اس کے اندر کوئی موجود نہیں تھا' ممکن ہے گاڑی کی کسی خرابی کی وجہ سے ڈرائیور اسے چھوڑ کر چلا گیا ہو' یہ بھی ممکن تھا کہ جو لوگ اس میں موجود رہے ہوں انہوں نے سڑک کے دونوں جانب اگے ہوئے درختوں کی آڑ میں کہیں پوزیشنیں سنبھال رکھی ہوں' بہرحال اس گاڑی کا رانگ سائیڈ میں پارک ہونا ندیم کے شبے کی تصدیق ضرور کر رہا تھا۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ وہ لوگ جو ہماری گھات میں کہیں محفوظ مقام پر چھپے بیٹھے تھے ہاورڈ اور نارمن کے گروہ کے

آدمی ہوں اور اس بات کی سن گن لینے کے لیے چھپے رک گئے ہوں کہ ہاورڈ اپنے بچھائے ہوئے جال میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہاورڈ نے ان لوگوں کو پہلے سے ہدایت کر دی ہو کہ وہ ایک مخصوص وقفے تک دور رہ کر حالات کا جائزہ لیں اور طے شدہ وقت گزر جانے کے بعد کوئی عملی قدم اٹھائیں۔ اگر آخری صورت درست تھی تو پھر یقیناً سیڈان میں آنے والوں کی تعداد چار سے کم نہیں ہو گی۔ میں ابھی ان ہی خطوط پر غور کر رہا تھا کہ ندیم نے دوبارہ سرسراتی آواز میں کہا۔

"میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔"

"ایسی صورت میں کیا ہمارا اس طرح پک اپ میں بیٹھے رہنا مناسب ہو گا۔" میں تیزی سے بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر ہمارے دشمن کہیں قریب موجود ہیں تو وہ بڑی آسانی سے ہمیں شکار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"نہیں —" ندیم نے کہا۔ "پک اپ کے شیشے بلٹ پروف ہیں' ہو سکتا ہے کہ ہمارے دشمنوں کو بھی اس کا علم ہو اور اسی لیے وہ اپنی اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہمارے نیچے اترنے کا انتظار کر رہے ہوں۔"

"ممکن ہے لیکن آخر ہم کب تک اسی طرح بیٹھے رہیں گے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "شیشے بلٹ پروف ہونے کی صورت میں بھی وہ دستی بم مار کر ہمارا قیمہ بنا سکتے ہیں۔"

"ون منٹ۔" ندیم نے سیڈان پر نظریں جمائے جمائے کہا پھر اس نے جیب سے ایک مختصر مگر طاقت ور واکی ٹاکی نکال کر اس کے ایریل وائر کو تیزی سے باہر کی جانب کھینچا پھر ایک بٹن دبا کر واکی ٹاکی کے مائیک کو منہ کے قریب کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو — ہیلو — بلیک ڈریگن — کم آن دی لائن — اوور۔"

"بلیک ڈریگن اٹینڈنگ —" دوسری جانب سے فوراً ہی جواب موصول ہوا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ بلیک ڈریگن کا کردار ادا کرنے والا اپنی آواز کو تبدیل کر کے بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سیاہ رنگ کی سیڈان کس کی ہے؟ اوور —"

"ہاورڈ کے ساتھیوں کی — کلی اسٹارز کے پارکنگ لاٹ سے نمبر ٹو اور ہاورڈ کی گاڑی روانہ ہونے کے دو منٹ بعد ہی یہ سیڈان ان کے تعاقب میں روانہ ہوئی تھی جسے ہم نے اسپاٹ کر لیا تھا' اس کے اندر ڈرائیور کے علاوہ دو افراد اور تھے تینوں ہی مقامی باشندے تھے جو صورت و شکل سے ہی اجرتی بدمعاش لگ رہے تھے۔ اوور۔"

"اب وہ تینوں کہاں ہیں۔ اوور۔"

"دوسری دنیا میں — اوور۔"

"کیا ان کو ٹھکانے لگانا ضروری تھا — اوور۔" ندیم نے اس بار قدرے خشک انداز میں سوال کیا۔

"سچویشن ہی کچھ ایسی اختیار کر گئی تھی کہ اگر ہم نے ایک لمحے کی بھی دیر کی ہوتی تو ہم مارے جاتے۔ اوور۔"

"لاشیں کہاں ہیں؟ اوور۔"

"ہم نے انہیں قریب ہی ایک محفوظ مقام پر چھپا رکھا ہے۔ آپ کی کال کا انتظار تھا۔ اوور۔"

"میری بات غور سے سنو۔ ان تینوں کی لاشوں کو احتیاط سے سیڈان ہی میں منتقل کرو اور اس کی پیٹرول کی ٹنکی میں آگ لگا کر کار کو نشیب کی جانب دھکا دے دو۔ کام بہت ہوشیاری سے کرنا۔ اوور اینڈ آل۔"

ندیم نے آخری حکم نامہ جاری کر کے واکی ٹاکی واپس جیب میں رکھی اور پک اپ اسٹارٹ کر کے ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ ہوٹل پہنچنے میں اس نے غیر معمولی عجلت سے کام لیا تھا پھر اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے جب نسیم کو زندہ سلامت دیکھا تو میری موجودگی کا خیال کیے بغیر بڑے جذباتی انداز میں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"چائلڈش —" میں نے آہستہ سے کہا پھر تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب ہو لیا۔

چار روز بعد ہم کلی اسٹارز کیسینو کے مالک مسٹر گراہم کے کمرے میں اس کے سامنے بیٹھے تھے' اس دفتر کو اگر ایک کمرے کا محل بھی کہا جاتا تو شاید بیجا نہ ہوتا۔ مسٹر گراہم نے اس کی آرائش اور زیبائش پر دونوں ہاتھوں سے دل کھول کر شاہ خرچی کا مظاہرہ کیا تھا کمرے کے اندر ہی ایک طرف انتہائی رومانک ماحول میں ایک مختصر سا بار کاؤنٹر تھا جس کی پشت پر ایک بے حد خوب صورت ساقی اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی' فرش پر اس قدر دبیز قالین تھا کہ چلنے میں قدم دھنسے تھے' روشنی کا انتظام اتنا دیدہ زیب تھا کہ وہ دیوار کے مختلف حصوں سے پھوٹتی نظر آتی تھیں۔ مسٹر گراہم کس ذوق کا مالک تھا اس کا اندازہ مجھے مطلق نہیں تھا لیکن دیوار پر جابجا مختلف پوز میں خوب صورت اور کمسن کال گرلز اور فلم اسٹارز کی ہم

aazzamm@yahoo.com

عریاں تصاویر بڑے قیمتی فریموں میں آویزاں تھیں۔

دفتر کے مشرقی گوشے کو جہاں چار کرسیاں اور ایک گول میز موجود تھی ایک پہاڑی آبشار کی شکل دی گئی تھی جہاں ناہموار دیوار پر پانی مستقل بہتا نظر آرہا تھا' یہ پانی ایک نصف دائرے کی صورت میں بنے تالاب میں گرتا تھا جس میں رنگ برنگی مچھلیاں موجود تھیں۔ دفتر میں ہر دیوار کے ساتھ چار چار آدمیوں کی نشست کا انتظام بھی موجود تھا' دیواروں پر مختلف زاویے سے شارٹ سرکٹ مووی کیمرے موجود تھے جو پورے کیسینو کے ایک ایک گوشے کو کور کرتے تھے۔ ان کیمروں کو آن آف کرنے کا کنٹرول گراہم کی لمبی چوڑی میز پر تھا' وہ جب بھی چاہتا جس حصے کی بھی خبر گیری مقصود ہوتی اپنی بھاری بھرکم ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے ہی متعلقہ کیمرے کا سوئچ آن کردیتا اور دوسرے ہی لمحے اس حصے کا مکمل حال ایک بڑے اسکرین پر جو اس کے سیدھے ہاتھ پر دیوار میں آویزاں تھی نمایاں ہوجاتا تھا۔

مسٹر گراہم تک پہنچنے کی خاطر کسی بھی آدمی کو تین چار مرحلوں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا' ہمیں بھی ان تمام مرحلوں سے گزرنا پڑا تھا لیکن ندیم کی وجہ سے کسی سخت امتحان سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔

ندیم نے گراہم کا جو حلیہ بیان کیا تھا وہ سوفیصد درست تھا' بظاہر وہ ایک موٹا تازہ بھاری بھرکم تن و توش کا مالک تھا' چہرے پر نظر آنے والے تاثرات اور گفتگو کرنے کا دھیما اور مہذب انداز ملاقاتیوں پر یہی تاثر چھوڑتا تھا کہ وہ بہت معصوم اور بے ضرر سا آدمی ہوگا لیکن ندیم کے بیان کے مطابق گراہم کے مخصوص حلقے کے افراد اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کرتے تھے' وہ اپنے کسی دشمن یا غدار ساتھی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کرنے کا عادی نہیں تھا لیکن کاروباری معاملات میں وہ ضرورت سے کچھ زیادہ بااصول اور دیانت دار واقع ہوا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے بڑے پرتپاک انداز میں اٹھ کر ہمارا استقبال کیا' باری باری ہم سے ہاتھ ملائے۔ گراہم سے ہاتھ ملاتے وقت مجھے بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں بلکہ خالص اور ٹھوس لوہے کا بنا ہوا ہو۔ مجھے ابھی اس کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن ہاتھ ملانے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اگر اس کو "آکٹوپس" کے بجائے "آئرن مین" کے نام سے یاد کیا جاتا تو شاید زیادہ مناسب ہوتا۔

"بیٹھو مسٹر ندیم ـــــ گراہم تمہیں خوش آمدید کہتا ہے'" اس نے بڑے مہذب انداز میں کہا پھر ہمارے بیٹھنے کے بعد ہی وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا جسے خاص طور پر اس کے لیے بنوایا گیا تھا اس لیے کہ عام سائز کی کرسی اس کے تن و توش اور اس کی جسامت کا بوجھ سہارنے کے متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔

کچھ دیر تک ادھر ادھر کی رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ ندیم اور گراہم ایک دوسرے سے خاصے بے تکلف معلوم ہوتے تھے۔ وہ بہترین دوستوں کی طرح باتیں کررہے تھے لیکن میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ گفتگو کے دوران گراہم کئی بار مجھے ایک مخصوص انداز میں دیکھ چکا تھا۔ ندیم نے میرا تعارف اپنے دوست ہی کی حیثیت سے کرایا تھا۔ دس پندرہ منٹ بعد ہم وہاں سے اٹھ کر اس حصے کی طرف آگئے جسے آبشار کی شکل دی گئی تھی۔ ہم تینوں گول میز کے اطراف پڑے ہوئے آرام دہ صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے اس بات کو حیرت انگیز طور پر محسوس کیا کہ اس حصے کا درجہ حرارت دوسرے حصے کے مقابلے میں خاصا کم تھا اور خنک بھی' یہ بات اس لیے بھی حیرت انگیز تھی کہ وہ صرف ایک وسیع و عریض کمرا تھا جہاں درمیان میں دیوار یا پارٹیشن والی قسم کی بھی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

ہمارے میز پر آنے سے پیشتر ہی وہاں مشروبات اور کھانے پینے کی اشیا کا انتظام کیا گیا تھا جس میں ڈرائی [illegible] فروٹ کی تعداد زیادہ تھی۔ اس خوب صورت حصے میں خلل ہونے کے باوجود ابھی تک گراہم اور ندیم کے درمیان کوئی کاروباری گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی' شاید میری وجہ سے گراہم کوئی گفتگو کرنے سے گریز کررہا تھا۔ چنانچہ میں کوئی خوب صورت سا بہانہ کرکے وہاں سے اٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ گراہم نے اپنا گلاس ختم کرکے چٹکی بجا کر باہر کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو طلب کرکے دوسرا پیگ تیار کرنے کو کہا پھر اس کے جانے کے بعد وہ براہ راست مجھ سے مخاطب ہوکر بولا۔

"آپ کا نام مسٹر ندیم نے غالباً "شہباز خان" بتایا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا میں آپ کے بارے میں کچھ ذاتی سوال کرسکتا ہوں۔" گراہم کا لہجہ درست نہیں تھا۔

"ضرور کیجئے۔"

"آپ کرتے کیا ہیں؟"

"ایک چھوٹا سا کنسٹرکشن آفس کھول رکھا ہے۔" میں

نے انکساری سے کام لیا۔ "بس سکون سے گزر ہوجاتی ہے۔"

"تعمیراتی ادارے کی داغ بیل ڈالنے سے پہلے آپ کیا کرتے تھے؟"

"اس سے پیشتر میں پولیس کے محکمے سے وابستہ تھا۔" میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ندیم نہایت بے پروائی اور خاموشی سے بیٹھا اپنے گلاس کے مشروب سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

"گڈ ـــــ" گراہم نے مجھے گھورتے ہوئے پرمسرت انداز میں کہا۔ "گویا میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سنجیدگی سے وضاحت چاہی۔

"نارمن اور ہاورڈ کے سلسلے میں۔" گراہم کے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیل گئی۔ وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "دیکھئے مسٹر شہباز خان ـــــ ہر بزنس اور کاروبار کے کچھ اپنے تقاضے اور اصول ہوتے ہیں لیکن میں دروغ گوئی کو کسی قیمت پر پسند نہیں کرتا۔ مجھے ایسے افراد سے شدید نفرت ہے جو ایک جھوٹ بول کر اس پر پردہ ڈالنے کی خاطر دس جھوٹ اور بولنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ انسان ہر کام صحیح کرے' کہیں کہیں بڑی فاش غلطیاں بھی سرزد ہوجاتی ہیں لیکن مردانگی اور بہادری اسی میں ہے کہ غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"نارمن اور ہاورڈ چار روز سے غائب ہیں۔" گراہم نے دوسرے گلاس سے ایک بڑا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کی لاشیں شہر سے دور کسی نواحی علاقے میں مٹی میں دبی ہوں گی۔ نارمن کے علاوہ میرے تین کارندے اور بھی ایک سیڈان کار میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جل بھن کر راکھ بن گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ انہیں مرنے کے بعد سیڈان میں ڈال کر آگ لگائی ہوگی تاکہ پولیس کو غلط راہ پر ڈالا جاسکے لیکن لندن کے کسی علاقے میں کوئی واقعہ رونما ہو اور گراہم کو اس کی خبر نہ ملے یہ ناممکن ہی ہے۔"

"ٹھیک ـــــ آپ نے ان باتوں سے کیا نتیجہ اخذ کیا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"آپ مسٹر شہباز ـــــ" گراہم نے بڑی صاف گوئی سے کہنا شروع کیا۔ "آپ جس دن کیسینو کے عقب میں ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں سے ٹکرائے تھے مجھے اسی وقت اس بات کا شبہ ہوگیا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہاورڈ کی میز تک نارمن ہی نے آپ کی رہنمائی کی تھی پھر جب مجھے نارمن اور ہاورڈ کی گمشدگی کی اطلاع ملی اور تین دوسرے کارندوں کی جل کر مرجانے کی خبر موصول ہوئی تو مجھے یہ بات سمجھنے میں کچھ زیادہ دشواری نہیں ہوئی کہ نارمن نے یقیناً کوئی ایسی غلطی کی ہوگی جس کی سزا اسے موت کی شکل میں دی گئی۔ ہونا بھی یہی چاہیے تھا اس لیے کہ غداری کی سزا میرے نزدیک بھی موت سے کم نہیں ہے۔" گراہم نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا تو شاید آپ اس وقت میرے کمرے تک نہ پہنچ سکے ہوتے۔ سرخ رومال والوں نے آپ کو راستے ہی میں روک لیا ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ میرے پارٹنر مسٹر ندیم کے ساتھ ہیں اور ـــــ"

گراہم نے ایک لمحے کو خاموش ہوکر ندیم کو بغور دیکھا جو اس وقت بھی قطعی بے پروا نظر آرہا تھا پھر جیب سے ایک سادہ چیک نکال کر ندیم کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہے کہ حالات کی تہ تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا' یہ بات میرے علم میں جلدی آگئی۔ نارمن آپ کا مقامی ایجنٹ ہونے کے باوجود آپ کو ہر ماہ ہزاروں پاؤنڈز کی رقم سے محروم کررہا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بلینک اور بیئرر چیک آپ کے کسی کام آسکے اور آپ کے نقصان کا ازالہ ثابت ہوسکے۔"

"پلیز مسٹر گراہم۔" ندیم نے چیک واپس کرتے ہوئے کہا۔ "نارمن نے جو غداری کی تھی اس کی سزا اسے مل چکی ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ میرا مقامی ایجنٹ تھا اس لیے اخلاقی طور پر مجھے کسی قسم کے ہونے والے نقصان کی ذمے داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔"

"اس کے باوجود۔"

"تھینکس ـــــ" ندیم نے گراہم کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ آپ معاملے کی گہرائی تک پہنچ گئے۔"

"اب کیا ارادہ ہے آپ کا۔" گراہم نے بے پروائی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ نارمن کی جگہ کوئی دوسرا مقامی ایجنٹ ـــــ"

"نہیں ـــــ" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اب یہ زحمت بھی آپ کو برداشت کرنا ہوگی۔ میرا جو شیئر بنے وہ آپ اپنے کسی کارندے سے بھی میرے اکاؤنٹ میں جمع کرادیا

aazzamm@yahoo.com

کریں جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔"

پھر ہم وہاں زیادہ دیر نہیں رکے۔ نارمن، ہاورڈ اور بقیہ تین آدمیوں کی موت کے سلسلے میں ہمیں جو تشویش لاحق تھی وہ مسٹر گراہم سے ملنے کے بعد دور ہو چکی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بات بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا کہ گراہم "آکٹوپس" سے بھی زیادہ خطرناک قسم کی کوئی مخلوق ہے۔ جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"تم نے کیا اندازہ لگایا مسٹر گراہم کے بارے میں۔" واپسی میں ندیم نے مجھ سے سوال کیا۔

"بظاہر ایک سیدھا سادا سا انسان لگتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ اس سے قطعی مختلف ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق گراہم کسی لومڑی سے زیادہ چالاک اور آدم خور چیتے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"میں تمہارے اندازے کی تردید نہیں کروں گا۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا!

☆

اس وقت رات کے تقریباً "گیارہ کا عمل تھا" ڈنر کے بعد ہم اپنے ہی ہوٹل کے کافی شاپ میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے رہے، نسیم بہت زیادہ خوش تھی، ندیم کو پانے کے بعد جیسے اس کی زندگی کے دھاروں کا رخ یکایک پلٹ گیا تھا، وہ پچھلے تمام دکھ درد بھول چکی تھی یا پھر اس نے خود ہی اپنے آپ پر قابو پالیا تھا، ماضی کے ان تمام دریچوں کو بند کرلیا تھا جس کے دوسری جانب غموں، آنسوؤں اور سسکیوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ مجھے اس بات کی بے حد مسرت تھی کہ ندیم نے بھی اپنی زندگی کی ایک ایک سانس کو نسیم کے لیے وقف کردیا تھا۔ کبھی وہ اس کے کیسینو میں محض ایک کال گرل کی حیثیت سے آئی تھی جس کے وجود کو روز و شب ہزاروں میلی اور مکروہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا، ہر شخص اس کی بھرپور جوانی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لینے کا مشتاق تھا، سیکڑوں ہوس ناک نگاہیں اس کے حسن کے اجلے پن کو اس طرح میلا کرنے کے لیے مچلتی رہتی تھیں جیسے کسی چمنی سے نکلنے والا دھواں کسی سنگ مرمری عمارت کے حسن کو دھندلانے کی کوشش کررہا ہو لیکن وہ جسم فروش نہیں تھی، اپنی بوڑھی ماں کا علاج کرانے کی خاطر زرق برق کپڑے زیب تن کرکے کیسینو تک آئی تھی لیکن اس کا وجود کنول کے پھول کی طرح گدلے پانی کے درمیان بھی انتہائی صاف و شفاف تھا۔ ندیم کم عمری کے باوجود جہاندیدہ تھا۔ اس کی نگاہوں نے نسیم کے وجود کے اندر چھپی ہوئی سہمی سہمی لڑکی کو دیکھ لیا تھا شاید اسی لیے اس نے اپنے آدمیوں کو تاکید کردی تھی کہ وہ نسیم کا خیال رکھیں۔

داور کی موت بھی نسیم کے بے داغ کردار کا ایک اہم ثبوت تھی پھر اس کے بعد میں اسے کیسینو کے گندے ماحول سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پہلے اس نے میرے خلوص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا تھا، وہ جس ماحول میں سانس لے رہی تھی اس نے اسے بہت زیادہ حساس بنادیا تھا، وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کی عادی بن گئی تھی لیکن پھر اسے میرے پیار پر یقین آگیا، اس نے مجھے بھائی کی حیثیت سے قبول کرلیا تھا۔ زندگی کے اس موڑ پر اسے نامساعد حالات سے دوچار ہونا پڑا، نرنجن لال کے زر خرید بدمعاشوں نے میری وجہ سے نسیم کو اغوا کرلیا، اس کی ماں کو بڑی سنگدلی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ وہ زندگی سے بالکل مایوس ہو گئی تھی ممکن تھا بدلتے حالات اس کے قدموں کو ڈگمگا دیتے لیکن ندیم نے اسے سہارا دے کر گرنے سے بچالیا اور اب وہ دونوں ہی بہت خوش تھے۔ اس وقت بھی وہ کسی بات پر قہقہہ لگا رہے تھے اور میں قریب ہی بیٹھا ان دونوں کو والہانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یار ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو۔" اچانک ندیم نے میری طرف دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر مستقل نہیں تو تمہیں کچھ دنوں کے لیے کم از کم عارضی طور پر سول میرج کر لینی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں محسوس کررہا ہوں کہ جب تم دوسروں کو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے یا سر سے سر جوڑے جذباتی انداز میں باتیں کرتے دیکھتے ہو تو تمہارے دل پر سانپ لوٹ کر رہ جاتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں کسی دن تمہارا پاؤں کائی پر نہ پڑے اور تم رپٹ کر گہرے پانی میں غوطے لگانے لگو۔ ذرا سوچو۔ سنجیدگی سے غور کرو، اگر اتفاق سے ایسا ہو گیا تو میں نسیم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ واپسی پر انکل اور

آنٹی سے کس طرح آنکھیں ملا سکوں گا۔"

"اے مسٹر۔۔۔ خبردار۔" میرے بجائے نسیم نے میرا پارٹ لیتے ہوئے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔ "شہباز بھائی کے لیے اس قسم کی باتیں سوچتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

"ناممکن۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "میری زندگی میں صرف ایک کی گنجائش تھی سو وہ جگہ تم نے پر کردی۔ اب میں کسی اور کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"کیا مطلب؟" نسیم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ "میں نے آپ سے ایسی ویسی بات کب کی تھی۔"

"تم شاید بھول رہی ہو مائی ڈیئر کہ شرم مونث ہے اور تمہاری موجودگی میں کوئی دوسری مونث میرے قریب آئے، میں ایسا خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا۔ ہاں تمہارے شہباز بھائی کے بارے میں البتہ غور کرسکتا ہوں۔"

"خدا سمجھے آپ سے۔" نسیم نے سکون کا سانس لیا۔ "کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہیں۔"

"بات صرف بات کی نہیں ذمے داری کی ہے۔" ندیم پھر سنجیدہ ہو گیا۔ "اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو، جب شہباز مجھے اور تمہیں یا کسی اور بے تکلف اور حسین جوڑے کو راز و نیاز میں مشغول دیکھتا ہوگا تو کیا موصوف کے دل میں گدگدی نہ ہوتی ہوگی۔"

"گڈ نائٹ۔" میں نے ندیم کو شوخی سے ڈانٹا پھر اٹھا اور جمائی لیتا ہوا لفٹ کے ذریعے اپنے کمرے میں آگیا۔ لباس تبدیل کرکے بستر پر سونے کے ارادے سے لیٹا تو میرے ذہن میں دو متضاد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے، کبھی میں نسیم اور ندیم کی خوشگوار زندگی کے بارے میں سوچنے لگتا اور کبھی میرے ذہن میں گراہم کا تصور ابھر آتا جس نے میرے خیال کے مطابق اپنے ظاہر پر شرافت اور معصومیت کا خول چڑھا رکھا تھا جبکہ اس کا باطن اس کی ظاہری تصویر کا دوسرا بھیانک رخ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بڑی معصومیت سے میرے بارے میں خود مجھ سے معلومات حاصل کی تھیں، کئی اسٹارز کیسینو کی حیثیت گراہم کے لیے کسی شیر کی کچھار سے کم نہیں تھی جہاں سرخ رومال والے چپے چپے کی نگرانی پر مامور تھے، جو پل پل کی خبرگیری رکھنے اور ہر معاملے سے نمٹنے کو ہمہ وقت آمادہ نظر آتے تھے۔

میں نے خود اس روز نارمن کے ساتھ دو سرخ رومال والوں کو بگڑتے ہوئے تیور سے اپنی میز کی جانب لپکتے دیکھا تھا جب میں نے ندیم کی جانب سے ملنے والے پیغام کے تحت ہاورڈ کے گلے میں ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی تھی لیکن عین موقعے پر گھپ اندھیرا ہمارے درمیان حائل ہو گیا تھا ورنہ وہ شاید میری تکا بوٹی کرڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ میری شکل ان دو کے علاوہ ٹاپ فلور پر تعینات دوسرے سرخ رومال والوں کی آنکھوں اور ذہنوں میں ضرور محفوظ ہوگی لیکن جس روز میں ندیم کے ساتھ گراہم سے ملنے گیا اس روز کسی نے مجھے دیکھ کر چونکنے کی کوشش نہیں کی تھی، شاید اس لیے کہ میں ندیم کے ساتھ تھا یا پھر اس لیے کہ مسٹر گراہم نے پہلے ہی سے اپنے آدمیوں کو اس بات کی خاص طور پر تاکید کردی ہو کہ وہ مجھے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم نے نارمن کو پھانسنے کی خاطر میرے ذریعے جو ڈراما رچایا تھا اس کا علم گراہم کو ہو چکا ہو۔ نارمن کی گمشدگی گراہم کے لیے یقیناً اہم ہوتی، وہ تھرڈ فلور کا انچارج ہونے کے ناتے گراہم کے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل ہوگا۔ گراہم جس کاروبار سے منسلک تھا اور ندیم نے مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ گراہم اپنی کرسی پر بیٹھے ہی بیٹھے پورے لندن اور اس کے گرد و نواح کی خبر رکھتا ہوگا۔ اگر ایسا تھا تو پھر وہ نارمن کے سلسلے میں بھی اتنا بے خبر نہ رہا ہوگا جتنا خود کو ظاہر کررہا تھا۔

ٹھیک گیارہ بجے میں نے اپنے بیڈ روم کی لائٹس آف کردیں لیکن اس ہلکے نیلے رنگ کے نائٹ بلب کو آن رہنے دیا جو نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس کی ٹھنڈی روشنی ماحول کو بڑا خوابناک بنا رہی تھی، جلد ہی میرے اوپر غنودگی کی کیفیت طاری ہونے لگی، میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا اس لیے کچھ دیر بعد میرے خراٹے بھی کمرے کے خوابناک ماحول میں گونجنے لگے ہوں گے۔ میں کتنی دیر تک خواب خرگوش میں محو رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار میری آنکھ اس وقت کھلی تھی جب کوئی میرے کان میں آہستہ آہستہ رس گھول رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ کسی لڑکی کی آواز تھی جو مجھے میرا نام لے کر ہولے ہولے پکار رہی تھی۔

لندن کے ہوٹلوں کے لیے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی، روم سروس پر تعینات خوب صورت لڑکیاں اکثر اسی طرح گاہکوں کو اپنے حسن کے دام میں پھنسایا کرتی ہیں۔ خوشبو کی بھینی بھینی مہک میرے وجود کو گنگنا رہی

aazzamm@yahoo.com

تھی۔ میں نے آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کر کے دیکھا' وہ میرے اوپر جھکی ہوئی مجھے آہستہ آہستہ بیدار کرنے کی کوشش کر رہی تھی' اس کے جسم پر ایک شفاف سا نائٹ گاؤن موجود تھا جس کے اندر اس کے جسمانی نشیب و فراز سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے نظر آ رہے تھے۔ اس کے قرب کا احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا پھر میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس کے ساتھ ہی میں نے بیڈ سوئچ آن کیا تو کمرا روشنی میں نہا گیا' اس کے ساتھ ہی وہ حسین اور کمسن دوشیزہ میری نگاہوں میں بے نقاب ہو گئی جو میری دسترس سے زیادہ دور بھی نہیں تھی لیکن اسے دیکھتے ہی میں چونک اٹھا۔ وہ وہی کمسن اور حسین کال گرل تھی جس نے کئی اسٹارز کے تھرڈ فلور پر مجھے کمپنی دی تھی' اس وقت میرے کمرے میں اس کی موجودگی میرے لیے تعجب خیز ہی تھی' مجھے یاد ہے کہ میں کمرا اندر سے مقفل کر کے لیٹا تھا پھر وہ اندر کس طرح داخل ہوئی' کیا اس کو میری خواب گاہ کی ڈپلی کیٹ چابی ہوٹل والوں نے فراہم کی تھی؟ کیا وہ بھی مجھے داد عیش دینے کی خاطر اس لڑکی کے شریک کار تھے' ایسا ناممکن بھی نہیں تھا' بہرحال میں نے خود کو بے قابو نہیں ہونے دیا' حیرت سے اس خوب صورت اور مہکتے ہوئے کمسن وجود کو بغور دیکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

"تم ـــــ اتنی رات گئے ـــــ اس وقت میرے کمرے میں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ اس کے لب و لہجے اور انداز میں دل لبھانے والی کوئی بات نہیں تھی۔

"ہاں ـــــ تم وہی ہو جس نے کئی اسٹارز میں مجھے کمپنی دی تھی۔"

"اور اس وقت میں تمہیں ایک اہم خطرے سے مطلع کرنے آئی ہوں۔" وہ بدستور سنجیدگی سے بولی پھر اپنی نازک کلائی پر بندھی ہوئی خوب صورت اور قیمتی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت رات کے گیارہ بج کر پچاس منٹ ہوئے ہیں اور اب سے ٹھیک ایک گھنٹے اور دس منٹ بعد تمہارا اس دنیا میں کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں نے اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں دور دور تک جھانکا بظاہر وہ مخلص نظر آ رہی تھی۔

"میری بات غور سے سنو۔" وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم نے آج شام ہوٹل کے گفٹ شاپ سے جو تحفہ نسیم کو کل اس کی سالگرہ پر دینے کے لیے خریدا ہے اسے پیکنگ کے وقت بڑی خوب صورتی سے تبدیل کر دیا گیا ہے جس کا علم گفٹ شاپ کے مالک کو بھی نہیں ہے لیکن جس کے نتیجے میں تم ٹھیک ایک بجے رات اس بم کے دھماکے کا شکار ہو جاؤ گے جو گفٹ پیک میں پوشیدہ طور سے رکھا گیا ہے۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" اس کی گفٹ شاپ سے خریدی گئی اشیا والی اطلاع غلط نہیں تھی لیکن میں اس سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے گفٹ پیک میں کسی شارٹ رینج مگر طاقت ور بم کی اطلاع کس طرح ہوئی؟ کیا وہ دشمنوں سے ملی ہوئی تھی؟ یا کسی خاص جذبے کے پیش نظر وہ مجھے موت کے منہ سے بچانا چاہتی تھی؟ کیا اسے اس بات کا احساس یا خوف نہیں تھا کہ میرے بچ جانے کے بعد اس کی اپنی کیا پوزیشن ہوگی؟ اگر وہ ایک اہم خطرے سے آگاہ تھی تو اس کے مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بھی ان لوگوں سے ملی ہوئی تھی جو میری جان کے درپے تھے؟ کون تھے وہ لوگ؟ کیوں مجھے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے تھے؟ اور وہ لڑکی ـــــ وہ کس وجہ سے مجھے بچانے کی خاطر ایک اہم خطرہ مول رہی تھی؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ میری موت کی سازش سے واقف تھی یا میرے دشمنوں کی شریک کار تھی تو جن لوگوں نے گفٹ پیک کو موت کے پیک میں تبدیل کیا تھا اس کی طرف سے اتنے غافل بھی نہ ہوں گے کہ وہ اتنی آسانی سے میرے کمرے میں آئے اور مجھے سازش سے آگاہ کرنے کے بعد زندہ واپس چلی جائے؟

"میں جانتی ہوں کہ اس وقت تمہارے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے غلط مت سمجھو' جو اطلاع میں تمہیں دے رہی ہوں وہ مجھے مسٹر ندیم کو دینی تھی لیکن وہ ابھی تک کافی شاپ ہی میں موجود ہیں' ایسی صورت میں' میں ان کے قریب جانے کا رسک نہیں لے سکتی۔ ویسے بھی مسٹر ندیم کی موجودگی میں میرا وہاں جانا اس وقت مناسب نہیں ہوگا۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہوگے۔"

"کیا تم ندیم کے لیے کام کر رہی ہو۔"

"بہت دیر میں خیال آیا تمہیں۔" وہ عجیب بے تکلف انداز میں ہنس پڑی یوں جیسے میری حماقت پر ہنس رہی ہو پھر تیزی سے بولی۔ "میں اب واپس جا رہی ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اس گفٹ پیک کو کسی طرح ہوٹل کے پارکنگ

لاٹ سے ملحق گارڈن میں کسی ایسی جگہ چھپا آؤ جہاں کسی اور کی نظر نہ پڑ سکے لیکن کام احتیاط سے کرنا' اگر تمہارے دشمنوں نے دیکھ لیا تو وہ تمہیں شاید وقت سے پہلے ہی ٹھکانے لگانے کی کوشش کریں۔"

"ون منٹ" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو جو مجھے اپنی ناپاک سازش میں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں اور اس کی وجہ کیا ہے۔"

"سوری ـــــ میں ان سوالات کا جواب براہ راست تمہیں نہیں دے سکتی۔"

"ایک اہم سوال اور ـــــ" میں نے اسے واپس جاتے دیکھ کر ٹھوس لہجے میں پوچھا۔ "تم میرے کمرے میں کس طرح داخل ہوئیں جب کہ میں نے سونے سے پہلے اسے اندر سے لاک کر لیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کہ میں صرف اور صرف مسٹر ندیم کو جواب دہ ہوں۔ خدا حافظ اور شب بخیر۔" وہ تیزی سے پلٹی' دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کان لگا کر باہر کی سن گن لی پھر خاموشی سے سر باہر نکال کر دائیں بائیں دیکھا اور برق رفتاری سے کمرے سے نکل کر بائیں جانب راہداری میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی' میں نے ریسیور اٹھا کر ندیم کے کمرے کے نمبر آزمائے لیکن وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔ میرے پاس وقت کم تھا چنانچہ میں نے لڑکی کے مشورے پر عمل کرنے کی ٹھان لی' الماری سے گفٹ پیک نکال کر کمرے سے باہر آیا۔ راہداری خالی پڑی تھی۔ میں لپکا ہوا لفٹ کے قریب آیا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے پارکنگ لاٹ کی طرف جانے کے لیے عقب کا راستہ اختیار کیا۔

گفٹ پیک کو مطلوبہ گارڈن کی ایک ویران بینچ کے نیچے رکھنے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آیا تو میرا جسم سردی کے باوجود پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی' ایک بجنے میں اب صرف پچیس منٹ باقی تھے۔ میں نے ایک بار پھر ندیم کے نمبر ڈائل کیے' اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی دوسری جانب سے ندیم ہی نے کال ریسیو کی تھی۔ میں نے بڑے مختصر وقت میں اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا' اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں خاموشی سے پوری تفصیل سناتا رہا پھر جب میں اپنی بات مکمل کر چکا تو اس نے جواب میں صرف اتنا کہا۔

"پریشان مت ہو۔ سونے کی کوشش کرو تو نیند جلدی آ جائے گی۔ باقی باتیں صبح اطمینان سے ہوں گی۔ وش یو اے نائس نائٹ اینڈ ساؤنڈ سلیپ۔"

دوسری جانب سے رابطہ منقطع کر دیا گیا شاید ندیم نسیم کی موجودگی میں کھل کر کچھ کہنے سے گریز کر رہا تھا' میں نے ریسیور رکھا پھر دوبارہ اپنے بستر پر دراز ہو گیا پھر کب میری آنکھ لگی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ندیم میرے کمرے میں آ گیا۔ وہ تنہا ہی تھا۔ اس کے بیان کے مطابق نسیم اس وقت سو رہی تھی اس لیے اس نے ابھی تک ناشتا بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے روم سروس کو فون کر کے ندیم کے لیے ناشتے کا آرڈر پیش کر دیا' ندیم خلاف توقع اس وقت کچھ زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"آج ہم نے نسیم کی ایما پر زو اور چند دوسرے مقام پر تفریح کا پروگرام مرتب کیا تھا لیکن شاید اب تم ہمارے ساتھ نہ جا سکو مگر نسیم پر یہ بات ظاہر ہونے دینا کہ اس کا مشورہ میں نے دیا ہے' تم سر درد یا پھر اور کوئی بہانہ کر کے ٹال جانا۔"

"کوئی خاص مصلحت۔" میں نے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں ـــــ شاید تمہیں آج ہی کسی وقت اس ہوٹل سے منتقل ہونا پڑے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارا قیام اب ایک دوسرے ہوٹل میں ہوگا جہاں تمہیں کچھ عرصہ تک شہباز کے بجائے بلرام کے نام سے سکونت اختیار کرنا پڑے گی' تم وہاں تنہا نہیں رہو گے' تمہارے ساتھ رام اوتار نامی ایک دوست بھی ہوگا' تم دونوں کی حیثیت سیاحوں کی سی ہوگی اور جب تک حالات قابو میں نہ آ جائیں تمہیں مستقل طور پر میک اپ میں رہنا ہوگا' اس حد تک کہ نسیم بھی اگر تمہیں دیکھے تو شناخت نہ کر سکے' خاص طور پر تمہیں اپنی آواز بھی تبدیل کرنا ہوگی۔"

"رام اوتار کا رول کون ادا کرے گا۔"

"ظاہر ہے وہ میرا کوئی خاص کارندہ ہی ہوگا جو تمہارے ساتھ رہ کر ہر لمحہ تمہاری حفاظت کرے گا۔" ندیم نے کہا۔ "تنہائی میں اس کی حیثیت تمہارے ماتحت جیسی ہوگی لیکن ہوٹل کے کمرے سے باہر تم ایک دوسرے کے بے تکلف دوست ہو گے۔"

"کیا یہ سب کچھ ضروری ہے۔" میں نے پہلو بدل کر

aazzamm@yahoo.com

پوچھا۔

"کل رات تم نے مجھے جس گفٹ پیک کی اطلاع دی تھی وہ ٹھیک ایک بجے بلاسٹ ہوا تھا' دھماکا زیادہ شدید نہیں تھا لیکن بدقسمتی سے ہوٹل کی ایک ویٹرس جو اپنے کسی آشنا کے ساتھ اسی بینچ پر بیٹھی تھی بری طرح زخمی ہوئی ہے۔ بینچ درمیان میں نہ ہوتی تو شاید ان دونوں کے جسمانی اعضا بھی فضا میں بکھر گئے ہوتے۔ پولیس رات ہی سے بڑی سرگرمی سے دکھا رہی ہے۔ دھماکا ایک پلاسٹک بم کا نتیجہ ثابت ہوا ہے لیکن گفٹ چونکہ راکھ ہو گیا اس لیے اس کی نشاندہی نہیں ہو سکی۔"

"پھر ــــ پولیس نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"ابھی تک تفتیش کرنے والی ٹیم نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا مگر زخمی ہونے والی ویٹرس چونکہ خراب ریپوٹیشن کی مالک تھی اس لیے پولیس کا خیال ہے کہ یہ تخریبی کارروائی کسی ذاتی رنجش یا رقابت کا نتیجہ ہی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن اس گفٹ پیک کی تبدیلی کا مقصد کیا تھا۔"

"تمہاری موت۔" ندیم نے صوفے سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کے تیور اچھے نہیں تھے' پیشانی پر ان گنت شکنیں نظر آ رہی تھیں اور ایسا صرف اسی وقت ہوتا تھا جب وہ بہت زیادہ خطرناک موڈ میں ہوتا تھا۔ میں اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے ٹہلتے ٹہلتے یکلخت رک کر بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ایک بات میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ براہ راست تمہاری موت سے ان لوگوں کا کوئی گہرا تعلق نہیں ہو سکتا جن کے مشاق ہاتھوں نے گفٹ پیک کو اتنی ہوشیاری سے تبدیل کیا کہ گفٹ شاپ کے مالک کو بھی اس کی خبر نہیں ہوئی ــــ وہ ابھی تک بے خبر ہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "جب وہ میری موت کے خواہاں نہیں تھے تو پھر وہ گفٹ پیک۔"

"تمہیں کوئی شدید نقصان پہنچا کر دراصل وہ مجھے ایک وارننگ دینے کے خواہشمند تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو۔"

"میرا تعلق جس کاروبار سے ہے اس میں اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا معمولی بات ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن دشمن چونکہ پس پردہ ہوتے ہیں انہیں فوراً" پہچانا نہیں جا سکتا۔ ان کے بارے میں صرف قیاس آرائی کی جا سکتی ہے۔"

"تمہارا شبہ کس پر ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"فی الحال مسٹر گراہم کے سوا کوئی اور اس قسم کی گھٹیا حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔" ندیم نے حقارت سے جواب دیا۔ "سائنس نے انسانی سوچ سے بھی زیادہ ترقی کر لی ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسا فارمولا تلاش نہیں کر سکی جو نسلی مخاصمت اور رنگ و نسل کی تمیز کو ختم کر سکے' فرقہ وارانہ فسادات آج بھی اسی طرح جاری ہیں جس طرح سو سال پہلے تھے' میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اپنے سرکل میں اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' اس کے ایجنٹ اور خطرناک کارندے ملک کے طول و عرض میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بزنس کے معاملات میں ہمیشہ سے دیانتداری کا قائل ہے' اپنے بزنس کے اصولوں کے سلسلے میں وہ ٹھوس کردار کا مالک ہے لیکن ہارمن اور ہاورڈ بہرحال سفید چمڑی کے مالک تھے اور جہاں نسلی امتیاز کا زہر رگوں میں سرایت کر چکا ہو وہاں انتقامی جذبات کا اظہار زبان سے نہیں کیا جاتا۔ اس کے لیے ایسے ہی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں جیسا تمہارے سلسلے میں کیا گیا تھا۔"

"لیکن میرے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد کیا گراہم ہارمن اور ہاورڈ کی موت کو نظرانداز کر دے گا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے لیکن میں اتنا پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ براہ راست میری ذات پر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"اس خوش فہمی کی کوئی وجہ؟"

"پہلی وجہ یہ ہے کہ میں اس کا بزنس پارٹنر ہوں' اس لیے وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر پولیس کو کسی قسم کے شبہے کا موقع فراہم نہیں کرے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ مقامی لوگوں کی اچھی خاصی تعداد میری مٹھی میں ہے ان لوگوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا' وہ صرف پیسوں کو خدا مانتے ہیں اور چند پاؤنڈ کے لالچ کے عوض کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ گراہم یہ بھی جانتا ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کے بعد اس کا سکون بھی درہم برہم ہو جائے گا۔"

بیرا ناشتے کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوا تو ندیم کا موڈ یکلخت تبدیل ہو گیا' وہ بالکل ندیدے بچوں کی طرح

ناشتے پر ٹوٹ پڑا پھر جب وہ چائے کا کپ تیار کرنے لگا تو میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اب کیا تم مجھ پر ہونے والے حملے کا انتقام گراہم سے لو گے۔"

"ٹٹ فار ٹیٹ ہماری دنیا کا سب سے پہلا اور زریں اصول ہے ورنہ ایک بار اگر درگزر سے کام لیا جائے تو پھر اس شخص پر "بزدلی" کا ٹھپا لگ جاتا ہے۔" ندیم کے لہجے میں کسی کوبرا ناگ کی سی پھنکار تھی۔

"کیا گراہم کی موت کے بعد کوئی ہنگامہ نہیں کھڑا ہوگا۔"

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ یہ سب حالات پر منحصر ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کبھی بڑے سے بڑا جرم اتنی صفائی سے کیا جاتا ہے کہ اس کی تہ تک کوئی بھی نہیں پہنچ پاتا اور کبھی چھوٹے موٹے جرم کا مجرم بھی کسی طاعون زدہ چوہے کے مانند ماؤس ٹریپ میں پھنس جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پیشتر اس بات پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ اب تم تنہا نہیں ہو' نسیم کی زندگی بھی تمہاری ذات سے وابستہ ہو چکی ہے۔ اگر خدانخواستہ تمہارے اوپر کوئی آنچ بھی آئی تو وہ اس صدمے کو برداشت نہیں کر سکے گی۔"

ندیم نے فوراً" ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش بیٹھا چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا پھر وہ کپ کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں اپنے ایک ذاتی کاروباری سلسلے میں اچانک امریکا جانا پڑ رہا ہے جہاں سے تمہاری واپسی میں ایک دو مہینے بھی لگ سکتے ہیں۔ نسیم سے تم یہی بہانہ کرو گے۔ اسے اصل حالات کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے۔"

"گویا تم اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے۔" میں نے اسے تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم ابھی تک البرٹو سے نہیں ملے۔" ندیم نے میری بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تمہیں اس سے بھی ملواؤں گا لیکن شاید فی الحال اب ایسا ممکن نہ ہو سکے۔"

"یہ البرٹو کون ہے؟"

"گراہم کا ولی عہد۔" ندیم کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہونے لگی۔ "باپ کی ضد واقع ہوا ہے' نیوکیسل میں ایم ایس کر رہا ہے' میری بڑی عزت کرتا ہے اور شاید وہ خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتا کہ میں اس کے باپ کے خلاف کوئی سازش کر سکتا ہوں' گراہم کے مقابلے میں وہ گلی اسٹارز کے کاروباری معاملات میں میرے لیے زیادہ سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔"

"لیکن۔"

"مطمئن رہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "میں اس قسم کے کاموں میں بہت زیادہ احتیاط برتنے کا قائل ہوں۔ راجو میرا دست راست ہے مگر کبھی اس کو بھی اس بات کی خبر نہیں ہوئی کہ شہر میں ہونے والی کسی خاص واردات میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ ایسے کاموں کے لیے پیشہ ور قسم کے اجرتی قاتل اور جرائم پیشہ افراد زیادہ کارآمد ہوتے ہیں۔ انہیں صرف منہ مانگے دام سے تعلق ہوتا ہے' وہ آم کھانے کے عادی ہوتے ہیں پیڑ گننے کے نہیں' بیشتر معاملات میں انہیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کس کی خاطر آگ میں کود رہے ہیں' وہ مارنا یا پھر مر جانا کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ جیل یا لمبی لمبی سزائیں ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں' قانون کی نگاہوں میں انہیں "جیل کے پنچھی" کہا جاتا ہے۔"

"کیا تم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ تم کسی خطرناک آکٹوپس کو آسانی سے شکار کر لو گے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ ویسے اس قسم کے معاملات میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں بھی پہلے گراہم کو صرف ایک وارننگ ہی دینے پر اکتفا کروں۔"

مجھے اندازہ تھا کہ ایک بار جو بات ندیم کے ذہن میں بیٹھ جائے اسے آسانی سے نہیں نکالا جا سکتا تھا' وہ گراہم کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان چکا تھا' شاید راتوں رات اس نے اس ضمن میں کوئی منصوبہ بھی ترتیب دے لیا ہو۔ مجھے اس میدان کے نشیب و فراز کے بارے میں کچھ زیادہ علم بھی نہیں تھا جس کا وہ کھلاڑی تھا لیکن اتنا ضرور جانتا تھا کہ اس قسم کی جنگ میں تخت یا پھر تختہ کے علاوہ کوئی تیسری صورت ممکن نہیں ہوتی۔ میں نے ہر طرح سے ندیم کو اس خطرناک کھیل سے باز رکھنے کی کوشش کی جس میں جیت یا ہار دونوں ہی صورتوں میں انسان کو قانون کے ساتھ آنکھ مچولی کرنا پڑتی ہے لیکن وہ مجھے بڑی خوب صورتی سے ٹالتا رہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ گراہم کے بعد البرٹو تمہارے

aazzamm@yahoo.com

لیے زیادہ مفید ثابت ہو گا۔"

"ہاں ـــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گراہم کی کرسی مجھے سنبھالنے کی پیشکش بھی کر بیٹھے۔"

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اب تسنیم سے شادی کے بعد تم اپنا موجودہ بزنس وائنڈ اپ کر کے کوئی اور کاروبار کرو گے۔"

"میں اب بھی اپنے عہد پر قائم ہوں لیکن کسی بھی جمے جمائے کاروبار کی وائنڈنگ میں کچھ وقت تو بہرحال لگتا ہے۔"

"ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا۔"

"تم کلی اسٹارز سے دست بردار ہونے کی خاطر اپنا شیئر کسی اور کے ہاتھوں فروخت بھی کر سکتے ہو۔"

"کر سکتا تھا لیکن اب نہیں۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "گراہم نے آنکھ بند کر کے سانپ کی بل میں ہاتھ ڈال دیا ہے تو اب اسے سانپ کے زہر کا ذائقہ بھی ضرور چکھنا ہو گا۔"

"وہ کون تھی جو کل رات میری خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے سوال کیا۔

"تم اس سے پہلے بھی مل چکے ہو۔" ندیم مسکرایا۔ "ہو سکتا ہے کہ بعد میں بھی ملتے رہو لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم اسے آسانی سے شناخت نہیں کر سکو گے۔ اسے آواز بدلنے کے ساتھ ساتھ میک اپ کے ذریعے عمر کم زیادہ ظاہر کرنے پر بھی ملکہ حاصل ہے۔"

"ماریا ـــــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، وہ ماریا ہی تھی، کلی اسٹارز میں بھی اسی نے تمہیں کمپنی دی تھی لیکن خود گراہم کے زرخرید بدمعاش اور دیگر کارندے بھی یہ نہیں جان سکے تھے اس نے کس کال گرل کی جگہ اپنا کردار ادا کیا تھا۔"

"کیا بعد میں بھی یہ راز راز ہی رہے گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اسی نے گراہم یا پھر اپنے ساتھیوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو اور مجھ پر ہونے والا حملہ اسی کا نتیجہ ہو اس لیے کہ اس روز اسی کو میرے ساتھ فلور پر دیکھا گیا تھا۔"

"نہیں۔ ایسا ممکن نہیں۔" ندیم نے بڑے یقین سے کہا۔ "ماریا نے جس لڑکی کی جگہ لی تھی وہ بھی ایک طرح سے میرے مقامی ایجنٹس کی خفیہ فہرست میں شامل ہے جسے براہ راست ہماری جانب سے ایک معقول معاوضہ ملتا ہے۔"

"اور میرے کمرے کی چابی ماریا کے پاس کہاں سے آئی تھی۔"

"میں نے فراہم کر رکھی ہے۔" ندیم مسکرایا۔ "کسی نادیدہ خطرے سے بروقت نمٹنے کے لیے میں نے ان تمام کمروں کی ڈپلی کیٹ کی ہوا رکھی ہے جہاں میرے آدمی مقیم ہیں۔ کیا تم یقین کرو گے کہ اس کام کے عوض مجھے پورے ایک ہزار پاؤنڈ خرچ کرنا پڑے تھے۔"

"اور یہ رقم تمہیں اب مع منافع کے میری صورت میں وصول ہو گئی۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "دوسری شکل میں شاید تمہیں میری لاش کے ٹکڑے سمیٹنے اور ٹھکانے لگوانے پر مزید رقم خرچ کرنا پڑتی۔"

"یقیناً۔" ندیم شوخ ہو گیا۔ "ویسے کباب کی ہڈی بڑی سخت جان ہوتی ہے، آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

"بالکل تمہاری ہی طرح کمبل ہو جاتی ہے۔" میں نے برجستہ کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں میری صحبت میں بولنا آ گیا۔"

"شٹ اپ۔" میں نے خوشگوار لہجے میں ندیم کو ڈانٹا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اگر گراہم کے آدمی گفٹ پیک والی سازش میں شریک تھے تو یقیناً اب بھی کوئی نہ کوئی خفیہ آنکھ ہماری نقل و حرکت کا جائزہ لینے پر ضرور مامور ہو گی۔ ایسی صورت میں کیا اس ہوٹل سے کسی دوسرے ہوٹل میں میری شفٹنگ آسان کام ہو گی۔"

"یہ سب کچھ تم میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"رام اوتار کا کردار کون ادا کرے گا۔" میں نے ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر پانسا پھینکا۔ "راجو ـــــ؟"

"فنڈ گاف ـــــ" ندیم نے مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔ "مبارک ہو ـــــ اب تمہاری عقل داڑھ بھی نکلنا شروع ہو گئی۔"

میں پلٹ کر صوفے کا کشن اٹھا کر ندیم کو مارنا چاہتا تھا کہ اچانک تسنیم اندر داخل ہوئی اور مجھے فوری طور پر اپنا ارادہ ترک کر دینا پڑا پھر تسنیم کے سامنے میں نے اپنی کاروباری مصروفیات کے تحت فوری طور پر امریکا جانے کا ذکر بھی کر دیا۔

*

سی ویو ہوٹل ابھی حال ہی میں تیار ہوا تھا، چونکہ

ساحل سمندر کے کنارے واقع تھا اس لیے وہاں ہمیشہ سیاحوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی بہرحال ہمیں دو بستروں کا ایک کمرا مل ہی گیا۔ وہاں میرا اور راجو کا قیام بحیثیت بلرام اور رام اوتار ہی عمل میں آیا تھا۔ دونوں ہی میک اپ میں تھے، میک اپ راجو نے کیا تھا لیکن میک اپ کے بعد جب میں نے خود اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تو ایک لمحے کو بوکھلا کر رہ گیا، میرے چہرے پر اب گھنی مونچھوں اور داڑھی کا اضافہ ہو چکا تھا، چہرے پر سیدھے ہاتھ کی طرف ناک کے قریب ایک بڑا سا تل بھی موجود تھا۔ الٹی جانب کنپٹی سے ذرا نیچے ایک معمولی زخم کا نشان تھا جو بڑی حد تک بھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ خود راجو نے بھی اپنے چہرے کی مرمت کر ڈالی تھی اور اب وہ بالکل اسی حلیے میں نظر آ رہا تھا جس میں میں نے اسے پہلی بار ندیم کے کیسینو میں اس وقت دیکھا تھا جب میں تسنیم کی خاطر داور سے ٹکرایا تھا۔

راجو کے کہنے پر میں نے اس وقت لائٹ گرے کلر کی جینز اور ہلکی نیلی دھاریوں والی ڈھیلی ڈھالی بش شرٹ پہن رکھی تھی، راجو نے صرف ایک نیکر اور بنیان پر اکتفا کیا تھا۔ جس پر ایک حسین لڑکی کو مچھلی کا شکار کرتے دکھایا گیا تھا۔

اس وقت شام کے تقریباً پانچ کا عمل تھا، ہم دونوں اپنے کمرے کی بالکونی میں بید کی کرسیوں پر بیٹھے ساحل کا نظارہ کر رہے تھے جہاں قدرت کی رنگینیاں مختصر ترین لباس میں جگہ جگہ اٹکھیلیاں کرتی نظر آ رہی تھیں۔ ان میں زیادہ تر جوڑے تھے لیکن تنہا مردوں اور عورتوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ دو چار کے علاوہ بیشتر تنہا عورتیں اپنی زندگی کا نصف حصہ گزار چکی تھیں لیکن اب بھی ان کے جسم کی ساخت بتا رہی تھی کہ عمارت شاندار رہی تھی۔

راجو میز پر رکھی بوتل سے اپنے لیے تیسرا پیگ تیار کر رہا تھا، کبھی کبھی وہ گلے میں پڑی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگا کر ساحل کی جانب دیکھنے لگتا۔ گلاس میرے سامنے بھی موجود تھا لیکن وہ نصف سے زیادہ خالی ہی رہنے دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ویٹر یا ویٹرس کسی قسم کی چیز لے آئے تو یہی سمجھے کہ ہم پینے میں مصروف ہیں، بوتل کے قریب ہی دو پلیٹیں بھی موجود تھیں جس میں تلے ہوئے جھینگے اور آلو کی ٹکیاں نظر آ رہی تھیں۔

"راجو ـــــ" میں نے راجو کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اس وقت جس حلیے میں نظر آ رہے ہو یہی تمہارا اصلی روپ ہے۔"

"نہیں ـــــ" اس نے دوربین نظروں کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں بھی آپ کی طرح میک اپ میں ہوں۔"

"تم نے ہوٹل کے رجسٹر میں کیا اندراجات کرائے ہیں۔"

"ہمارے نام بلرام اور رام اوتار ہی ہیں۔" راجو نے مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم پونا کے رہنے والے ہیں جہاں بمبئی میں آپ کا قالینوں کے امپورٹ ایکسپورٹ کا دفتر موجود ہے۔ آپ کمپنی کے مالک ہیں اور میں منیجر، ہم دونوں یہاں بزنس ٹرپ پر آئے ہیں اور اپنا کام ختم کرنے کے بعد آج کل صرف سیر سپاٹے کے موڈ میں ہیں، ہماری واپسی شاید پندرہ دن بعد ممکن ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا سی ویو میں ہمارا قیام صرف پندرہ دن رہے گا۔"

"باس نے یہی کہا تھا۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دوسری ہدایت دو ہفتے بعد ہی ملے گی۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ ندیم نے ہمیں حلیہ تبدیل کر کے یہاں رہنے کا مشورہ کیوں دیا ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میرا کام باس کے حکم پر صرف عمل کرنا ہے، اس کی وجہ دریافت کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"بہت گہرے اور وفادار معلوم ہوتے ہو۔" میں مسکرایا پھر ایک تلا ہوا جھینگا .... اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ ہمیں ہمارے موجودہ حلیوں میں کوئی شناخت نہیں کر سکے گا۔"

"راجو ادھورا یا کچا کام کرنے کا عادی نہیں ہے۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

"اگر ہم بھی ساحل پر گھومتے گھومتے نہانے کے غرض سے سمندر میں چلے گئے تو۔"

"اس وقت بھی ہمارا یہ میک اپ برقرار رہے گا۔" راجو نے میری بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ "میں نے جو میک اپ تیار کیا ہے وہ پلاسٹک میک اپ ہے جسے اتارنے کے لیے ہمیں دو تین گھنٹے درکار ہوں گے اور اس کے لیے کچھ خاص کیمیکل کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔"

"ہمیں یہاں سیاحی کے علاوہ اور کیا کچھ کرنا ہو گا؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کیا ہمیں سیاحوں والے شغل بھی کرنے ہوں گے۔"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" راجو مسکرایا

aazzamm@yahoo.com

"انسان سمندر کے کنارے جائے اور پیر بھگوئے بغیر ہی واپس ہو جائے تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"آئی سی۔" میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ "رنگین مزاج بھی ہو۔"

"زندگی اور موت کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا' کبھی بن بلائے آجاتی ہے اور کبھی آتے آتے اس طرح ٹل جاتی ہے کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔" اس نے بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا پھر ساحل کی طرف دیکھ کر ایک لمبا گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت جتنے لوگ ساحل پر موجود ہیں وہ تمام زندہ سلامت ہی اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے چونک کر راجو کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھے کیا باور کرانا چاہتے ہو۔"

"ذرا جھٹ پٹا اور ہو جائے تو ہم دونوں بھی ساحل کی طرف چلیں گے۔" راجو نے ایک بار پھر دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اکثر اچانک کوئی ان ہونی بات ہو جائے تو قرب و جوار کے لوگ بوکھلا جاتے ہیں' ممکن ہے ہمارے ساحل پر پہنچنے کے بعد کوئی خوب صورت صحت مند دوشیزہ اچانک ایک سسکاری لے پھر چکرا کر نرم ریت پر گرے اور ہمیشہ کے لیے...... پرسکون نیند سو جائے' ایسے موقعوں پر جو افراد بوکھلا کر بھاگتے ہیں وہ قانون کی نظروں میں مشکوک سمجھے جاتے ہیں' زیادہ معصوم اور بے قصور وہ ہوتا ہے جو لاش کے قریب کھڑا ہو کر اس کی موت کا سوگ منائے۔"

"کیا ندیم نے تمہیں کبھی یہ نہیں بتایا کہ میں پولیس کے ایک بڑے عہدے پر فائز رہ چکا ہوں۔"

"بتایا تھا۔ اسی لیے تو میں آپ کو جرائم کی دنیا کے اہم اصول بتا رہا ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے راجو کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "کیا ہمارے ساحل پر پہنچنے کے بعد حقیقتاً کوئی خوب رو اور صحت مند دوشیزہ اس دنیا سے کوچ کر جائے گی۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" راجو نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "اس لیے کہ یہ باس کا حکم ہے۔"

"کیا۔۔۔" میں اچھل پڑا۔ "تم قتل کرو گے اسے؟"

"شاید ایسا ہی ہو۔۔۔ بہرحال موت اس حسینہ کے مقدر میں رقم کی جا چکی ہے۔" راجو نے بے پروائی سے کہا پھر ساحل کی طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔ "زمانے نے کس قدر منزلیں طے کرلی ہیں لیکن ابھی تک کوئی ایسی مشین ایجاد نہیں کر سکے جو کسی کی موت کے وقت کا تعین کر سکے' یہ دنیا بھی عجیب ہے۔ انسان پانی کے کسی حقیر بلبلے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ابھی وہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں ہونٹوں پر سجائے نرم ریت پر محو خرام ہے مگر اس بات سے قطعی لاعلم ہے کہ کچھ دیر بعد اس کے جسم اور روح کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والا ہے۔"

"کیا تم اس دوشیزہ سے واقف ہو؟"

"ہاں۔۔۔ صرف اسی حد تک کہ وہ مسٹر گراہم کی سب سے عزیز ترین داشتہ ہے۔"

"راجو۔۔۔ تم نے ابھی کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ تم صرف ندیم کے کہنے پر عمل کرنے کے عادی ہو۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"پھر تم مجھے اس دوشیزہ کے بارے میں قبل از وقت کیوں بتا رہے ہو' موت جس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"یہ بھی باس کا حکم تھا کہ آپ کو اس سے آگاہ کر دیا جائے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"یہ باس ہی بہتر جانتا ہے۔" راجو نے گول مول لہجے میں جواب دیا۔ "ہمارا کام صرف حکم پر عمل کرنا ہے۔"

"کیا ساحل پر تمہارے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہوں گے؟"

"ہو بھی سکتے ہیں لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر گلاس میں بچی شراب کو ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتارتے ہوئے بولا۔ "ہمیں اب چلنا چاہیے' باس نے ٹھیک سوا سات بجے ڈیڈ لائن مقرر کی تھی' اس وقت ساڑھے چھ کا عمل ہے' ہمیں ساحل تک پہنچنے اور اپنے کام کو عملی جامہ پہنانے میں پینتالیس منٹ ضرور لگ جائیں گے۔"

"کیا تم موت سے پہلے مجھے اس لڑکی کو ایک نظر دیکھنے کو موقع نہیں دو گے۔"

"سوری۔۔۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا پھر میرے ساتھ ہی اٹھ کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

ہمارے علاوہ اور بھی بہت سارے افراد ساحل کی طرف آجا رہے تھے' جیسے جیسے ساحل قریب آرہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں' میری متجسس نظریں ہر اس خوب رو اور صحت مند دوشیزہ کے چہرے کو گھور رہی تھیں جو ساحل کے قریب موجود تھی'

ان میں سے کسی ایک کو موت سے ہمکنار ہونا تھا۔ کیسے؟ یہ بات شاید راجو اور ندیم کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم تھی۔ مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ [illegible] دوشیزہ کی موت گراہم کے لیے منہ توڑ جواب تھا [illegible] مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا۔ ندیم کے سوچنے کا [illegible] انداز تھا' بظاہر جو دوشیزہ موت کا شکار ہونے [illegible] تھی اس کا مجھ پر حملے سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اسے گراہم کی ایک مذموم حرکت کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا تھا' اسی طرح جس طرح مجھے لاتعلق ہونے کے باوجود نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔

راجو نے ساحل کے قریب پہنچ کر ایک خالی سگریٹ ہولڈر جیب سے نکال کر ہونٹوں کے درمیان دبا لیا۔ میں نے اس ہولڈر کو بغور دیکھا' اس میں بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں اکثر لوگوں کو جانتا تھا جنہیں کسی بیماری کے پیش نظر [illegible] نوشی سے روک دیا گیا تھا مگر وہ محض خود کو تسلی دینے [illegible] خالی سگریٹ' سگار ہولڈر یا پھر پائپ ہونٹوں کے درمیان دبائے گھومتے رہتے تھے۔

ساحل پر ٹہلتے ہوئے اچانک میری نظر ایک ایسی خوبرو حسینہ کے چہرے پر پڑی جو صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے جاذب نظر خدوخال کی مالک تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان بھی تھا جو کچھ فاصلے سے چل رہا تھا۔ شاید وہ اس خوب صورت دوشیزہ کا باڈی گارڈ تھا۔ معاً میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ایک خیال ابھرا۔ "کہیں شکار ہونے والی عورت وہی تو نہیں تھی؟" لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی تصدیق راجو سے کرتا' خوبرو دوشیزہ نے اچانک ایک دردناک سسکاری بھری پھر وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند نرم ریت پر ڈھیر ہو گئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم اس کے گرد جمع ہو گیا۔

بلو پائپ (وہ پائپ جس کے ذریعے زہریلی سوئیاں شکار کی جانب پھینکی جاتی ہیں) میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ میں نے راجو کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا' خالی پائپ جو سگریٹ ہولڈر نما تھا بدستور اس کے ہونٹوں کے درمیان موجود تھا۔

دو گھنٹے تک ساحل پر موجود افراد حسینہ کے ریت پر بکھرے ہوئے نیم عریاں جسم کو دیکھتے رہے' اس کے ساتھ جو باڈی گارڈ تھا وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن اس نے کسی ذرا سے خوف سے اپنی زبان نہیں کھولی تھی پھر پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی آگئیں' مجمع کائی کی طرف پھٹ گیا' ضروری کارروائی کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا پھر لوگوں کے بیان پر اس نوجوان کو بھی حراست میں لے لیا گیا جو مرنے والی کے ساتھ نظر آ رہا تھا' اس نے اپنی زبان بڑی سختی سے بند کر رکھی تھی۔

راجو بدستور بے پروا نظر آ رہا تھا۔ وہ خاصے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو بھرے مجمع میں ایک دوشیزہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے باوجود بالکل نارمل نظر آ رہا تھا' ممکن ہے اسے صرف اس دوشیزہ کے قتل ہونے کا علم رہا ہو اور واردات کسی اور نے کی ہو لیکن راجو نے بہرحال یہی ظاہر کیا تھا۔ وہ ذمے داری ندیم نے اسی کو سونپی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ راجو نے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی خاطر غلط بیانی سے کام لیا ہو تاکہ میں اس واردات کو روکنے کے سلسلے میں کوئی اقدام نہ کر سکوں۔

ہوٹل واپس آنے کے بعد میں نے راجو کو مشتبہ نظروں سے دیکھا لیکن اس کے چہرے پر ایسی کوئی علامت نہیں تلاش کر سکا جو عموماً قاتل کے چہرے پر یا پھر اس کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی ہے' خالی پائپ بدستور اس کے ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔

"راجو۔۔۔" میں نے اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "کیا میں تمہارا یہ خوب صورت پائپ ایک نظر دیکھ سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" اس نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا پھر وہ پائپ منہ سے نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں اسے خاصی دیر تک دیکھتا رہا لیکن مجھے اس میں بھی بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جو "بلو پائپ" کے شبے کی تصدیق کر سکتی' میں نے خاموشی سے پائپ اسے واپس کیا تو وہ بڑے معنی خیز انداز میں بولا۔

"آپ کو پسند آگیا ہے تو شوق سے رکھ لیجیے میں بازار سے دوسرا خرید لوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ایک دو روز کے لیے سیاحوں کی بڑی تعداد ساحل سے دور ہی رہے گی۔" میں اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ کی قیاس آرائی درست ثابت ہو لیکن اس قسم کی وارداتیں تو آئے دن ہوتی ہی رہتی ہیں۔" راجو نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "دو چار گھنٹے تک سراسیمگی کا عالم ضرور طاری رہتا ہے لیکن اس کے بعد حالات پھر نارمل ہو جاتے ہیں۔"

"کل کے لیے تمہارے پاس کیا پروگرام ہے۔" میں

aazzamm@yahoo.com

نے جھجکتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کل ہم ایک ایسے ہوٹل میں چلیں گے جسے مقامی لوگ سیاحوں کی جنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" راجو نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہاں رنگین مزاج لوگوں کی دل بستگی کے سامان پورے کیل کانٹے سے موجود ہوتے ہیں' اس کے علاوہ بھی وہاں سیاحوں کے لیے ہر قسم کی تفریح مہیا کی گئی ہے۔"

"کیا وہاں بھی کسی کے قتل کا پروگرام طے ہے۔"

"باس کے حکم پر منحصر ہے' فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" راجو نے شانے اچکاتے ہوئے کہا پھر سگریٹ ہولڈر منہ میں دبائے دبائے ہی باتھ روم میں چلا گیا۔

سگریٹ ہولڈر' نجانے کیوں میرا ذہن ایک بار پھر اسی ہولڈر میں الجھ گیا' میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ کسی نہ کسی زاویے سے وہی مرنے والی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ اس میں یقیناً کوئی ایسا خفیہ میکنزم موجود ہوگا جو اسے استعمال کرنے والے کے سوا کسی دوسرے کی نگاہوں میں نہیں آسکتا تھا۔

※

راجو مجھے دوسرے دن جس ہوٹل میں لے گیا وہ سیاحوں کی جنت اس طرح تھا کہ یہاں کچھ زیادہ ہی آزاد ماحول اور مغربی تہذیب کے آثار موجود تھے' یہاں پر سیاحوں کی دل بستگی کے لیے ہر وہ آسائش اور آسانی تھی جس کے بارے میں سوچا جاسکتا تھا۔ خوب صورت اور حسین لڑکیاں نیم عریاں لباس میں ملبوس ہر آنے والے کو دعوت گناہ دے رہی تھیں' بھٹکے ہوئے شرابیوں کو شکار کرنے کا یہ بھی ایک بے ہودہ انداز تھا جو مغربی تہذیب میں ہمیشہ سے رائج ہے اور شاید اس میں کمی آنے کے بجائے اور اضافہ ہی ہوتا چلا جائے بہکے ہوئے یا بھٹکے ہوئے ذہن کو آسودگی بخشنے کا یہ گھٹیا طریقہ ہرچند کہ اخلاق اور تہذیب کے دائرے سے گرا ہوا تھا لیکن ابھی تک مروج تھا۔ مجھے صدر دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی ایسا لگا جیسے کسی نے بھرے بازار میں میرے جسم سے کپڑے اتار لیے ہوں پھر میری نظر اچانک ہی ایک ہم وطن پر پڑی جو خود کو ہمیشہ بہت زیادہ پارسا اور پاکباز ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس وقت وہ بھی کسی گھر کے ہاتھ ایک سستی ہوٹل کی لڑکی کو اپنے بازوؤں میں دبائے لڑکھڑاتے قدموں سے بائیں جانب بنے ہوئے سوئمنگ پول کی طرف جارہا تھا جہاں بے شرمی اور بے حیائی اپنے پورے عروج پر تھی' فضا میں ہر سو انواع و اقسام کے نشے کی خوشبو رچی بسی تھی جو کم از کم میرے لیے قطعی ناقابل برداشت تھی۔ میں نے پلٹ کر راجو کی طرف دیکھا جو مجھے بھی پوری طرح مست نظر آرہا تھا' میں دل ہی دل میں اس کی اداکارانہ صلاحیتوں کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا ہمارا یہاں آنا ضروری تھا۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"قطعی نہیں۔" راجو نے مدھم آواز میں لہراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم صرف اپنے سیاح ہونے کا ثبوت پیش کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔"

"مجھے اس ماحول سے وحشت ہو رہی ہے۔" میں نے کڑوا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہو سکتا ہے سب کھایا پیا ایک ہی ابکائی میں حلق سے باہر آجائے۔"

"فوری طور پر ہماری واپسی دوسروں کو مشکوک کرسکتی ہے۔" راجو نے بڑے تجربے کی بات کی۔ "ہم کچھ دیر کے لیے سوئمنگ پول کی طرف چلتے ہیں کھلی فضا میں سانس لینا ہمارے لیے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

"کیا میں آپ کی مدد کرسکتی ہوں۔" ایک شوخ سی بہکی ہوئی دوشیزہ نے قریب آکر ہمیں باری باری نشیلی اور قاتل نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس کے ہاتھ میں گلاس تھا جو آدھے سے زیادہ خالی ہوچکا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ پینتیس سال سے کچھ زیادہ ہی کی رہی ہوگی لیکن میک اپ کے کمال نے اس کی اصلی عمر کو بڑی حد تک نکھار رکھا تھا۔ مجھے اس پر ترس آنے لگا' نجانے کون سی ضرورت یا حالات اسے اس ہوٹل تک لے آئے تھے' اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ساغر چھلکتے نظر آرہے تھے لیکن بات کرنے کا لب و لہجہ اس بات کی چغلی کھا رہا تھا کہ وہ پیشہ ور نہیں تھی' صورت شکل اور رنگت کے اعتبار سے وہ مقامی ہی لگ رہی تھی' شاید حالات کے بھنور میں پھنس کر وہ بے بس ہوچکی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے بنی؟" راجو نے بے تکلفی سے اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال دیے۔

"میلبا۔" اس نے راجو کے گال پر ہلکی سی چٹکی لیتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔ "ہو آر یو مین۔"

"او یس۔ مائی نیم رام اوتار۔" راجو نے بہکتے ہوئے جواب دیا۔

"تم ادھر پہلی بار آیا۔"

"ون ویک پہلے بھی آیا تھا لیکن اس روز وہ مختلف لگے۔ آئی مین گرانگ ہیرو والا تمہارے ساتھ رومانس کررہا تھا۔"

"ولیم ہوگا۔" وہ کچھ سوچ کر بولی پھر اس نے کاروباری انداز اختیار کرلیا۔ "وہ سالا ایک دم باسٹرڈ ہے۔ ڈیم' بلاڈی فول۔ یو نو وہ ہم کو کیا بولتا۔"

"کیا بولتا؟"

"سسٹر۔"

"نان سنس۔" راجو نے اسے اپنی بانہوں میں کھینچتے ہوئے کہا۔ "کوئی میڈ مین ہوگا یا پھر زیادہ ڈرنک کرگیا ہوگا۔"

"او نو۔۔۔" اس بار اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم کو معلوم۔۔۔ اس کا ایک سسٹر ہوتا جو کسی امریکن کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس کا فیس ہم سے ملتا اس لیے وہ ہم کو سسٹر بولتا پور فیلو۔"

"تو پور فیلو۔" راجو لڑکھڑاتے ہوئے میلبا کے ساتھ بہنے لگا۔ "ہی از اے چیٹر' پکا فراڈ' بیوٹی فل گرلز کو ٹریپ کرنے کے لیے سالا لومڑی مارک۔"

"واٹ لومڑی۔" میلبا نے تعجب سے پوچھا' شاید اسے اتنی اردو یا ہندی نہیں آتی تھی کہ وہ لومڑی کا مطلب سمجھ پاتی۔

"لومڑی۔۔۔ لومڑی۔۔۔ اوہ یس۔۔۔ فاکس اسٹوری۔" راجو نے لومڑی کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "آر یو فری۔"

"یس۔" وہ نہایت بے شرمی سے بولی۔ "ایٹ یور سروس۔"

"ول یو ڈانس اینڈ ڈرنک ود می۔"

"وہائی ناٹ۔" میلبا نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "یو آر اے ہینڈسم گائی۔ آئی لو انڈین۔"

"تھینکس۔" راجو نے اسے والہانہ نگاہوں سے دیکھا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کمرے کی جانب بڑھنے لگا جس پر ڈانسنگ فلور کا رنگ برنگا نیون سائن جل بجھ رہا تھا' جاتے جاتے راجو نے دوسروں سے نظریں بچا کر مجھے بڑی خوب صورتی سے آنکھ ماری تھی لیکن میں اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہی رہا۔

راجو اس وقت جو پارٹ پلے کررہا تھا اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور تھی لیکن میرے لیے وہاں اب ایک لمحہ بھی رکنا محال ہورہا تھا' میرا جی بری طرح مالش کررہا تھا۔ میں واپسی کے ارادے سے صدر دروازے کی جانب پلٹا ہی تھا کہ اچانک میری نگاہیں ایک ایسی عورت سے چار ہوگئیں جس کی وہاں موجودگی میرے لیے تعجب خیز بھی تھی اور حیران کن بھی۔ شاید وہ اس حیاسوز ماحول میں اپنے خوب صورت ماضی کو تلاش کرنے آئی تھی جو بری طرح مسخ ہوچکا تھا۔

اس کی عمر کسی طرح بھی ستر اسی سے کم نہیں لگ رہی تھی' چہرے پر جابجا جھریاں لٹکتی نظر آرہی تھیں' صورت و شکل کے اعتبار سے بھی وہ کوئی چڑیل ہی نظر آرہی تھی' اس کی ناک ضرورت سے کچھ زیادہ خمیدہ تھی جس کی وجہ سے اس کی شخصیت مضحکہ خیز بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے جسم پر ڈھیلا ڈھالا لباس تھا جسے غالباً استری کیے بغیر ہی زیب تن کرلیا گیا تھا' اس کے بال الجھے ہوئے اور بے ترتیب سے تھے لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جو اسے دوسروں سے نمایاں کررہی تھی۔ لمبے اوورکوٹ میں دونوں ہاتھ ڈالے وہ مجھے اس طرح ٹکٹکی باندھے گھور رہی تھی جیسے میری صورت میں وہ اپنے کسی مردہ یا بچھڑے ہوئے عزیز کو تلاش کررہی ہو یا اس شخص کا عکس محسوس کررہی ہو جس نے اس کے حسین ماضی کو ڈس کر ایک قابل رحم مستقبل کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔

میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ جو کوئی بھی تھی اس کی حالت قابل رحم تھی لیکن میں نے اس پر رحم کھانے کی خاطر وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا' اس کے مکروہ وجود سے نظر ہٹا کر تیزی سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر نکلا اور ایک ٹیکسی پکڑ کر اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔

کھلی فضا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے میری مکدر طبیعت کو بڑی حد تک بحال کردیا تھا' ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے مجھے بس اچانک ہی اس بات کا شبہ ہوا۔ جیسے کوئی میرا تعاقب کررہا ہے' میں نے تیزی سے پلٹ کر پیچھے بھاگتی ہوئی سڑک پر نظر ڈالی' وہاں دور دور تک کسی گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

aazzamm@yahoo.com

"ہاں ـــــ میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ تم نے اس لڑکی کے ساتھ سوئمنگ پول کی طرف جاتے وقت مجھے آنکھ کیوں ماری تھی؟ کیا کوئی خاص مصلحت تھی؟"

"نہیں ــــ" راجو مسکرا کر بولا۔ "وہ تو میں نے بس یوں ہی خود کو اوباش ظاہر کرنے کی خاطر ایک عامیانہ حرکت کی تھی۔"

"اس لڑکی کے ساتھ تمہارا وقت کیسا گزرا۔"

"ویسا ہی جیسا کسی سیاح کے ساتھ ایک کال گرل کا گزرتا ہے۔" راجو نے جماہی لیتے ہوئے کہا پھر بستر پر دراز ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا گراہم اپنی سب سے عزیز داشتہ کی موت کے غم کو آسانی سے برداشت کر لے گا؟"

"اس کا جواب تو خود گراہم ہی بہتر طور پر دے سکتا ہے۔" راجو نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"نارمن، ہاورڈ اور پھر وہ خوبرو حسینہ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا گراہم حالات کی کڑیاں ملانے کی کوشش نہیں کرے گا اور ایسی صورت میں جبکہ اس کو اس بات کا شبہ ہو چکا ہے کہ نارمن اور ہاورڈ کی موت میں کس کا ہاتھ ہے، گراہم کے لیے بچے تین آدمیوں کی موت جو سیڈان میں لگنی والی آگ کا نتیجہ تھی مشکوک ہوگی، ایک ہی روز میں اس کے پانچ افراد لقمۂ اجل بن گئے اور اب ـــــ"

"یہ سب کچھ سوچنا اور سمجھنا باس کا کام ہے۔" راجو شانے اچکاتے ہوئے بولا۔ "ہمارا کام صرف حکم کی تعمیل کرنا ہے۔"

"وہ لڑکی جو تم سے ہوٹل میں ملی تھی وہ گراہم کی طرف سے ایک ٹریپ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ۔"

"یہ بات آپ کے علم میں بھی آچکی ہے کہ گراہم کو اس کے حلقے میں آکٹوپس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر اسے ہمارے خلاف کوئی شبہ ہوتا تو اب تک وہ باس پر جوابی حملہ کرا چکا ہوتا۔" راجو نے جواز پیش کیا۔ "شہر میں بے شمار ایسے شوروپشت اور خطرناک قاتل موجود ہیں جو گراہم کے ایک اشارے پر کسی بھی بڑے سے بڑے آدمی پر بھوکے شکاری کتوں کی طرح ٹوٹ پڑنے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھیں گے۔"

"کیا تم گراہم کے بارے میں پہلے سے بھی کچھ جانتے ہو۔" میں نے راجو کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس سے پہلے بھی مل چکے ہو یا صرف ندیم کی فراہم کردہ اطلاع پر قیاس آرائی کر رہے ہو۔"

"مجھے اس وقت بڑی شدت سے نیند آرہی ہے۔" راجو نے مجھے ٹالنے کی خاطر ایک بار پھر طویل جماہی لیتے ہوئے کہا۔ پھر دوسری کروٹ لے لی۔ غالباً اسے ندیم کی طرف سے ایسی ہی ہدایت ہوگی کہ بغیر اس کی اجازت کے زبان نہ کھولی جائے۔ میں نے راجو کو زیادہ ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کر دی!

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو راجو کے خراٹوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ رات شاید اس نے زیادہ ہی چڑھا لی تھی جو نو بجے کے بعد بھی گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا ورنہ عام طور پر وہ مجھ سے پہلے بیدار ہونے کا عادی تھا۔ میں واش روم جانے کے لیے ابھی بستر سے اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر زور سے دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو تین افراد مجھے دھکیلتے ہوئے تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ وہ تینوں ہی بہترین سوٹ بوٹ میں ملبوس تھے، بظاہر کھاتے پیتے لوگ نظر آرہے تھے لیکن ان کی آنکھوں میں نظر آنے والی مخصوص چمک نے ان کی اصلیت مجھ پر ظاہر کر دی، وہ اچھے لوگ نہیں تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بولٹ کیا، باقی دو نے برق رفتاری سے بغلی ہولسٹر سے آٹومیٹک نکال لیے تھے جن پر اعلیٰ قسم کا سائلنسر بھی فٹ تھا۔

"اس حرکت کا مطلب ـــــ" میں نے انھیں تیز نظروں سے گھورا۔ "اس طرح کسی کے کمرے میں گھس آنا کہاں کی شرافت ہے۔"

"شٹ اپ ـــــ" دراز قد والے نے کرخت لہجے میں کہا۔ "ہم یہاں تم سے شرافت یا تہذیب کا درس لینے نہیں آئے ہیں۔"

"لیکن ـــــ"

"ہم سے کم بات کرنے کی کوشش کرو۔" دوسرے کے انداز میں سفاکی تھی۔ "زندگی چاہتے ہو تو ہمارے سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ ہمیں تم دونوں کی موت پر کوئی

پراسرار اور خوفناک کہانیوں کا مجموعہ

...یل ساگر

60 روپے

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

ہٹلر کی حیاتِ معاشقہ

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm @ Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

...واپسی پندرہ منٹ بعد ہوئی، اب وہ اپنے نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔

"آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔" اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی جو ڈیڑھ بجے کے عمل کا اعلان کر رہی تھی۔

"مجھے تمہارا انتظار تھا۔"

"خیریت ـــــ" راجو نے بستر پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

aazzamm@yahoo.com

صدمہ نہیں ہو گا۔"

تیرا شخص ریوالور کے دستے پر گرفت مضبوطی سے تھامے راجو کے سرہانے پہنچ چکا تھا' فوری طور پر میرے ذہن میں ایک ہی خیال ابھرا' وہ تینوں یقیناً گراہم کے گروہ کے لوگ تھے جو غالباً "سی ویو" میں مقیم تمام ٹسٹرز کو باری باری ٹٹولنا چاہتے تھے۔ میں نے کسی گھبراہٹ کا ثبوت دینے کے بجائے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم شاید غلط جگہ آگئے ہو۔"

"اس کا فیصلہ ہم بعد میں کریں گے۔" دراز قد والے نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا قیام سی ویو میں کب سے ہے؟"

"اتنی سی بات تو تم کاؤنٹر کلرک سے بھی معلوم کر سکتے تھے۔" میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" دوسرے نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا' میں سمجھ رہا تھا کہ وہ نفسیاتی طور پر مجھے کریدنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"بلرام ـــــ" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"دوسرا کون ہے ـــــ" اس نے راجو کی سمت اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا منیجر ـــــ رام اوتار۔"

"کیا کرتے ہو ـــــ"

"قالینوں کا کاروبار ـــــ"

"سی ویو میں تمہارے قیام کا مقصد کیا ہے۔"

"وہاٹ نان سنس۔" میں نے دیدہ و دانستہ جھلاتے ہوئے کہا۔ "کوئی شخص کسی ہوٹل میں کیوں قیام کرتا ہے۔"

"خاص طور پر تم نے سی ویو ہی کا انتخاب کیوں کیا؟"

"محض تفریح کی خاطر ـــــ" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "ساحلی علاقے تھکے ہوئے ذہنوں کو زیادہ سکون پہنچاتے ہیں ـــــ اور کچھ۔"

"جو لوگ تفریح طبع کے لیے ساحلی ہوٹلوں کو پسند کرتے ہیں وہ کمرے میں گھسے بیٹھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے اور ہماری اطلاع کے مطابق تم دونوں زیادہ تر ـــــ"

"یہ سراسر غلط ہے" میں نے تلملا کر احتجاج کیا۔

"تمہیں یقیناً کسی نے غلط اطلاع فراہم کی ہے لیکن تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔"

"کل شام تم دونوں چھ اور آٹھ بجے شام کے درمیان کہاں تھے؟" دراز قد والے نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"سمندر کے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے لیکن ـــــ" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا ـــــ"

"ایک خوب صورت دوشیزہ کی موت نے سارا مزہ کرکرا کر دیا۔" میں نے انہیں تاریکی میں رکھنے کی خاطر قیاس آرائی کا انداز اختیار کیا۔ "میرا خیال ہے وہ ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے اس دنیا سے سدھار گئی۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کس طرح ہوا کہ وہ کیس ہارٹ فیلیور ہی کا تھا۔"

"موت سے کچھ دیر پہلے وہ بھلی چنگی لگ رہی تھی لیکن پھر بیشتر لوگوں نے ایک ہی منظر دیکھا' وہ مسکراتے مسکراتے یک دم سنجیدہ ہو گئی تھی پھر اچانک ہم نے اسے نرم ریت پر گرتے دیکھا اور اس کے بعد لوگوں کا ہجوم اس کے گرد جمع ہو گیا' بعد میں اس کی موت کی تصدیق نے سب ہی کو افسردہ کر دیا تھا۔"

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟" دوسرے شخص نے تیزی سے پوچھا۔

"ہندوستان سے۔" میں نے جواب دیا۔ "پونا میں ہمارا ہیڈ آفس بلرام انٹرپرائز کے نام سے مشہور ہے۔"

"کیا تم ان چہروں کو شناخت کر سکو گے جو اس خوبرو عورت کی موت کے وقت اس کے قریب موجود تھے۔"

"مشکل ہے اس لیے کہ عورت کے مرتے ہی ساحل پر موجود سیکڑوں افراد اس کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر اس کے اطراف جمع ہو گئے تھے ـــــ" میں نے ... سے کہا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ لوگوں کا تعلق محکمہ پولیس یا سراغرسانی سے ہے۔"

"ہم تمہارے کمرے سے جانے سے پیشتر تمہارے سفری دستاویز دیکھنا پسند کریں گے۔" دراز قد والے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ضرور ـــــ ضرور۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا پھر وہ تمام سفری دستاویز نکال کر ان کے حوالے کر دیں جو ندیم نے قبل از وقت تیار کرا کے ہمارے حوالے کی تھیں' وہ دونوں خاصی دیر تک ہمارے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات دیکھتے رہے' ان تصویروں کو ہمارے چہرے سے ملاتے رہے جو پاسپورٹ پر چسپاں تھیں۔

"ٹھیک ہے" دوسرے شخص نے کاغذات مجھے لوٹاتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تم وہ نہ ہو جس کی ہمیں تلاش ہے لیکن اس کے باوجود ہماری اجازت کے بغیر تم سی ویو سے کہیں دوسری جگہ شفٹ ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"روانگی کی صورت میں ہم آپ سے کس طرح رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا کوئی کانٹیکٹ نمبر ـــــ"

"اس کی اطلاع تم ہوٹل کے منیجر کو کرو گے اس کے بعد وہ ہم سے رابطہ قائم کر کے تمہیں جانے کی اجازت دے سکتا ہے۔"

"آپ حضرات کا تعلق ـــــ"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو اور اس بات کا خاص خیال رہے کہ تم ہماری یہاں آمد اور تفتیش کا ذکر کسی اور سے نہیں کرو گے ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"او کے ـــــ" میں نے بڑی سعادت مندی کا ثبوت دیا۔ "میں آپ لوگوں کے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

ان تینوں نے میرا جملہ ختم ہوتے ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر جس تیزی سے آئے تھے اسی تیزی سے واپس چلے گئے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر پلٹ کر راجو کی سمت دیکھا جس کے خراٹے بدستور کمرے میں گونج رہے تھے۔ مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ انہوں نے صرف ہماری دستاویز چیک کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ ہمارے ساز و سامان کو کھنگالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جس انداز میں آئے لوٹ گئے تھے اس سے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ ان کا تعلق کم از کم پولیس کے محکمے سے نہیں تھا' اگر ہوتا تو وہ قانون کے مطابق کسی چھان بین سے پیشتر اپنی شناخت ضرور کراتے۔ وہ یقیناً گراہم کے آدمی تھے جو اپنے باس کی سب سے زیادہ عزیز داشتہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کی خاطر ساحلی علاقے پر واقع ہوٹلوں میں قیام پذیر لوگوں کو کریدتے پھر رہے تھے۔

کچھ دیر تک میں حالات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرتا رہا' ندیم نے لندن کا جو پروگرام مرتب کیا تھا اس کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ ٹیم کے ذہن سے ان کے ماضی کو کھرچ ڈالنے کا خواہشمند تھا' اس کے علاوہ میری غیر موجودگی میں اس نے میرے سب سے بڑے کاروباری دشمن کو بھی انتہائی خوب صورتی سے راستے سے ہٹا دیا تھا لیکن ہارمن اور ہاورڈ کی موت کے بعد سے جس کہانی کی ابتدا ہوئی تھی اس نے میرے ذہن کو پراگندہ کر دیا تھا۔

حالات سدھرنے کے بجائے آئے دن ایک نئی پیچیدگی پیدا کرتے جا رہے تھے' ان ہی نامساعد حالات کی بنا پر مجھے میک اپ کر کے ندیم اور ٹیم سے دور رہنا پڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راجو انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا' میں نے اسے نئے حالات سے باخبر کیا تو ایک لمحے کے لیے وہ بھی سنجیدگی سے کسی خیال میں مستغرق ہو گیا پھر اس نے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"گویا اب یہ قصہ ختم ہونے کے بجائے اور طول پکڑتا جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے کہ اب گراہم کو ایسے ان تین شکاری کتوں کی موت پر بھی ماتم کرنا پڑے جو ہماری تلاش میں ادھر ادھر بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں ـــــ"

"میں باس کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔" راجو بولا۔ "وہ کم از کم اس بات کو بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کسی بھی مخالف گروہ کے لوگ اس کے آدمیوں کا سکون برباد کریں ـــــ آپ کا تعلق تو زیادہ گہرا ہے۔"

"کیا ندیم کو اب تک حالات کا علم ہو چکا ہو گا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"عام حالات میں ہمیں باس کے حکم کے بغیر زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے لیکن یہاں چونکہ معاملہ آپ کی ذات سے ہے اس لیے آپ کے اطمینان کے لیے اتنا بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں دو نہیں ہیں۔ چار دوسرے افراد بھی ہر وقت ہماری نگرانی پر مامور ہیں۔ انہوں نے باس کو خفیہ طور پر اب تک معاملات سے باخبر کر دیا ہو گا۔"

"کوئی وجہ نہیں کہ میں تمہاری بات کو ماننے سے انکار کروں لیکن ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا ـــــ؟"

"تم پورے وثوق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ جن تین افراد نے ہمیں کھنگالنے کی کوشش کی تھی ان کی موت بھی یقینی ہو گی۔"

"باس دشمنوں کو اندھیرے میں شکار کرنے کا عادی نہیں ہے۔" راجو نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "وہ ہمیشہ اپنے مخالف کو للکار کر مارنے کا عادی ہے۔ اگر وہ تینوں گراہم کی ٹیم کے افراد تھے تو باس کی طرف سے اب تک ان کی موت کے احکام جاری ہو چکے ہوں گے۔"

"لیکن اس طرح تو معاملات اور خطرناک صورت

aazzamm@yahoo.com

اختیار کر لیں گے۔"

"گراہم کو ڈھیل دینا بھی مناسب نہیں ہے ورنہ وہ اور کھل کھیلنے کی کوشش کرے گا۔" راجو نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "اپنا باس گربہ کشتن روز اول کے اصول کا قائل ہے۔"

"ہو گا مگر ایک بات ابھی تک میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "گراہم کی داشتہ کو قتل کرنے سے ندیم کو کیا فائدہ حاصل ہوا ہو گا۔"

"ممکن ہے اس طرح باس گراہم کو یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اگر اس نے باس کے ساتھ کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔"

"تم شاید ایک بات کو نظرانداز کر رہے ہو۔"

"وہ کیا ——؟"

"گراہم مقامی باشندہ ہے اور اس کا تعلق جس کاروبار سے ہے وہ بااثر لوگوں کے تعاون کے بغیر نہیں چمک سکتا، ایسی صورت میں کیا ندیم کا گراہم سے ٹکر لینا دانشمندی کے منافی نہیں ہے۔"

"اپنے اپنے سوچنے کا انداز ہے۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے میرا ذاتی خیال ہے کہ باس دنیا کے کسی بھی خطے میں دوسروں کے مقابلے میں کمزور نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سیر پر سوا سیر ثابت ہوا ہے۔ کم از کم میرا تجربہ تو یہی ہے۔"

"تم ندیم کے ساتھ کب سے ہو؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

ٹھیک اسی وقت راجو کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی سے الارم کی مدھم آواز ابھری۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا باریک سرخ دائرہ روشن ہو گیا، گھڑی کے اندر انتہائی حساس اور طاقت ور قسم کا کوئی ٹرانسمیٹر تھا، راجو نے تیزی سے گھڑی کی چابی معمولی سے کھینچی تو اس پر ایک بھرائی ہوئی مدھم آواز ابھرنا شروع ہو گئی، میں چونکہ راجو کے قریب ہی بیٹھا تھا اس لیے ابھرنے والی آواز کو سن سکتا تھا، بولنے والے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ لب و لہجہ تبدیل کر کے بات کر رہا تھا۔

"ہیلو —— ہیلو —— چیف کالنگ —— کم آن دی لائن —— ہیلو —— ہیلو ——"

"بلیک ڈریگن آن دی لائن —— چیف۔" راجو نے کوڈ ورڈز کے حوالے سے اپنی شناخت کرائی۔

"کچھ دیر پہلے جو تین افراد تمہارے کمرے میں گھسے

اسلام کے نامور مجاہدین	قمر تسکین 50/-
اسلام کی نامور خواتین	قمر تسکین 40/-
سو مسلمان مشاہیر	قمر تسکین 75/-
ملک ملک کی عورتیں	قمر تسکین 35/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

تھے ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے۔"

"سوری باس۔" راجو نے بڑی صاف گوئی سے کام لیا۔ "اس وقت میں سو رہا تھا۔"

"تمہارے ساتھی کی کیا رپورٹ ہے۔" دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

"وہ پولیس کے محکمے سے متعلق نہیں تھے۔" راجو نے سنبھل کر جواب دیا۔ "ہمیں یقین ہے کہ وہ ساحل پر قتل ہونے والی خوبرو حسینہ کے سلسلے میں آکٹوپس کی ہدایت پر مشتبہ افراد کی لسٹ تیار کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔"

"ان کی آمد کی تفصیل کیا ہے؟"

"انہوں نے صرف ہمارے سفری کاغذات چیک کرنے پر اکتفا کیا تھا۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"نیں باس۔" راجو نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ "جاتے جاتے وہ ہمیں ہدایت کر گئے ہیں کہ ہوٹل کے نیجر کی اجازت کے بغیر ہم یہاں سے کسی دوسری جگہ شفٹ نہیں ہو سکتے ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" دوسری جانب سے اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ "میرے آدمی ان کے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔ ان کا انجام خوبرو حسینہ سے مختلف نہیں ہو گا۔ ایک خاص بات اور چوبیس گھنٹے تک لوگ سی ویو سے باہر جانے سے پرہیز ہی کرنا۔"

"رائٹ ——" راجو نے کہا پھر میرا اشارہ پا کر بولا۔ "میرا پارٹنر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"ابھی مناسب نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے میں رات کو کسی وقت دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔" اس جواب کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سگنل ملنے بند ہو گئے، راجو نے گھڑی کی چابی کو دبا کر اس کی اصلی حالت میں واپس کر دیا، سرخ روشنی کا ننھا دائرہ بجھ چکا تھا۔

"یہ قتل و غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں راجو سے کہا۔ "ان تینوں کی موت کے بعد تو حالات اور سنگین صورت اختیار کر جائیں گے۔"

"اس کا جواب بھی باس ہی دے سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ میں سی ویو سے نجات پاتے ہی واپس چلا جاؤں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "مجھے ان حالات یا واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں جنہوں نے کم از کم میری شخصی آزادی کو مفلوج کر دیا ہے۔"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے روم سروس کو فون کر کے ناشتا کمرے میں ہی طلب کر لیا پھر جب بیرا ناشتے کے برتن واپس لے گیا تو میں نے ایک رسالہ اٹھایا اور وقت گزاری کی خاطر یا کوئی بہانہ اس کے مطالعے میں مشغول ہو گیا بظاہر میری نظریں رسالے پر مرکوز تھیں لیکن ذہن برابر ان واقعات اور حادثات میں الجھا ہوا تھا جو ہمیں تیزی سے پیش آ رہے تھے۔

رات کے کھانے کے لیے ہم ڈائننگ ہال میں جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ دروازے پر دستک سنائی دی، راجو نے نہایت اطمینان سے دروازہ کھول دیا، آنے والا ہوٹل کا بیرا تھا جو وردی میں ملبوس تھا۔

"کیا بات ہے؟" راجو نے برا سا منہ بنا کر دریافت کیا، وہ یہ ظاہر کرنا چاہ رہا تھا کہ بن بلائے اسے بیرے کی آمد گراں گزری ہے۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے جناب۔" اس نے بڑے ادب سے پوچھا پھر کمرے کے اندر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بھی بند کر لیا۔

"ہم اپنے آرام و سکون میں بلاوجہ کی مداخلت برداشت کرنے کے عادی نہیں ہیں۔" راجو نے اس بار کرخت آواز میں بیرے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ رات کا کھانا بھی تم دونوں روم سروس کے ذریعے اپنے کمرے میں منگوا لو۔" بیرے کے مشورے پر راجو کے علاوہ میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ وہ آواز سو فیصد ندیم کی تھی۔

"تم —— اس حلیے میں۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم مجھ سے ملاقات کے لیے خاصے بے چین ہو گے اس لیے غلط حلیہ لے کر چلا آیا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا پھر ایک کرسی پر اس طرح دراز ہو گیا جیسے بری طرح تھکا ہوا ہو۔

"نیلم کیسی ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا اسے بھی حالات کا علم ہے؟"

"نہیں —— وہ بڑے سکون سے میرے ساتھ وقت کو انجوائے کر رہی ہے۔"

"خود اپنے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جو واقعات رونما ہو رہے ہیں میں اب ان کا اس قدر عادی ہو چکا ہوں کہ مجھے کسی قسم کی تشویش کا احساس نہیں ہوتا۔"

"گراہم کی داشتہ کو بلاوجہ موت کے گھاٹ اتارنے سے تمہارا کیا مقصد تھا۔"

"میں کوئی کام بلاوجہ نہیں کرتا میرے دوست۔" ندیم ایکافت سنجیدہ ہو گیا۔ "مجھے اس کا علم ہے کہ گراہم اور اس کے آدمی کم از کم میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کریں گے اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ میں کس قماش کا آدمی ہوں لیکن گراہم نے تمہاری ذات پر شبہ کر کے پٹرول کو آگ دکھانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب ——"

"بات خاصی تفصیل طلب ہے اور میں اس وقت جلدی میں ہوں، فی الحال اتنا سمجھ لو کہ وہ تمہیں کوئی زک پہنچا کر مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ نارمن، اوسلڈ اور ان کے بقیہ تینوں ساتھیوں کی موت کا میرا ہاتھ محسوس کر چکا ہے، میں نے اسی لیے تم دونوں کو بھیس بدل کر سی ویو میں قیام کا مشورہ دیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر بولا۔ "رہا گراہم کی داشتہ گریٹیا کی موت کا سوال تو وہ میری جانب سے گراہم کے لیے صرف ایک معمولی سی وارننگ تھی کہ اگر اس نے میرے کسی ساتھی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو اس کا انجام اور زیادہ بھیانک بھی ہو سکتا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"کیا ہم یہی سب کچھ کرنے کی خاطر یہاں آئے تھے۔"

"غلط خیال ہے تمہارا!" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہم صرف تفریحاً یہاں آئے تھے لیکن ہارسن نے میرے ساتھ جو غداری کی تھی اس نے موجودہ صورت حال کا رخ اختیار کرلیا۔"

"اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"حکم نہیں ۔۔۔ درخواست مائی ڈیئر۔" ندیم مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہارسن اور اس کے ساتھی پھر گریشیا اور اب تین نہایت قیمتی اور خطرناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈز کی موت کے بعد گراہم کو اس بات کا احساس ہوگیا ہوگا کہ اس نے ہارسن کو جو میرا مقامی ایجنٹ تھا اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بنا کر کسی دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟" میں چونکا۔ "کیا وہ تین آدمی بھی ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔" ندیم نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "یہیں ساحلی علاقے میں وہ سی ویو کے بعد ایک میرے ہوٹل کے افراد کو چیک کررہے تھے کہ اچانک کچھ نامعلوم افراد نے انہیں بھی پراسرار حالات میں موت سے ہمکنار کردیا۔"

"اور ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے بھی تمہارے ہی لوگ تھے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "تم نے ٹرانسمیٹر پر بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔"

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔ ویسے پولیس کے بہترین دماغ اس وقت گریشیا اور اس کے بعد ان تین افراد کی موت پر کام کرنے میں مشغول ہیں جو تقریباً" دو گھنٹے پہلے ایک ہوٹل کی لفٹ سے لاش کی صورت میں برآمد ہوئے تھے۔ پورے ساحلی علاقے میں ان واقعات سے سراسیمگی کی کیفیت طاری ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ حالات کے معمول پر آتے ہی مجھے واپس لوٹ جانا چاہیے۔"

"نہیں ۔۔۔" ندیم نے تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آگیا' بڑی اپنائیت سے میرا ہاتھ تھام کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "تم صرف میرے دوست ہی نہیں' میرے محسن بھی ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

"لیکن حالات ۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "گراہم نے کل رات مجھے ایک مقامی ہوٹل میں دعوت دی ہے' مجھے یقین ہے کہ اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ میری طرف مفاہمت کا ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرے گا۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دعوت کے پس پردہ گراہم کی کوئی سازش بھی پوشیدہ ہو۔" اس بار راجو نے سنجیدگی سے ایک ممکنہ خدشے کا اظہار کیا۔

"تم جیسے وفادار ساتھیوں کی موجودگی میں مجھے کبھی کسی خطرے کا احساس نہیں ہوگا۔" ندیم نے مسکرا کر راجو سے کہا۔ "کل رات تم اور شہباز بھی اس ہوٹل میں میرے ساتھ ہوگے۔ تمہیں اپنے موجودہ حلیے میں ردوبدل کرنی ہوگی مگر شہباز کو بلا ترمیم ہی حلیے میں رہنا ہوگا۔ سی ویو سے تمہاری روانگی ایک ساتھ نہیں ہونی چاہیے۔ تم شہباز سے تین گھنٹے پہلے روانہ ہوگے۔ ہوٹل کا نام اور وقت نوٹ کرلو ۔۔۔ لارڈز' وی آئی پی لاؤنج' رات ٹھیک نو بجے۔"

"مجھے اس حلیے میں کب تک رہنا ہوگا۔" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا' ندیم نے جس لب و لہجے میں مجھ سے اپنائیت کا اظہار کیا تھا اس نے میرے واپسی کے ارادے کو متزلزل کردیا تھا۔

"صرف تین دن اور ۔۔۔ میری خاطر۔" ندیم نے دوستانہ انداز میں کہا۔ "اس کے بعد تم اپنے اصلی حلیے میں بھی رہنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہوگا۔"

"جیسے اب ہو رہا ہے۔"

"ناراض مت ہو جان من۔" ندیم نے میرے جواب میں ہلکی سی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے کہا پھر بائیں آنکھ کو جھپکاتے ہوئے بولا۔ "ویسے موجودہ حلیے میں بھی تم گریشیا سے کم حسین نہیں لگتے۔"

"ڈونٹ بی سلی ۔۔۔" میں نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا تو ندیم نے ایک بار پھر میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا اس لیے کہ سی ویو سے روانگی سے پہلے ابھی مجھے یہ بیہودہ لباس پھر اس کے اصل مالک کو پہنانا ہے جو قریب اسٹور روم میں خواب خرگوش میں مبتلا ہے۔" پھر ندیم نے شوخی سے مجھے دوبارہ آنکھ ماری اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"باس از گریٹ۔" راجو نے ندیم کے جانے کے بعد کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' بڑی سنجیدگی سے ندیم کے بارے میں اس نکتے پر غور کرتا رہا۔ بظاہر ایک بے

ہودہ اور کھلنڈرا' معصوم اور بے ضرر نظر آنے والا شخص کیا اندر سے اتنا معاملہ فہم' دور اندیش اور خطرناک بھی ہوسکتا ہے؟

*

لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں قدم رکھتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں جنت ارضی کے کسی حصے میں آگیا ہوں' وہاں کی بناوٹ اور سجاوٹ دونوں ہی قابل دید تھیں' بیشتر میزیں پہلے ہی سے مخصوص تھیں اور ان پر ریزرو کی تختیاں رکھی ہوئی تھیں پھر بھی میں دو کرسیوں کی ایک ایسی میز حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں سے ندیم اور گراہم کو بہ آسانی دیکھا جاسکتا تھا' وہ دونوں اس بڑی میز پر موجود تھے جس کی چار کرسیاں خالی تھیں' دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہورہی تھی۔ میں یہ سننے سے قاصر تھا لیکن ان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ دونوں ہی بڑے دوستانہ انداز میں ایک دوسرے سے ہم کلام تھے۔ ان کے ہونٹوں پر بار بار ابھرنے والی مسکراہٹ میرے خیال کی تصدیق کررہی تھی۔ دو باوردی بیرے بڑی مستعدی سے ان کی میز پر کھانا چننے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

میں نے اطراف کا جائزہ لیا' میرے داہنی جانب ایک مقامی جوڑا بیٹھا راز و نیاز میں مصروف تھا بائیں جانب ایک جاپانی نژاد اپنے روایتی لباس میں نظر آرہا تھا' وہ جس زبان میں سرگوشیاں کررہے تھے اول تو وہ مجھے سنائی نہیں دے رہی تھیں اور اگر ایک دو لفظ میرے کان تک پہنچتے بھی تھے تو سر سے گزر جاتے تھے۔ باقی لوگ مقامی ہی نظر آرہے تھے۔ دو چار میزیں ابھی تک خالی پڑی تھیں لیکن ان پر بھی "مخصوص" ہونے کی تختی رکھی ہوئی تھی۔

بیرے نے مینو لاکر دیا تو میں نے اس کا جائزہ لینا شروع کردیا جو لوگ (بالخصوص مسلمان) جو بیرونی دنیا کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ وہ حرام و حلال کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی بیشتر ابلے ہوئے سی فوڈ کا آرڈر دیا' بیرے کے جانے کے بعد میں نے سرسری طور پر پورے ہال کا جائزہ لیا' میری نظریں راجو کو تلاش کررہی تھیں لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا اور اگر وہ وہاں موجود بھی تھا تو یقیناً کسی ایسے میک اپ میں تھا کہ میں اسے شناخت کرنے سے قاصر تھا۔ میزوں پر نظر دوڑاتے ہوئے میری نگاہ مغربی گوشے کے ایک کارنر ٹیبل کی سمت اٹھی تو میں چونک اٹھا' خمیدہ ناک والی وہی بے ہنگم لباس والی بوڑھی عورت کارنر ٹیبل پر بیٹھی مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے میرے وجود کے اندر کسی شے کو تلاش کررہی ہو' پہلی بار میں نے اسے اس بیہودہ ہوٹل میں دیکھا جہاں میرا دم گھٹنے لگا تھا اور میں راجو کو ایک کال گرل کے ساتھ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

مجھے لارڈز میں اس کی موجودگی کچھ عجیب سی لگ رہی تھی' اس وقت بھی اس کے جسم پر شکن آلود' ڈھیلا ڈھالا لباس موجود تھا جس پر وہی لمبا اور جھاڑ جھلا اوور کوٹ موجود تھا' جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا' لارڈز میں مجھے اس کی موجودگی پر اس لیے حیرت ہوئی کہ وہ اس خوب صورت اور مہذب ماحول میں سب سے زیادہ مکروہ نظر آرہی تھی' مجھے تعجب تھا کہ ہوٹل کے منتظمین نے وی آئی پی لاؤنج میں اس کے داخلے کو کس طرح برداشت کرلیا تھا۔ کیا وہ اپنی صورت و شکل اور گھٹیا لباس میں ہونے کے باوجود کسی ایسی خاص اہمیت کی حامل تھی کہ اس کے وہاں داخلے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟ کیا اس کا تعلق کسی بڑے خاندان سے تھا؟

میری اور اس کی نگاہیں چار ہوئیں تو ایک لمحے کو اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چمک اٹھیں' لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے حقارت سے منہ پھیرلیا۔ وقتی طور پر میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ ذہنی طور پر صحت مند نہیں ہے اور حسب نسب کی وجہ سے اسے اونچے طبقوں میں ازراہ مروت برداشت کیا جارہا ہے۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ ہال میں بیٹھے ہوئے افراد نے بھی جن کا تعلق یقیناً بڑے بڑے خاندانوں اور طبقے سے تھا اس خمیدہ ناک والی چڑیل جیسی عورت کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

میں لارڈز میں محض ندیم کی وجہ سے آیا تھا' میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ندیم اور گراہم کی درمیان کس ماحول میں ملاقات اور گفتگو ہوتی ہے' مجھے بظاہر یہاں کسی کی میری شخصیت کی موجودگی سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے باوجود اس عورت کو لارڈز کے صاف ستھرے ماحول میں دیکھ کر مجھے عجیب سی کراہت محسوس ہورہی تھی وی آئی پی لاؤنج میں اس کا وجود بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی فیشن شو میں اچانک کیچڑ میں لتھڑا ہوا کوئی جانور گھس آیا ہو۔

بیرے نے میرا آرڈر سرو کیا تو میں خاموش نہ رہ سکا' میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"وہ کونے والی میز پر جو بوڑھی خاتون بیٹھی ہیں کیا وہ یہاں اکثر و بیشتر نظر آتی ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

"وہ مرضی کی مالک ہیں' جب چاہیں آسکتی ہیں۔" ہیرے نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "گلارڈز میں ان کی آمد ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔"

"کیا نام ہے ان محترم خاتون کا۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے خمیدہ ناک والی ناقابل برداشت عورت کے لیے محترم جیسے لفظ کا استعمال کیا تھا۔

"لیڈی مکلارنس۔" ہیرے کا جواب مختصر تھا۔

"کیا تم مجھے لیڈی مکلارنس کے بارے میں کچھ اور بتانا بھی پسند کرو گے۔" میں نے بات کو آگے بڑھانے کی خاطر دریافت کیا۔

"مسٹر مکلارنس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو بلا کسی روک ٹوک کے ملکۂ برطانیہ سے بھی جب چاہتے مل سکتے تھے۔" ہیرے نے کہا۔ "بڑے زندہ دل اور فیاض [illegible] لارڈز میں شمار ہوتا تھا ان کا' اس زمانے میں لیڈی مکلارنس لباس اور رکھ رکھاؤ کے معاملے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں لیکن پھر مسٹر مکلارنس کی اچانک موت کے بعد لیڈی مکلارنس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھیں' دو تین سال تک وہ آبادی سے دور اپنے محل نما مکان میں گوشہ نشین رہیں' ان کے معالج اور مخصوص ملازموں کے سوا کسی کو ان کی خواب گاہ میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ تین سال بعد ہی اب لیڈی مکلارنس نے گھر سے قدم باہر نکالا تھا۔ زیادہ تر خاموش رہتی ہیں اور اکثر ——" ہیرا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے پُرتجسس انداز میں دریافت کیا۔

"کبھی کبھی جب وہ بولتی ہیں تو عجیب بہکی بہکی اور بے سروپا باتیں کرنے لگتی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"سوری سر۔" ہیرے نے دبی زبان میں کہا۔ "ہمارے اونچے حلقوں میں آج بھی لیڈی مکلارنس کو وہی مقام اور عزت حاصل ہے جو مسٹر مکلارنس کی زندگی میں حاصل تھا۔ اگر کسی کو میری اور آپ کی گفتگو کا پتا چل گیا تو میری ملازمت جاتی رہے گی۔"

ہیرا کھانے کا سامان میز پر چُن کر تیزی سے واپس لوٹ گیا' میں نے ایک بار پھر لیڈی مکلارنس کی میز کی سمت کن انکھیوں سے دیکھا جو کرسی کی پشت پر سر لگائے اس طرح چھت کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی جیسے یا تو اس کی روح جسم سے پرواز کر چکی تھی یا پھر وہ اس پر غور کر رہی تھی کہ اگر چھت اچانک منہدم ہو کر اس کے سر پر گری تو اس کا انجام کس حد تک بھیانک ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کے فاترالعقل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس کی جانب سے نظر ہٹا کر میں نے کھانا شروع کیا' ندیم اور گراہم کے درمیان ہونے والی گفتگو بظاہر بڑی خوشگوار نظر آرہی تھی' دونوں ہی بات بات پر مسکراتے نظر آرہے تھے۔

اسی وقت میں کن انکھیوں سے ندیم اور گراہم کی جانب دیکھ رہا تھا جب ایک اجنبی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "کیا میں آپ کی اجازت سے یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

میں نے پلٹ کر نووارد کی طرف دیکھا' وہ کوئی مقامی [illegible] ہی تھا' چہرے پر گھنی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں موجود تھیں' عمر [illegible] پچپن اور پچاس کے درمیان نظر آرہی تھی' ہلکے [illegible] رنگ کے تھری پیس سوٹ میں وہ خاصا [illegible] کشش اور مہذب نظر آرہا تھا۔ کچھ دیر پہلے میں اسے ایک دوسری میز پر دیکھ چکا تھا جہاں وہ اپنی ایک ہم عمر اور خوب صورت عورت کے ساتھ موجود تھا' میں نے اس کا جواب دینے سے پیشتر اسی میز کی جانب دیکھا' وہ خوب صورت عورت بدستور اپنی میز پر موجود تھی' مجھے حیرت ہوئی' جب اس کی اپنی کرسی خالی تھی تو وہ میرے ساتھ کیوں بیٹھنا چاہتا تھا؟ کیا وہ ندیم کا کوئی آدمی تھا جو مجھے کوئی اہم اطلاع دینا چاہتا تھا یا پھر گراہم کے خفیہ گروہ کا کوئی فرد تھا جو مجھ سے میری اصلیت معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگا ہوا تھا۔

"مجھے جان مینگو کہتے ہیں لیکن میرے دوست مجھے ڈنگو کے نام سے جانتے ہیں۔" اس نے اپنا تعارف کرایا پھر میری اجازت کے بغیر ہی دوسری کرسی پر براجمان ہو گیا۔

"ڈنگو ——" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا یہ نام کچھ عجیب سا نہیں ہے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لغوی اعتبار سے ڈنگو آسٹریلیا کے جنگلی یا پھر وحشی کتے کو کہتے ہیں۔"

"آپ خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے [illegible] طور پر پوچھا۔ "کیا لینا پسند کریں گے آپ۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"کچھ دیر پیشتر آپ شاید اپنی مسز کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔"

"جی ہاں۔" اس نے اپنی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔ "وہ اب بھی موجود ہے۔"

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے بے پروائی سے پوچھا۔

"آپ کا تعلق؟"

"انڈیا سے ہے جسے آپ بھارت اور ہندوستان بھی کہتے ہیں۔" میں نے اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میرا نام بلرام ہے اور میں یہاں ساحلی علاقے کے سی ویو ہوٹل میں مقیم ہوں جہاں میرا منیجر رام اوتار بھی میرے ساتھ ہے۔ واپسی کے سلسلے میں ابھی تک میں نے کوئی پروگرام نہیں بنایا۔ ہو سکتا ہے کہ ہفتے دس دن میں ہی واپسی ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے لیے شاید امریکا جانا پڑے لیکن امریکا کا دورہ قطعی طور پر تجارتی ہوگا۔"

"کیا آپ میری خاطر ایک چھوٹا سا کام کر سکتے ہیں۔" ڈنگو نے اس بار قدرے مدھم لہجے میں کہا۔

"فرمایئے۔"

"آپ اس بوڑھی عورت کو دیکھ رہے ہیں جو ہمارے سیدھے ہاتھ پر کارنر ٹیبل پر موجود ہے۔" ڈنگو نے انگوٹھے کے ہلکے سے اشارے سے جس عورت کی طرف اشارہ کیا وہ میری فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق لیڈی مکلارنس کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔

"کیا آپ کو بھی لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں اس کی موجودگی مخمل کے کپڑے میں ٹاٹ کا پیوند تو نظر نہیں آرہی۔" میں نے تمسخرانہ لہجہ اختیار کیا۔

"آپ شاید لیڈی مکلارنس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا۔

"مجھے اس کی خواہش بھی نہیں اس لیے کہ میں یہاں محض تفریح طبع کے لیے آیا ہوں۔" میں نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "محکمۂ آثار قدیمہ سے میرا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے قدیم نوادرات اکٹھا کرنے کا کوئی شوق ہے۔"

"لیڈی مکلارنس اپنے وقت کی عظیم ترین خواتین میں شمار ہوتی تھی اور —— اب بھی وہ اتنی ہی عظیم ہے۔"

"ہوگی —— لیکن میری صحت پر اس کا بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔" میں نے ڈنگو کو سپاٹ نظروں سے دیکھا۔

"میری درخواست ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے اس سے دوستی کر لیں۔" ڈنگو بدستور سنجیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے ڈنگو کو حیرت سے دیکھا انداز ایسا ہی تھا جیسا مجھے اس کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کو میری خواہش عجیب سی لگے گی۔ لیڈی مکلارنس سے آپ کی دوستی میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

"آپ خود کیوں نہیں کر لیتے اس سے دوستی۔"

"...... وہ مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرتی ہے۔" ڈنگو نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ مسٹر مکلارنس کو کسی مقامی شخص نے اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"

"مسٹر مکلارنس کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی؟" اس بار میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ان کی گاڑی ایک مقامی فرم کے ٹرالر سے ٹکرا گئی تھی۔" ڈنگو نے کہا۔ "چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق غلطی ٹرالر کے ڈرائیور کی تھی جو شاید نشے کی حالت میں تھا۔ مسٹر مکلارنس کو زخمی حالت میں ہسپتال لے جانے کی کوشش کی گئی لیکن انہوں نے راستے میں ہی دم توڑ دیا تھا۔ ان کا ڈرائیور جائے حادثہ پر ہی ہلاک ہو چکا تھا۔"

"اور ٹرالر کے ڈرائیور کا کیا ہوا؟"

"تلاش بسیار کے باوجود بھی پولیس کے اعلیٰ دماغ بھی اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔" ڈنگو نے کہا۔ "اور یہی وجہ ہے کہ لیڈی مکلارنس پولیس اور انتظامیہ دونوں کو مشکوک سمجھ رہی ہے اور مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرنے لگی ہے۔"

"آپ نے اس بات کا اندازہ کس طرح کر لیا کہ وہ مجھ سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔"

"اس لیے کہ آپ کا تعلق مشرقی علاقے سے ہے۔"

"مشرقی علاقے میں تو ہندوستان کے علاوہ اور بھی بہت سارے ممالک آتے ہیں۔"

"او کے۔" ڈنگو نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اگر آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔"

"لیڈی مکلارنس سے میری واقفیت آپ کے کس کام آئے گی۔" میں نے پوچھا۔

"دراصل میں اس سے معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ اگر میں اپنی موجودہ پارٹنر شپ ختم کر کے کوئی علیحدہ کاروبار شروع کر دوں تو اس میں مجھے فائدہ ہوگا یا نقصان؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ ایک